اسلام کا اقتصادی نظام

اسلامی شریعت

مسز فرزانہ بخاری
مہر محمد نواز خان

نیو بک پیلس، اردو بازار لاہور

برائے معاشیات، برائے اسلامیات کے طلبہ وطالبات کے لیے

اسلام اور جدید اقتصادی نظریات

اسلامی معیشت

پروفیسر مہر محمد نواز خان ✤ فرزانہ بخاری

صدر شعبۂ معاشیات گورنمنٹ ڈگری کالج
علی پور مظفر گڑھ

ایم اے اکنامکس، لاہور

نیو بک سلیرز ✤ چوک اردو بازار ✤ لاہور

FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No. 039474
MAILSI

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : اسلامی معیشت
مصنف : مہر محمد نواز خان
ناشر : نیو بک پلیس لاہور
پریس : یونس ندیم پرنٹرز لاہور
قیمت : ۳۳ روپے

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

فہرست

باب	عنوان	صفحہ
1	تعارف	۷
2	عظمتِ اسلام	۱۸
3	چند بنیادی اقدار	۲۹
4	قرآن کے اقتصادی اصول	۴۹
5	نبی کریمؐ کی معاشی تعلیمات	۶۷
6	صحابہ کرامؓ اور اکابرینِ دین کے اقوال	۷۸
7	مسلم مفکرین کے اقتصادی افکار	۸۳
8	مختلف معاشی نظاموں کا جائزہ	۱۰۳
9	اسلامی نظامِ معیشت کی امتیازی خصوصیات	۱۲۹
10	اسلامی حکومت کے ذرائع آمدنی	۱۶۶
11	مصارف	۱۹۲
12	زکوٰۃ	۱۹۵
13	قانونِ وراثت	۲۲۰
14	تجارت	۲۲۸
15	سُود	۲۳۹
16	بینکاری	۲۵۹
17	بیمہ سازی	۲۷۳
18	احکامِ اراضی	۲۷۵
19	لگان	۲۹۴

باب	عنوان	صفحہ
۲۰	بیت المال	۳۰۳
۲۱	انفرادی معیشت	۳۰۹
۲۲	اسلام اور عدل اجتماعی	۳۱۵
۲۳	انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل	۳۲۳
۲۴	قیمتوں کا تعین	۳۳۸
۲۵	محنت اور اجرت کا اسلامی معیار	۳۴۸
۲۶	انفرادی ملکیت پر حدود	۳۵۶
۲۷	جدید اسلامی معیشت کا سوازنہ	۳۷۹
۲۸	اسلامی حکومت کے فرائض	۳۹۹
۲۹	مسلم ترقیاتی تنظیم	۴۱۳

اِنتساب

جُوئندگانِ علم و عمل

اور

پابندگانِ حقیقت و ہدایت

کے نام

باب ۱

تعارف Introduction

تخلیق کائنات کے ساتھ انسان کی بے شمار خواہشات نے بھی جنم لیا جب ایک آرزو پوری ہو جاتی ہے۔ تو دوسری سر اٹھا لیتی ہے۔ اور اسی طرح یہ ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ اگرچہ قدیم ازمنہ میں یہ تمنائیں مختصر اور سادہ ہوتی تھیں۔ مگر امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ ان کی نوعیت اور اہمیت میں بھی جدت آتی گئی۔ اور جوں جوں انسان ترقی کی دہلیز پہ قدم زن ہوتا چلا گیا ان کی خاصیت میں بھی تبدیلی آتی گئی۔ اور اس دور میں تو ان کی حالت بہت ہی عجیب و غریب منزل پہ پہنچ چکی ہے۔

تن ڈھانپنے کے لیے لباس، بھوک مٹانے کے لیے خوراک، رہائش کے لیے مکان، علالت دور کرنے کے لیے علاج اور ذہنی نشوونما اور قدرت کی شناسائی حاصل کرنے کی خاطر علم کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور انہیں ہی ہم بنیادی احتیاجات Basic necessaries کا نام دیتے ہیں۔ دراصل انسان کی تگ و دو زیادہ تر ان کی تحصیل کے گرد گھومتی رہتی ہے۔ اور ان کو حاصل کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اور ایک ایسے علم کی تلاش ہوتی ہے۔ جو ان گتھیوں کو سلجھانے اور انہیں پورا کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو اور یہیں سے علم المعیشت (Seiance of Ecanomy) کی بنیاد پڑتی ہے۔

یاد رہے کہ معاشیات ایک قدیم علم ہے اور اس کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے۔ موجودہ صدی میں اس علم کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ اور کوئی ملک و قوم اس کے اصولوں اور طریقوں پر عمل کیے بغیر ارتقاء کے زینے پر فائز نہیں ہو سکتے۔ یہی سبب ہے کہ اس کی کارفرمائی سے مختلف قومیں بام عروج پہ پہنچ چکی ہیں اور جن کا دامن اس کی دولت لازوال سے تہی ہے وہ پست اور غیر ترقی یافتہ ہیں۔

چونکہ زندگی کے ہر شعبہ سے اس کا گہرا ربط ہے۔ اس لیے اس کا مختصر سا تعارف کرانا بے جا نہ ہوگا۔ مختلف علماء اقتصادیات نے اپنی اپنی بساط کے مطابق اس کی تعریفیں کی ہے۔

آدم سمتھ کی تعریف (۱۷۲۳ - ۱۷۹۰)

سکاٹ لینڈ کے آدم سمتھ نے اپنے نظریات کو ایک کتاب "دولتِ اقوام کی نوعیت اور تحقیق" ( ) میں بیان کیا۔ انہوں نے اپنی کتاب کو ان چار حصوں میں تقسیم کیا:۔ پیدائش دولت، صرفِ دولت، تبادلہ دولت اور تقسیم دولت۔ اس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ کسی قوم کی دولت (ضرورت میں آنے والی اشیا، خدمات کی مقدار) کس طرح بڑھائی جاتی ہے۔ اور پیدا کرنے والوں میں کس طریقہ کار اور نظام تقسیم کے تحت تقسیم ہوتی ہے مالتھس، ریکارڈو، مل Mill اور سینئر نے بھی اس علم کو دولت سے موسوم کیا ہے۔ جے۔ ایس۔ مل کے الفاظ میں "معاشیات ایک ایسا علم ہے جس میں دولت کی نوعیت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اور ان قوانین پر بحث کی جاتی ہے۔ جو دولت کی پیدائش، تقسیم اور تبادلہ کو منضبط کرتے ہیں"۔ یہ نظریہ پیش کرتے ہوئے ان مفکرین نے اس بات پر دیا کہ انسان کی بھاگ دوڑ اور سرگرمیاں زیادہ تر اس وجہ سے عمل میں آتی ہیں۔ کردہ دولت کمانا چاہتا ہے۔ اور یہی خواہش اس کی روزمرہ زندگی میں غالب نظر آتی ہے۔

الفرڈ مارشل کی تعریف (۱۸۴۲ - ۱۹۲۱)

انگلستان کے ایک ماہر اقتصادیات پروفیسر الفرڈ مارشل نے نئے سرے سے تعریف کی۔ ان الفاظ میں:۔

"معاشیات میں انسان کے ان افعال کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ جن کا تعلق زندگی کے روزمرہ معاملات سے ہے۔ یہ علم انسان کی انفرادی اور اجتماعی کوششوں کے اس حصے کا جائزہ لیتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ خوشحال زندگی کے مادی لوازمات کیونکر حاصل کیے جائیں اور انہیں کس طرح صرف کیا جائے پس معاشیات ایک تو دولت کا علم ہے اور دوسری جانب (جو پہلی سے زیادہ اہم ہے) خود انسانی زندگی کے ایک پہلو کا"

چند دیگر مفکرین مثلاً پروفیسر کینن، پیگو، پریٹو اور کلارک کی تصانیف میں مادی فلاح کے تصور کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ جیسا کہ کینن لکھتے ہیں:۔

"معاشیات کا مقصد یہ ہے کہ ان اسباب کی وضاحت کرے جن پر انسان کی مادی فلاح کا دارومدار ہے" پیگو کے الفاظ یہ ہیں:۔ "معاشیات کا تعلق معاشرتی زندگی کے اس پہلو سے ہے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ زر کے پیمانے سے ماپا جا سکے۔

اکنامکس کی تعریف

1. Economics is a Science which ...

[illegible] تھا۔ اس لیے [illegible] مختلف قسم کی جد وجہد بھی کرتا رہا ہے۔ ابتدائی [illegible] سے ہی انسان کو یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ مختلف اشخاص اور مختلف [illegible] تک ذریعہ انسانی ضروریات آسانی سے مہیا نہیں ہے۔ کسی فرد کی انفرادی کوشش سے سب کچھ مہیا ہونا ممکن نہیں۔ اس لیے تبادلہ کا سوال بھی بہت دن ہوئے پیدا ہو چکا تھا۔ اس لیے کچھ قواعد وضوابط بھی ہر تمدن میں موجود تھے۔ معیار تبادلہ یعنی زر بھی بہت دنوں سے موجود ہے۔ بنائے زر کی ضرورت بھی بڑی قدیم بات ہے۔ اب ذرا سوچیے تو کہ معاشیات حیاج، پیدائش دولت، تبادلہ اور مالیات عامہ پر بحث سے علاوہ اور کس بحث کا نام ہے۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ تحریر وتدوین میں یہ فن آدم سمتھ سے پہلے نہیں آیا تھا۔ کون نہیں جانتا امام ابو یوسف کی کتاب الخراج، یحییٰ بن آدم کی خود کتاب ضبوط کی تین جلدوں اور ابن عبید کی کتاب الاموال میں معاشیات کا تمام و کمال ذخیرہ موجود ہے۔ اور میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ یہ چند مسلمانوں ہی کی خصوصیت نہیں ہے۔ سنسکرت پنڈت جو کتابیں یونانی، عبرانی اور چینی وغیرہ زبانوں میں بھی لکھی گئیں ان میں بھی معاشی مسائل پر کسی نہ کسی صورت میں بحث موجود ہے۔ ہاں طرز بیان اور ترتیب بحث ہر زمانہ میں مختلف رہی ہے۔ اور آج بھی قدیم زمانہ کی کتابوں سے مختلف انداز میں اس فن پر کتابیں لکھی جاتی ہیں۔

جدید معاشیات میں عموماً زمین، سرمایہ، محنت، تنظیم، عاملین پیدائش تسلیم کیے جاتے ہیں۔ مگر بعض اوقات ہمارے [illegible] زمین اور محنت کے سوا اور کسی کو عامل پیدائش تسلیم نہیں کرتا۔ سرمایہ محنت کی پیداوار ہے۔ تنظیم اور تعاون محنت کی ایک قسم ہیں۔

بنا حقیقی، عامل پیدائش صرف دو ہی زمین اور محنت رہ گئے۔ معاشیات کا مسئلہ یہ ہے کہ انسان ان دونوں عوامل میں کوئی خلل نہیں کرتا۔ دونوں میں توازن قائم رکھتا ہے۔ زمین ہماری کسی سے کوئی علاقہ نہیں ہے اور نہ محنت کی راہ میں حائل ہوتی ہے۔ (سید مناظر حسین کیلانی)۔

ہیں کہ مشیتِ زمین کہا جاتا ہے۔ معاشیات یک سی ہے جس میں انسانی حاجات اور ان کی تکمیل کے ذرائع سے بحث کی جاتی ہے۔ [illegible] سے متعلق ہیں ہم کیا بیان کریں۔

(ا) تشریحی معاشیات یا بیانیہ معاشیات (
(ب) تعینی معاشیات (
(ج) تعیقی یا عملی معاشیات (

پہلی مد میں کسی خصوصی معاشی موضوع سے متعلق حقائق اور صورت حال کی پوری تشریح اور تفصیل یکجا جمع کر دی جاتی ہے۔ مثلاً پاکستان میں صنعت پارچہ بافی سے متعلق سارے تفصیلی حقائق اور ضروری اعداد و شمار خاصہ ہمہ رسائی تیاری کے ساتھ درجہ بندی کے ساتھ ان کی تہہ در تہہ کے بارے میں مکمل کوائف اکٹھے کر دیے جاتے ہیں۔

دوسری قسم یعنی معاشیات میں یہ بتایا جاتا ہے کہ کچھ کیوں ہے اور کس چیز سے بنا ہے یا پیدا ہوتا ہے۔ کون سے عوامل درکار ہوتے ہیں۔ کتنا صرف ہوتا ہے۔ کون سے اصول اور قواعد کارفرما ہوتے ہیں۔ مثلاً پارچہ بافی کی صنعت کے لیے کون سے عوامل درکار ہوتے ہیں۔ کون سے اصول اور قواعد کارفرما ہوتے ہیں۔ کتنا صرف ہوتا ہے

کچھ تو بہتر ورنہ درختوں کے پتوں ہی سے گزارہ کرتے۔ خدا کی ذمہ داریوں سے بھی
جناب کرسے۔ غور سے مشاہدہ کیا جائے تو رہبانیت زندگی کے حقائق کا سامنا کرنے سے
بزدلانہ فرار کا نام ہے۔ اسلام نے زندگی کے تمام شعبوں میں توازن و اعتدال کو ملحوظ رکھا ہے۔
رہبانیت کے شعبوں سے کسی بھی دنیا سے زیادہ دور رہنا اور اس سے صرف نظر کرنا جو خدا کی
بخشش کے طور پر عطا کی گئی ہے۔ اسلام ایسے ہی بیجے پن کی نفی کرتا ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اسلام میں بھی دنیا کی مذمت کی گئی ہے اور تاریخ میں کبھی کبھار ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی جائز ذریعہ کی بجائے دنیا کو ہی اپنا مقصد بنا لیا گیا ہے۔ ایسی تمام مذمت خود مذموم ہے۔ ان چیزوں کو اصل مقصد سمجھ بیٹھنے اور اپنی ساری توانائیاں دنیا کو دنیوی زندگی کے لیے ہی محدود کر دینے اور اخروی زندگی کی تیاری سے غافل ہو جانے کو "دنیا" کہہ دیا جاتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا تو خدا کی سرخروئی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ بنتی ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے پن بجلی کو پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ پرکشتی میں پانی اندر داخل ہونا شروع ہو جائے تو یہی پانی کشتی کو معہ سواروں کے ڈبو دینے کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح اگر دنیا کی محبت دل میں اس حد تک بس جائے کہ انسان آخرت سے غافل ہو جائے تو یہ دنیا انسان کے لیے لعنت کی بجائے نعمت بن جاتی ہے۔ قرآن مقدس میں ہے "اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولادیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ جو شخص بھی ایسا کرے گا تو ایسے ہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں"۔

آنحضورؐ کی دعاؤں میں ایک دعا کے بعض جملوں کا ترجمہ یہ ہے: "اے اللہ! دنیا کو ہمارے لیے بڑا ہم و فکر نہ بنا اور ہمارے علم کی رسائی صرف دنیا کے حصول تک ہی محدود نہ رہنے دے۔ ہمارے شوق کی انتہا دنیا ہی نہ ہو۔ انسانی زندگی کا مقصود اللہ نے بذات خود بیان کیا ہے۔ قرآن کریم اس دنیا میں روح کو برقرار رکھنے کے لیے دنیوی زندگی کی اہمیت سے انکار نہیں کرتا۔ لہٰذا یہ استفادہ ممنوع نہیں بلکہ اس کا حکم دیا جاتا ہے مگر یہ زندگی حقیقی نہیں اور دنیوی زندگی سے محبت زیادہ سے زیادہ اخروی زندگی کی تیاری کے لیے ہونی چاہیے۔ اگر انسان کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ اس دنیا کے حقیقی مقصد کا علم ہو جائے تو پھر وہ اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی وہ اس دنیا کی محبت سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی وہ اس دنیا کی محبت سے آزاد ہو جاتا ہے۔

سعد بن عباس مسلم)

سواری کا کام دیں اور زینت کیلئے بھی پیدا کیا جو وہ اب ہمارے لوگ نہیں جانتے۔
(پ۱۴۔ النحل ع ۱۶)

قرآن مقدس کی اس آیت سے تین امور سے ضروریات زندگی کو ترقی دینا ہے

[illegible] کی حد تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ ہر قسم کی ضروریات زندگی

آرائش و زیبائش [illegible] سے بھی ان کے استعمال کی اجازت دی ہے۔

یا درہے کہ عزت نفس انسان کے استعمال و اقتدار کے لیے یہ بھی ایک ضروری چیز ہے

انسان کی خلیق کا مقصد یہ ہے کہ انسان نے جو ترقی کی ہے اس سے فائدہ اٹھائے۔ اور نئی چیزیں

پیدا کرے۔ اس کی چند قسمیں ہیں جو ضروریات زندگی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور

[illegible] اس کے مقصد یہ ہے کہ انسان کی شخصیت اور نفوذ بڑھے۔ اور

ان سے انسان درجہ بدرجہ ترقی کرتے کرتے اس درجہ پر پہنچ جائے

مولانا محمد حفظ الرحمن نے وجہ یوں لکھی ہے:

[illegible] ان کی زبان میں تعمد و تقصد اور ارادہ و اختیار کے ساتھ تعریف کی جاتی

ہے ایسے وسائل کو "زینت" کہتے ہیں جو دولت و ثروت سے پیدا کرنے کے مناسب ہیں

اس لئے جس سے صحیح استعمال اور اس کی ہدایت و برکات کے تحقیق سب باتیں اس

کے معنی کے تقاضا سے دو قسموں پر منقسم ہے۔ یعنی ضروریات زندگی اور دوسرے

[illegible] اقسام تحسینات سے ہیں۔ اور ضروریات زندگی کے

کے لیے دلیل راہ ہے۔}

مولانا عبدالماجد دریابادی ترجمان القرآن میں لکھتے ہیں:

"اس میں ان چیزوں کا شمار زیادہ سے زیادہ [illegible]

ان کے سب کے فیر کرنے کی ممانعت ہے۔ اور [illegible]

انتقال پذیر ہوں۔ اور [illegible] ہوں۔ اور [illegible]

[illegible] ہوں۔ اور [illegible]

کے لیے دلیل راہ ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی ترجمان القرآن میں لکھتے ہیں:

"اس میں ان چیزوں کا شمار زیادہ سے زیادہ [illegible]

ان کے سب کے فیر کرنے کی ممانعت ہے۔ اور [illegible]

انتقال پذیر ہوں۔ اور [illegible] ہوں۔ اور [illegible]

[illegible] ہوں۔ اور [illegible]

باب ۱

عظمتِ اسلام

جیسا کہ آپ نے سنا ہے کہ یہ مذہب سچا اور حق ہے اور تمام مذاہب سے افضل اور برتر ہے۔ یہ صرف کہنے کی بات نہیں ہے بلکہ اس کی عظمت اور برتری کے بے شمار دلائل موجود ہیں۔ ان میں سے چند دلائل ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ان دلائل کو پڑھ کر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کی عظمت کیا ہے اور اس کی برتری کس طرح ثابت ہے۔ ان دلائل کو پڑھ کر آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کی عظمت اور برتری کے بارے میں ہم نے جو کچھ کہا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے۔ ان دلائل کو پڑھ کر آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کی عظمت اور برتری کے بارے میں ہم نے جو کچھ کہا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے۔

اسلام کی عظمت کا پہلا ثبوت

اسلام کی عظمت کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ اسلام نے انسان کو انسان بنایا ہے۔ اسلام نے انسان کو حیوان بلکہ غلام بنایا ہے۔

انسانیت پر قائم کر دیتی ہے۔ یہ ہیں وہ فوائد جو مذہب اسلام نے اس غیر مذہب اقوام کو پہنچائے ہیں۔ (ڈاکٹر گستاؤلی بان)

(۵) اسلام ایک ایسا دین ہے جو اپنے ماننے والوں کو جہالت کی پستیوں سے نکال کر صداقت و روشنیوں کی بلندیوں تک پہنچاتا ہے۔ یہ محض نظریہ نہیں بلکہ عملی دین ہے۔ (آرنلڈ ٹائن بی)

(۶) مستشرقین جو شہوت پرست ہوتے ہیں۔ اپنی کتابوں کی ہر ورق پر شہوت انگیز تصویر بنا کر ایک بہتر اور اعلیٰ سوال کا جواب بول دیتے ہیں۔

[خلفائے راشدین اصل میں نہیں تھے مگر ان سے انہیں حکومت کے سب کو نمونات حاصل تھے۔ شاہ عرب اور بیوش قوم ان کے پاس تھے۔ مگر جب بھی وہ مسلمانوں میں رہتے ہیں تو ان کی عزت کرتے۔ ان کا احترام کرتے۔ ان کا مسلمانوں کے کان میں اپنی اذان چھوڑ ہوتا تھا اس کی کیا وجہ تھی؟ وہ خود اس کا جواب دیتے ہیں۔ اس لیے کہ عوام یہ نہ محسوس کریں کہ ان کے حکمران ان سے علیحدہ ہیں یا ان سے برتر ہیں اس طرح ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مساوات قائم رہے۔ ہر شخص یہ اندازہ لگا سکے کہ وہ اپنے اور خلیفہ کے درمیان کوئی فرق محسوس نہیں کرتا تھا۔]

(۷) اسی طرح ڈاکٹر گستاولی بان اپنی کتاب

میں تاریخ تمدن عرب اور سیدنا محمد ﷺ میں عظمت و جلالت اسلام کے بارے میں خوب رقمطراز ہیں

ہم جو بھی کتاب تمدن عرب کی اب تک اس کا مطالعہ کیا ہے ہمیں یہ بتاتے ہیں۔ تمدن کے اس نئے بہت کم اقوام ایسی ہیں جو مسلمانوں کی طرح تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کر گئی ہوں۔ مذہبی اختلاف سے انہوں نے دنیا کے مذاہب میں سے ایک بہت بڑے مذہب کی بنیاد ڈالی جو مذہب ہوا اس وقت تک سب سے زیادہ زندہ مذہب ہے۔ عقل کے لحاظ سے انہوں نے تاریخ عالم کی حکومتوں میں سے ایک بہت بڑی حکومت قائم کی۔ دماغی اور اخلاقی لحاظ سے انہوں نے یورپ کو متاثر کیا۔

بہت کم اقوام اس قدر بلندی پر پہنچی ہیں۔ لیکن بہت کم اقوام ایسی ہوں گی جن کا زوال اتنی جلدی اور اتنی تیزی سے ہوا ہو۔ کوئی قوم ان سے بہتر مثال اس کے لئے نہیں ہو سکتی جو حکومتوں کے تباہ ہونے کی تہ تک پہنچنا چاہتا ہو۔

قرآن مقدس کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کی دلنشین تعلیم نے نہ صرف مسلمانوں کو متاثر کیا ہے اور آج بھی یہ آسمانی کتاب ہی زندگی ہے۔

(5) مسٹر سروجنی نائیڈو کا بیان ہے:-

قرآن شریف غیر مسلموں سے بے اعتنائی اور بیزاری نہیں سکھاتا ہے۔ اس سے انسان کی زندگی سے وہ بے خوشحال ہو سکتی ہے۔ اور دنیا آئندہ مذہب سے محروم ہو۔

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ہی بہتر معاشرہ ہو سکتا ہے۔ [illegible] معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ کے ارشادات ہیں اور قرآن پر مبنی ہونے والے قوانین بھی ہیں۔ [illegible] ذمہ داری حاصل ہوتی ہے۔ [illegible] ذمہ داری کو اپنی زندگی میں پیدا کرنے والوں کو ہدایت کرتے رہتے ہیں۔ [illegible] اور اخلاق پر مبنی ہے۔ [illegible] ہونا ضروری ہے۔

اسلام کی خدمت و اشاعت اس کے پیغمبر اور اس کے [illegible] کی خدمت کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ [illegible] خدمت آپ کی شخصیت پر وقار فلسفوں کا سمندر، [illegible] عدل و انصاف اور ساوات کا نقیب ہے۔ آپ کی سیرت پاک اور آپ کی تعلیم ہر دور میں اور ہر قوم کے انسانوں کے لیے کارآمد ہے۔

آنحضرت نے [illegible] اور [illegible] انسانیت کے [illegible] کی، دشمنوں سے بھی محبت اور خلوص کا ثبوت دیا وہ آنے والی نسلوں اور قوموں کے لیے [illegible] ہے۔ آپ نے [illegible] ہدایت و تلقین کی اس پر خود سب سے پہلے عمل کر کے دکھایا۔ آپ کی [illegible] شرافت، [illegible] دیانت کے [illegible] سے [illegible] کے لوگ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ آپ شرم و حیا کا منبع اور پاکیزگی و صفائی کا تصور تھے۔ آپ کی زندگی کا ہر پہلو [illegible] ہے اور ہر زمانے کے لوگوں کو متاثر کرتا رہے گا۔ [illegible] ہیں۔

(7) [illegible] ہے:-

[illegible] شبہ نہیں کہ [illegible] کی شخصیت [illegible] ہے [illegible] آپ [illegible] اور [illegible] آپ [illegible] کی توحید اور وحدانیت پر [illegible]

(8) [illegible] ہے:-

میں نے ہمیشہ حضرت محمدؐ کے مذہب کو بڑے احترام سے پڑھا ہے کیونکہ اس میں حیرت انگیز کشش اور فنی زندگی ہے۔ اگر دنیا میں آپ جیسے انسان کثرت پیدا ہو جائے تو تمام مسائل حل ہو جائیں اور انسان خوش و خرم ہو جائے۔

(۲) فلاسفر کارلائل نے اپنے خیالات اس طرح بیان کیے ہیں۔

ایک خاص احساس جس کو ضمیر اسلام نے دنیا کے سامنے رکھا۔ نفس، شمس وغیرہ کے مشاہدہ کی حقیقت دنیا آپ کی تعلیمات میں کمالات و فضیلتوں کے حاصل کرنے کی جستجو۔ ان کی تمام توجہ خدا کی بزرگی اور عظمت کی طرف رجوع کرنے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ یہ صفات دل کو قدرتی طور پر خدا کی بزرگی کو ورد بنا کرتی ہے۔ آپ کی زندگی اور تعلیمات کے نتائج جس نے مذہب و دنیا میں ہر ایک کے سامنے روشن ہیں۔

(۳) ٹیوڈور پارکر نے اس طرح تعریف کی ہے:۔

حضرت محمدؐ کی عظمت کا اندازہ کرنا ہو تو آپ نے اہل عرب کو جن حالات میں پایا اور جس حالت میں چھوڑا ان کی حالت پر غور کیجئے۔ جب آپ نے دنیا کو ترک کیا تھا تو آپ نے دیکھا کہ ملک کے بہت سے حصوں میں بت پرستی کا رواج ہو گیا ہے۔ بہت سے قبیلوں نے اس مذہب سے اثر ہو کر مٹی کے بتوں، پتھروں اور لکڑی کے بتوں کو اپنا معبود بنا لیا تھا۔ ہر قبیلہ کے لئے ایک بت مخصوص تھا۔ ہر بت کے لئے ایک مندر تھا۔ ہر مندر کے لئے ایک مجاور تھا۔ ہر مجاور کے لئے ایک جائداد تھی۔ ہر جائداد کے لئے ایک مقدمہ تھا۔ ہر مقدمہ کے لئے ایک وکیل تھا۔ ہر وکیل کے لئے ایک فیس تھی۔ ہر فیس کے لئے ایک مؤکل تھا۔ ہر مؤکل کے لئے ایک بت

سے کرانے کے لیے آپ سے پوچھ نہ ہوتے۔ آپ خود ہدایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ معمولی خدمات اپنے ہاتھوں سے تمام کرتے۔ اپنے کپڑے کی صفائی خود کرتے۔ بلکہ بچوں کو بھی خود نہلاتے (واشنگٹن ارونگ)

(۲) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ فقیروں کی دولت، غلاموں کے ہمدرد اور قیدیوں کے والی تھے۔ جنہوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ دوسروں کی بہبود میں صرف کیا۔ جنہوں نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر فاقہ کشی کی۔ جنہوں نے اپنے گھر کو بھی خیرات کر دیا۔ جنہوں نے اپنے کپڑے پھٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے کبھی نہیں بدلے۔ جنہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے جوتے کو پیوند لگائے۔ جنہوں نے اپنے ہاتھ سے بکری کا دودھ دوہا۔ جنہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے اونٹ کو چارہ دیا۔ جنہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے گھر میں جھاڑو دی۔ جنہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑے دھوئے۔ جنہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے جوتے کو پیوند لگائے۔ جنہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے گھر کی چھت کی مرمت کی۔ جنہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے گھر کی دیوار کی مرمت کی

⑯ ڈاپر کہتا ہے:-

دنیا کے تمام انسانوں میں سوائے مٹھی بھر انسانوں کے باقی سب سے زیادہ اثر پذیر ہوتا ہے۔

(۱۷) ایلیوٹ پرٹانیکا کے مصنفین لکھتے ہیں:-

جس وقت محمدؐ نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اس وقت دنیا میں تین مذاہب کے لوگ موجود تھے یہودی، عیسائی اور بت پرست۔ اپنے آپ کو عیسائی کہنے والوں میں بھی بیشتر مذہب کے نام پر بت پرستی کرتے تھے جو یہودی مذہب میں بڑا فرقہ تھا وہ بھی بت پرستی سے نہ بچ سکا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اس وقت دنیا میں ایک ایسے پیغام کی ضرورت تھی جو زندہ خدا کی پرستش کی دعوت دے۔

(۱۸) ڈاکٹر ہنری سمتھ لکھتے ہیں:-

محمدؐ کی تعلیم قرآن اور پیغمبر کی حکمت کے بارے میں ہمیں سنہ ۶۲۲ء کے بعد کی زندگی بسر کی جائے

اس کی ذمہ داری

اس کا ایک مکمل ضابطہ حیات ہے

خدا کی فرمانبرداری بن جاتی ہے۔

زندگی کے ہر شعبہ کے بارے میں ہدایات دی ہیں۔ انسانی زندگی کے بارے میں اسلام جو ہدایات دیتا ہے ان پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بڑے بڑے حصوں میں منقسم ہیں۔

۱۔ عبادات

۲۔ معاملات

انسان ایک طرف تو خدا کا بندہ ہے اور خدا کے ساتھ اس کا تعلق سب سے زیادہ ضروری ہے۔ دوسری طرف وہ ایک سماجی حیوان ہے اور دوسرے انسانوں سے کٹ کر زندگی نہیں گزار سکتا۔ اس لئے نہ صرف یہ کہ اس کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ وہ انسانوں کے ساتھ حقوق کی ادائیگی کا تعلق قائم کرے بلکہ یہ بھی اس کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ وہ انسانوں کے ساتھ حقوق کی ادائیگی کا تعلق قائم کرے بلکہ یہ بھی اس کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ وہ انسانوں کے ساتھ حقوق کی ادائیگی کا تعلق قائم کرے۔ اسلام نے جن عبادات کا حکم دیا ہے وہ اس تعلق کو مضبوط کرتے ہیں۔ اور جن معاملات کا حکم دیا ہے وہ دوسری طرف روزمرہ کے معاملات میں حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ انسان کے اندر خدا کی طرف سے عائد ہونے والے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ اور اس طرح انسان کے اندر خدا کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے جن عبادات کا حکم دیا ہے وہ اس تعلق کو مضبوط کرتے ہیں۔ اور جن معاملات کا حکم دیا ہے وہ دوسری طرف روزمرہ کے معاملات میں حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ انسان کے اندر خدا کی طرف سے عائد ہونے والے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس پیدا

[illegible] وہ ایک نیک انسان نہیں بن جائے گا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

باب (3)

جذباتی اقرار (Some Basic Values)

سید احمد کا دین یہ ہے کہ بندے اور خدا کے درمیان کسی بیچ کا واسطہ نہ ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کی نیت بڑی اچھی تھی۔ وہ ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبے میں اصلاح کرنا چاہتے تھے۔ وہ ان کی سوچ کو بدلنا چاہتے تھے۔ وہ ان کے رہن سہن کو بدلنا چاہتے تھے۔ وہ ان کی عبادت کے طریقوں کو بدلنا چاہتے تھے۔ وہ ان کی معاشرت کو بدلنا چاہتے تھے۔ وہ ان کے گھروں، بازاروں، درباروں، مدرسوں، مسجدوں، خانقاہوں، عدالتوں، کچہریوں، ایوانوں، حکومت کے محکموں، ریاستوں، ریاستوں کے دربار، ان کے وزیروں، مشیروں، سفیروں، سفارت خانوں، حکومت کے ایوانوں، پارلیمنٹوں، ایوانوں، ریاستوں، حکومتوں، ان کے ہر شعبے میں اصلاح کر

دل میں پاکیزگی اور خدا ترسی کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے اسلام نے جو ابتدائی اور اہم تدابیر تجویز کی ہیں ان میں سے ایک نماز ہے۔ جو پابند ہونے سے پہلے شرائط بیان کیے گئے ہیں ان پر کاربند ہونا ضروری ہے۔ بلکہ دراصل اسلام میں داخل ہونے کے لیے شرائط عقیدہ کے بعد حسن اخلاق کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے: بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْخُلُقِ (مشکوٰۃ بحوالہ مؤطا) میں حسن خلق کی تعلیم کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا (مسند) کامل ترین مومن وہ ہے جو حسن خلق میں سب سے بڑھا ہوا ہو۔

أَحْسَنُكُمْ أَحْسَنُكُمْ خُلُقًا (بخاری۔ مسلم)

لوگوں کے ساتھ جبلی طور پر جو شخص تم سے بہتر سلوک کرتا ہے وہ تم میں سب سے اچھا ہے۔

جس پیغمبر نے اپنے اہل خانہ سے بہتر سلوک کرنے کی تلقین کی ہو اس کے پیرو کیا ہیں اور خود ان کے ساتھ کیا سلوک کریں گے اس کا اندازہ ہر شخص بخوبی لگا سکتا ہے۔ ان تعلیمات کا ہماری زندگی سے کیا تعلق ہے اور یہ کس حد تک اہمیت کی حامل ہیں۔

(۱) آئینہ

شرائط ایمان میں سے پہلی اور ضروری شرط ذات پر یقین کرنا ہے کہ کوئی انسان اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ ذات پر یقین نہ کرے۔ ذات سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اپنا وجود رکھتی ہے۔ مخلوقات دو قسم کی ہیں ایک مادی اور دوسری غیر مادی۔ مادی مخلوقات وہ ہیں جو ہمارے حواس کے ذریعہ محسوس ہوتی ہیں۔ غیر مادی مخلوقات وہ ہیں جو ہمارے حواس کے ذریعہ محسوس نہیں ہوتیں۔ مثلاً روح، فرشتے، جن وغیرہ۔ قرآن حکیم نے ان دونوں قسم کی مخلوقات پر ایمان لانے کی تلقین کی ہے۔

اللہ خالق کل شیئ (اللہ ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے) اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہستی نہیں جو خود بخود ہو اور جس کو کسی نے پیدا نہ کیا ہو۔

نہیں جنا اور نہ ہی وہ کسی سے جنا گیا یعنی نہ تو وہ کسی کا باپ ہے اور نہ ہی کسی کا بیٹا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کی شبیہ کا بھی کوئی نہیں۔ نیز اس کی ہمسری کرنیوالا کوئی نہیں۔ اور نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے۔

(3) اللہ کی ذات بنیادی طور پر تمام موجودات سے مختلف ہے۔ اور کسی چیز سے بھی اس کی کوئی مماثلت نہیں۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الشوریٰ)

کسی چیز سے بڑی سے بڑی چیز سے بھی اس کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ قرآن مقدس میں ہے۔ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ۔ (النحل ۶۰)۔

(4) اللہ کی ذات ہی ہے جس کی عبادت کی جانی چاہیئے۔ سارے کائنات کی ذات صرف اللہ کی ذات ہے جو عبادت کے لائق ہے۔ کسی اور کی عبادت نہیں کی جا سکتی۔ صرف اسی کو کیا جا سکتا ہے۔ وہی عبادت کے لائق ہے۔

(5) وہ ہر بات و احساسات جو کہ ہمارے حواس ہوسکتے ہیں جن سے ہم زندگی گزارتے ہیں صرف ان پر ہی اللہ کا انحصار نہیں ہے۔ ہمیں اور ہر چیز صرف اسی سے وابستہ رہنی ضروری ہے۔ اللہ کی ذات اور خصوصیات ہونا چاہیئے

(6) اللہ ہی اس ساری کائنات کا خالق رہا ہے۔ حقیقی تخلیق اور قوانین سائنس ہی ہے۔ زمین و آسمان اور اس کے درمیان جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی ذات سے وجود میں آئی ہے۔

(7) اللہ ہی رزق ہے۔ زندگی اور موت کا اختیار بھی اسی کو حاصل ہے۔ انسان تو صرف کوشش کرتا ہے۔ برکت وہی ڈالتا ہے۔

(8) اللہ ہی ہمیشہ رہنے والا ہے۔ وہ کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے بھی تھا اور اس کے بعد بھی رہے گا۔

(9) اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہونے کے ساتھ ساتھ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ اس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔

(10) اللہ ہی ہمارے تمام دعاؤں اور خواہشوں کے لیے سننے والا ہے۔ وہ ہماری ہر دعا کو سنتا ہے۔ اور ہمیں ہمیشہ اس سے دعا کرنی چاہیئے۔ اس کے علاوہ کسی اور سے دعا کرنا بیکار ہے۔

③ رسالت

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ اس کا اقرار بھی ایمان کا جزو لاینفک ہے۔ اس کے معنی سفارت اور پیغمبری کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں اس سفارت کو کہتے ہیں جب رب تعالیٰ اپنے تشریعی احکامات ارسال کرنے اور انہیں پہنچانے کے لیے کسی کو منتخب فرماتا ہے۔ اس کا دوسرا نام نبوت ہے۔ اللہ نے انسانوں تک اپنے احکام پہنچانے کا ذریعہ انسانوں کو ہی بنایا ہے۔ ارشاد ربانی ہوتا ہے: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ۔ (یوسف ۱۰۹) اور اے محمد! ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول صرف آدمیوں ہی کو بنایا تھا جن پر ہم وحی نازل کرتے تھے۔ سورۃ انبیاء میں فرمایا: قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (۱۰) یہ لوگ کہنے لگے یہ تو ہم جیسے آدمی ہیں۔ بلاشبہ یہ رسول کھانا کھاتے اور سودا سلف خریدنے کے لیے بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ (فرقان ۲۰) وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً (رعد ۳۸) اور ہم نے ان کے لیے بیویاں اور بچے بنائے تھے۔

جن جماعت کے تحت انسانوں کو اس منصب جلیلہ پر فائز کیا گیا اس کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے۔ اے نبی! ان سے کہہ دو کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور آباد ہوتے تو ہم ضرور ان پر آسمان سے کسی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے (بنی اسرائیل ۹۵)

اس آیت سے رب تعالیٰ کا ایک متعین ضابطہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رسول کو انسانوں سے ہی بنایا جائے۔ یعنی فرشتوں میں سے نہ بنایا جائے۔

یہ بھی اس قوم ہی سے ہوتا تھا۔ اور وہ اسی کی زبان میں ہوتا تھا تاکہ اس کے پیغام کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ۔ (ابراہیم ۴) ہر پیغمبر کو ہم نے اس کی قوم کی زبان میں ہی بھیجا۔ تاکہ وہ ان کے سامنے خوب کھول کر بیان کر سکے۔ پھر اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ راست پر لے آتا ہے۔ وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

یہ بھی اس قوم میں سے ہوتا تھا۔ اور تاکہ اس کی بھی زبان میں ہوتا تاکہ اس کے پیغام کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ۔ (نحل ۱۰۳) ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) کو تو کوئی آدمی سکھاتا ہے۔ جس کی طرف یہ لوگ غلط نسبت کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی زبان میں ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ۔ (یوسف ۱۰۹) اور اے محمد! ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول صرف آدمیوں ہی کو بنایا تھا جن پر ہم وحی نازل کرتے تھے۔ جو بستیوں کے رہنے والے تھے۔ کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا۔ اور آخرت کا گھر یقیناً پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟

یہ بھی اس قوم میں سے ہوتا تھا۔ اور تاکہ اس کی بھی زبان میں ہوتا تاکہ اس کے پیغام کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ۔ (آل عمران ۱۶۴) اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔ ان کو پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب اور دانائی سکھاتا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ (جمعہ ۲) وہ ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔ ان کو پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب اور دانائی سکھاتا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

نیز ایسی کوئی قید نہیں جس میں کوئی خبردار کرنیوالا نہ بھیجا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ساری تعلیمات اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ وہ اپنی مرضی سے کوئی بات کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ اور اُن پر وحی نازل کی جاتی ہے۔ اور یہ کام آنحضرت جبرائیل کے سپرد کیا ہوا ہے۔ وہی پیغامات لاتے تھے۔

نبی معصوم ہوتا ہے۔ اس سے فکر و اجتہاد کی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ نہ القاء و خدشہ کی لغزشیں نفس و شیطان کی دراندازیوں سے اس کے جذبات، افکار اور اعمال پاک ہوتے ہیں۔ پیغمبر کی مکمل اطاعت اور پیروی ضروری ہوتی ہے۔ اور یہی سمجھنا شرط ایمان ہے۔

ہم نے جو رسول کو بھی بھیجا ہے۔ اس لیے کہ اذن خداوندی کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے (النساء۔ ۶۴)

پس نہیں۔ اے نبی! تمہارے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ اپنے آپس کے تنازعات میں تمہیں حکم نہ بنائیں۔ اور جو فیصلہ آپ کریں اس میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں بلکہ اُسے پوری آمادگی کے ساتھ قبول کریں۔ (النساء۔ ۶۵)

جو اللہ کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ (النساء۔ ۸۰)

سارے انبیاء کرام پر ایمان، ناضروری ہے۔ کسی ایک کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے تھے سب کی رسالت پر ایمان، ناضروری ہے۔ مزید برآں آنحضرت محمد مصطفیٰ کو خاتم رسلین تسلیم کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ اب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور انہی کی شریعت پیش کرنا ضروری ہے۔ وہ تمام مخلوقات اور جہانوں کے نبی ہیں۔ اللہ رب العالمین سب تو آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ نیز شفیع المذنبین بھی ہیں۔ شان نبوت کے ساتھ ساتھ انسانیت رسالت پر ایمان رکھنا بھی لازمی ہے۔ اور یہ سمجھنا ضروری ہے کہ آپ ہمارے جیسے انسان تھے۔

(۵) احسان

نیک برتاؤ کرنا، جلدی سے پیش آنا، فیاضانہ معاملہ کرنا، ہمدردانہ رویہ رکھنا، ذمہ داری سے کام لینا، درگزر کرنا، خوش خلقی سے پیش آنا، دوسرے کا اس کے حق سے زائد دینا، اپنے حق سے کم لینا، کسی کی مدد کرنا، سب احسان کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ احسان کا مادہ حسن ہے۔ جس کا مطلب خوبی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دینا ہے۔ احسان درحقیقت حسن سے بھی زائد ایک چیز ہے جس کی اہمیت معاشرتی و انفرادی زندگی میں بہت زیادہ ہے۔ عدل کا حسن و جمال احسان ہے۔ عدل گر سوئے تو احسان اسے جگا دیتا ہے۔ عدل کڑی شرط کڑی قیدوں، تعیینوں اور گرہوں سے نجات دلاتا ہے تو احسان اس

میں خوشگواریاں، آسانیاں، حدتیں اور شیرینیاں اُجاگر کرتا ہے۔ نیز معاشرے کو لذتوں و مسرتوں سے لبریز کرتا ہے۔ نفرت کی بجائے اُلفت اور غصہ کی بجائے عفو کو بخشتا ہے۔ گویا متوازن معاشرے میں احسان کا درجہ نہایت اعلیٰ اور ارفع ہے۔ ماحول کو پُرامن، پُرلطف اور پُرسکون بنانے کے لیے احسان کے رویوں کو فروغ دیا جانا چاہیے۔ جب معاشرے میں احسان خاص فضیلت کا حامل ہے۔ تو ہمیں دوسروں کے ساتھ احسان کرنے کے لیے احسان خاص فضیلت کا حامل ہے۔ تو ہمیں دوسروں کے ساتھ احسان کرنے کے لیے احسان خاص فضیلت کا حامل ہے۔ تو ہمیں دوسروں کے ساتھ احسان کرنے کے لیے احسان خاص فضیلت کا حامل ہے۔ تو ہمیں دوسروں کے ساتھ معاملہ فہمی کا حکم دیتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى: بے شک اللہ انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے اور قرابت داروں کو دینے کا۔ النحل - ۹۰

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (القصص - ۷۷) اور جس طرح اللہ نے تجھ سے احسان کیا ہے۔ تو بھی دوسروں کے ساتھ احسان کر۔

احسان دو طرح کا ہوتا ہے۔

عبادات کا احسان

معاملات کا احسان

اور دونوں کا حاصل مفہوم یہ ہے کہ کسی کام کو نہایت عمدہ اور خوبصورتی سے سرانجام دیا جائے۔

عبادات کا احسان

بخاری و مسلم کی مشہور حدیث ہے جسے حدیث جبرئیل کہا جاتا ہے۔ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل انسان کی شکل میں رسول کریم کے پاس آئے اور آپ سے پوچھ گئے اور یہ بھی سوال کیا کہ احسان کیا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔

"احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے اگر یہ کیفیت نہیں تو اس طرح کی عبادت کر کہ گویا اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔"

اس حدیث کی روشنی میں احسان کی ایک قسم عبادت سے متعلق ہے جس میں یہ احساس موجزن ہو کہ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عبادت بجا لا رہا ہوں تو اس ذات کی عظمت و بزرگی رحمت و شوکت کا ایسا تصور پیدا ہو کہ انسان میں اس بندگی کی کیفیت پیدا کر دے جس میں بندہ عبادت کو حسن و خوبی سے بجا لائے۔ لیکن اس کیفیت میں یہ کمی پیدا نہ ہو کہ پھر نفس پر

[illegible] موجود ہر کہ خدا پاک میری طرف متوجہ ہے۔ خدا تعالیٰ کا اس طرف متوجہ ہونے کا احساس [illegible] زندہ کیفیت خدا پیدا کردے تاکہ وہ اپنے فرائض عبادت کو ایسے طریق سے ادا کرسکے کہ وہ خدا کی بارگاہ میں قبول ہو سکیں۔ حبیب خدا کے سامنے اپنے گناہوں کے اظہار کے ساتھ مغفرت [illegible] سید و مرشد کے جذبات کی یہ صورت ہو کہ اس کی عبادت، خدا تعالیٰ کو پسند آجائے۔ اور قبولیت کا درجہ حاصل کرے۔ عبادت کی ادائیگی میں یہ حسن و خوبصورتی احسان ہے۔ اور یہ احسان کی پہلی قسم ہے۔

معاملات کا احسان

[illegible] تعلیم یہ ہے کہ انسان اپنے ہم جنسوں کے بغیر زندہ نہیں گزار سکتا۔ باہمی زندگی اپنی تمام تر رنگا رنگی کے ساتھ یہ تقاضا کرتی ہے کہ ناپسندیدہ باتیں کسی سے سرزد ہو جائیں تو ایسی صورت میں خدا کی اس مخلوق کو معاف کر دیا جائے جس کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق [illegible] سے حسن بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اور خدا نے بار بار تاکید یا بے شمار موقعوں پر احسان کی تلقین دی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

> "اور نیکی کی بات کہو اور احسان کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور بھی احسان کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں یہ بات بھی بڑی خوبصورتی کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

[illegible] احسان کا بدلہ احسان ہی

[illegible] اور [illegible]

خدا کے پیارے رسول [illegible] جب کہ [illegible] بھی [illegible] اور [illegible] کے ساتھ [illegible] پیش [illegible] سب سے [illegible] ہے [illegible] اپنے [illegible] سے [illegible] حقیقت [illegible] اس [illegible] سے [illegible] کرنے [illegible] کا [illegible] ہے [illegible] احسان [illegible]

دشمنوں سے ہر انسان اپنی تاریک راہ کو منور کر سکتا ہے۔ آپ کی ذات گرامی ہر لحاظ سے امت
اُمتیوں کے لئے کامل و اکمل نمونہ ہے۔ آپ نے ہر شعبہ زندگی میں رہنمائی کا فریضہ احسن طریقہ سے
ادا کیا ہے اور آنحضرت کی حیات طیبہ احسان کا پیکر ہے۔ آپ کی مبارک زندگی کا ہر قدم پر احسان کی
مثالوں سے بھرا ہوا ہے۔ آپ نے کبھی اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لیا بلکہ ان کی غلطیوں کو درگزر کرتے
ان کے ساتھ احسان کا سلوک ہی کرتے رہے۔

کفار کی روزمرہ کی ستانے والی حرکتیں ہوں یا تبلیغی مشن میں رکاوٹ ڈالنے والی
اذیت رساں باتیں ہوں یا آپ کو قتل سے ختم کرنے کی ناپاک سازشیں ہوں آپ نے ہمیشہ عفو و درگزر کا
ہدف بنایا اخلاق سے گرے ہوئے، مظالم سے نوازنے جانے والے دشمنوں کی ہر زیادتی کے
موقعوں پر یہی پیکر نظر آتی ہے جس سے احسان کی شعاعیں منعکس ہوتی رہتی ہیں جو دشمنوں اور
کی عورتیں، بستی کو ان الفاظ میں خیر باد کہتے ہیں۔

"آج کے دن تم پر کوئی باز پرس نہیں
چلے جاؤ کہ تم سب آزاد ہو۔"

اللہ کی طرف سے آپ کو خصوصی تاکید کی گئی:

"پس آپ ان کو معاف کر دیں، درگزر کریں بے شک اللہ احسان کرنے
والوں کو پسند کرتا ہے۔"

آپ کا سوہ حسنہ کیسا کامل نمونہ ہے دنیا کے لئے کیسی دعوت ہے کہ وہ
خدا تعالیٰ کے اس حکم اور نبی کے نمونے سے سبق لے کر اپنی زندگی کو سنوارنے کا اہتمام کریں۔ آنحضرت
نبی کا ارشاد ہے کہ میت نہ بنو کہ اپنی عقل سے کام نہ لو اور دوسروں کی دیکھا دیکھی کام کرو۔ اگر لوگ
تم پر احسان کریں گے تو احسان کرو گے۔ اگر وہ زیادتی کریں گے تو تم بھی کریں گے بلکہ اپنے آپ کو اس
بات پر پختہ کر لو کہ احسان کرنے والوں کے ساتھ احسان کرو گے اور برائی کرنے والوں کا جواب بھی
احسان سے دو گے۔

قرآن پاک کے ہر حکم کے پیچھے رحمت اور احسان کا جذبہ کارفرما ہے جو انسان کو ہر وقت
ہیں۔

آج ہمیں مسلمان حاکم یہ تہیہ کر لیں کہ وہ احسان سے پیش آئیں گے اور ایک دوسرے کے
گناہ معاف کر دیں تو بیشتر جھگڑے اور فسادات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں اور دنیا میں امن و سکون کی

⑤ تقویٰ

"تقویٰ کے معنی اللہ سے ڈرنے کے ہیں۔ اور ڈرنے والے کو متقی کہا جاتا ہے یہ درحقیقت فرض شناسی اور احساس ذمہ داری کا نام ہے۔ جو خوف خدا سے پیدا ہوتی ہے۔ اور انسان ساری زندگی میں ہر اس کام سے باز رہتا ہے جسے منع کیا گیا ہے۔ اور ہر اس عمل کے لیے کمربستہ رہتا ہے جن کا ادا کرنا ضروری ہے۔ دنیا کا ہر مذہب خدا کے ڈر سے کو پیدا کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ تقویٰ ہی سے نیکی پیدا ہوتی ہے۔ اور انسان سارے برے کاموں سے باز رہتا ہے۔ اور ہر اس کام کے لیے کمربستہ رہتا ہے جن کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اور ہر اس عمل

ہو سکتا ہے کہ ایک روزہ دار ارادہ کے اندر داخل ہو جائے۔"

تقویٰ کا مرکزی مقام دل ہے۔ آپ نے فرمایا: "خبردار جسم میں ایک لوتھڑا ہے کہ جب وہ صحیح ہو تو سارا جسم درست ہو گیا اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو گیا۔"

تقویٰ کے تین درجے ہیں۔ ادنیٰ درجہ ایمان ہے۔ اور یہ کہ حرام چیزوں سے بچا جائے۔ متقی لوگ فرائض کی تعمیل و محرمات سے اجتناب کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں۔ ارکان اسلام کی پابندی کرتے ہیں۔ عہد کو پورا کرتے ہیں۔ تنگی میں صبر کرتے ہیں۔ دوسروں کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ تقویٰ زندگی کو اچھی فکر پر متعین کرنے کے لیے اوصاف خود ہی ہیں۔ ایک پرہیزگار دوسروں پر ظلم نہیں کرتا۔ بلکہ ظلم کو روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ تقویٰ کسی کی وراثت نہیں ہے۔ نہ نسل در نسل منتقل ہوتا ہے۔ نہ ہی یہ کوئی تمغہ ہے۔ اللہ پرہیزگاروں کو دنیا میں بھی ہدایت دیتا ہے۔ اور آخرت میں بھی۔ متقی لوگ قرآن و سنت کی ہدایات کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔

(۱) صلہ رحمی

انسانی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ رشتوں کی گرمجوشی ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ ہمیں اپنے رشتوں کو ہمیشہ مضبوط رکھنا چاہیے۔

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحب أن يبسط له في رزقه وينسأ له في أثره فليصل رحمه.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر میں برکت ہو تو وہ صلہ رحمی کرے۔

بخاری و مسلم

صلہ رحمی کا مطلب ہے اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا۔ ان کی خیر خواہی کرنا۔ ان کے دکھ درد میں شریک ہونا۔ ان کی مدد کرنا۔ صلہ رحمی کی بہت سی شکلیں ہیں۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں:

- ملنا جلنا: رشتہ داروں سے ملتے رہنا۔ ان کے گھر جانا۔ ان کو اپنے گھر بلانا۔
- مدد کرنا: ضرورت مند رشتہ داروں کی مالی مدد کرنا۔ ان کے کام آنا۔
- دکھ درد میں شریک ہونا: رشتہ داروں کی بیماری، شادی، غمی میں شریک ہونا۔
- اچھا سلوک: رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ ان کی عزت کرنا۔ ان کے بچوں سے پیار کرنا۔
- معاف کرنا: رشتہ داروں کی غلطیوں کو معاف کرنا۔ ان سے بدلہ نہ لینا۔

صلہ رحمی کے بے شمار فائدے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صلہ رحمی کرنے والوں کو دنیا میں بھی برکت دیتا ہے اور آخرت میں بھی۔ قرآن و حدیث میں صلہ رحمی کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ صلہ رحمی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا۔ صلہ رحمی کرنے والے کو دنیا میں بھی عزت ملتی ہے۔ لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اس کی مدد کرتے ہیں۔ اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔ صلہ رحمی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرماتا ہے۔ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اس کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ صلہ رحمی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔

صلہ رحمی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرماتا ہے۔ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اس کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ صلہ رحمی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔

ہیں کہ صلہ رحمی ایمان کے لوازم میں سے ہے۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ (جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے صلہ رحمی کرنا چاہیئے۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔ (جنت میں رشتہ کاٹنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ یعنی رشتے داروں پر خرچ کرنا چاہیئے اور ان کی ہر طرح امداد و اعانت کرنی چاہیئے خواہ غریب و فقیر ہوں تو ان کی مالی اعانت کرنی چاہیئے اگر وہ ضرورتمند نہ ہوں تو اس صورت میں بھی نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ اگرچہ رشتہ دار ان سے نفرت بھی کرتے ہوں اس کے باوجود اپنے مسلمان کا فرض ہے کہ انہیں مناسب ہدایت دیتا رہے اور ان کی ہر ضروریات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ زکوٰۃ دینے وقت بھی پہلے رشتہ دار تلاش کرنا چاہیئے اگر ان کی غربت ثابت ہو جائے۔

ان آیات میں عدل کے معنی کسی شخص کے ساتھ انصاف نہیں بلکہ ایک بہتر اور اعلیٰ نوع انسانی عدل ہے۔ زندگی کے تمام معاملات میں ہر فرد بشر کی سرگرمیاں اس کے دائرے میں شامل ہیں۔ وہ نفسیاتی اور اجتماعی پہلو جن کا تعلق صرف شخصی تعلقات پر نہیں بلکہ وہ انسانی معاشرے کے اقدار کے ایک خوشگوار امتزاج کا نام ہے۔

اسلام نے عدل کی اس قدر تاکید کی ہے کہ اس سے قوت فیصلہ کو بھی تقویت ملتی ہے اور بہتر بھی بنایا جاسکتا ہے۔ جو کوئی شخص اس جوہر سے متصف ہوتا ہے وہ اللہ کے نزدیک مستوجب ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت کے سایہ میں آجاتا ہے۔

معاشیات میں عدل سے مراد یہ ہے کہ تقسیم دولت کے ذرائع ہر ایک کے لئے یکساں ہوں۔ نہیں بلکہ ہر فرد کو اس کی قابلیت کے مطابق مواقع ملنے چاہئیں تاکہ معاشرے کا ہر فرد اپنی قابلیت کے مطابق کام کرسکے۔

ارشاد ربانی یوں ہے:

"اے ایمان والو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہو اور انصاف کی نگرانی کرنے والے بنو۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔"

⑧ عہد و پیمان

قول و قرار اور عہد و پیمان کی شریعتِ محمدی میں خاص اہمیت ہے ہر قسم کے عہد و پیمان چاہے سیاسی ہوں، معاشی ہوں، معاشرتی ہوں یا تجارتی ہوں، ان کی پابندی لازمی قرار دی گئی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ان کی اہمیت اس [illegible] عہد کریں۔ اور اگر کوئی فریق بغیر معقول وجہ کے عہد کو فسخ کر دے تو وہ بدعہدی کہلاتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ جس سے عہد کرتے تھے ہمیشہ اُسے پورا کرتے تھے اور کبھی بھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ جس کسی شخص کو قول و قرار کا پتہ نہیں ہوتا وہ ساقط [illegible] ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے لوگ اس پر اعتماد کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ کاروبار و بازار کی ترقی [illegible] پر [illegible] اور [illegible] کے باعث تمام قومیں ایک دوسرے کے قریب آگئی ہیں اور ان میں [illegible] ہر ایک [illegible] بہت زیادہ اہمیت [illegible] ہے۔ [illegible] کرتے ہیں۔

قرآن مقدس میں ارشاد ہے "اور اللہ کا عہد پورا کرو۔ اور جب آپس میں عہد کرو۔ قسموں کو توڑو پختہ کرنے کے بعد۔ اور تم اللہ کو ضامن بنا چکے ہو۔ اور جو تم کرتے ہو۔ (النحل ۹۱)۔

"وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا" (بنی اسرائیل ۳۴) "عہد کو پورا کرو بے شک عہد کی پرسش ہوگی" یہ عہد چاہے اللہ سے ہو یا بندوں سے ہو۔ ہر صورت میں اس کی پابندی ہوگی۔ انہیں پورا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

⑨ مساوات

مساوات کے معنی برابری کے ہیں۔

اسلام میں اس کا مطلب ہے کہ سب کے ساتھ بلا تفریق رنگ و نسل ایک جیسا سلوک کیا جائے۔ سب کو زندگی گذارنے کے یکساں مواقع حاصل ہوں۔ روزی کمانے کے، ایک جیسے حقوق سب اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے یکساں مواقع ہوں۔

سورۃ الحجرات میں خدا کا ارشاد ہے

لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے

انسانوں کے درمیان جس قدر معاشی نابرابری آج دیکھنے میں آرہی ہے، اسلام کے نقطۂ نظر سے درست نہیں ہوسکتی ہے۔ حکومت ہے کیونکہ اس نابرابری کے نتیجہ میں امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتا جارہا ہے۔ البتہ کثرتوں کے درمیان اس حد تک معاشی تفاوت موجود ہو جس سے امیر امیر تر اور غریب، غریب تر نہ ہوں اور نہ ثروت کی انفرادیت اجتماعیت اور اجتماعیت انفرادیت سے ہاتھ دھو بیٹھے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ ایک فطری ضرورت یا قدرتی فرق ہوتا ہے جو ہر زمانہ کے ہر خطۂ زمین کے تمام انسانوں پر منطبق ہوتا ہے۔

دنیا کو جب اسلام کی دعوت دی گئی تو انسانیت کو سب سے زیادہ شناسائی کون سی بات کا دعویٰ رکھنے والے دیوتاؤں کی نسل ہے اور اس دعوے کی تائید کرنے سے موجود تھے۔ کوئی اس زمرہ میں سبقت لے گیا کہ اس کی رگوں میں خاندانوں کے بجائے خون نہیں بلکہ نور دوڑتا ہے۔ کوئی اس کے قریب تر ہے۔ کوئی اس کے ہم نسل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ کوئی اس کا

یہ بات بھی کسی سے مخفی نہیں کہ اسلام نے عورت کو بحیثیت ایک صنف کے پوری تاریخ مردوں کے صنف کے مساوی قرار دیا ہے۔ اس نے صرف ایسی برتری کو روا رکھا ہے جس کی بنیاد ذمہ داری اور عبادت پر ہے جہاں بھی ذمہ داری اور عبادت یکساں ہو، وہاں دونوں کو مساوی مقام دیا گیا ہے۔ لہٰذا روحانی دینی اعتبار سے دونوں برابر ہیں۔

سورۃ نساء میں ارشاد ہے۔

"جو نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے ہی لوگ جنت میں جائیں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہوگی۔"

اس طرح حق ملکیت اور مالی تصرفات کا مجاز ہونے کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں۔ جائیداد میں عورت کو مرد سے آدھا حصہ اس لئے ملتا ہے کہ اس پر خاندان کی کفالت کی ذمہ داری نہیں ہوتی۔ اس طرح شادی کے معاملے میں عورت مرد کے حقوق برابر ہیں۔ اس کی پسند ناپسند کو اہمیت حاصل ہے۔

سیاسی طور پر اسلام میں ہر بالغ شخص کو اپنی رائے استعمال کرنے کا مساوی حق حاصل ہے۔ سماجی طور پر بھی اسلام ہر فرد کے ساتھ یکساں سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ہر فرد کو روزی کمانے، زندگی گزارنے کے یکساں مواقع فراہم کرتا ہے۔

اسلامی قانون میں بھی کسی شخص کے لئے کوئی امتیازی درجہ نہیں ہے خواہ کوئی امیر ہو یا غریب، حاکم ہو یا ذلیل، قانون کی نگاہ میں سب یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔

غرض یہ کہ اسلام زندگی کے ہر پہلو کو لیتا ہے اور ہر گوشہ پوری پوری مساوات قائم کرتا ہے کیونکہ مساوات اسے بہت عزیز ہے لہٰذا وہ اسے جامع اور ہمہ گیر دیکھنا چاہتا ہے۔

۵۔ اخوت

اخوت اور رحمت خدائی صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں ان صفات کی جلوہ گری دیکھنا چاہتا ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ صرف ان انسانوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے بندوں سے محبت

کرتے ہیں۔

اسلام سلامتی، امن اور بھلائی کا دین ہے۔ یہ اپنے فرزندان توحید کو باہمی اتحاد و اتفاق اور بھائی چارہ کی لڑی میں پرونے کا متمنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ نرمی اور ہمدردی کا سبق دیتا ہے۔ ہمیں کسی کو کسی ناگوار بات سے کوئی تکلیف پہنچے دوسرے حاجتمندوں کی حاجت پوری کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

"رحم کرنے والوں پر رحم کیا جاتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔"

رحم کا جذبہ صرف انسانوں کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ ہر ذی روح جانور بھی اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اسلام انسانوں کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ وہ ہر موقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

ایک دفعہ ایک ناشکرہ عورت نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالے ہوئے ہے اور قریب مرگ ہے۔ اس عورت نے اپنا موزہ نکالا اور اسے اپنی اوڑھنی میں باندھ کر کنویں میں ڈالا اور پانی نکال کر اس کتے کو پلایا۔

حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعہ سننے کے بعد فرمایا۔ اللہ نے عورت کی اس ادا پر ہی اس کی بخشش کر دی اور فرمایا:

"جو ذی روح کے ساتھ رحم کرے اس پر رحم کو ثواب ملے گا۔"

دین فطرت میں منسلک ہونے کی بنا پر ایک مسلمان اپنے ہر مذہب سے خصوصی محبت رحمت حاصل کرنے کا حق دار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس صفت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"وہ آپس میں رحمت و شفقت رکھتے ہیں۔"

جب ابتدائے اسلام میں مدینہ کی فضا سے کدورت و عداوت کی جانب مسلمانوں کے جذبات کا رخ تبدیل ہوا تو آنحضور نے ہر قبائل و مذاہب کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے ان کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری اسلامی ریاست پر عائد ہوتی تھی۔ اس معاہدہ کی اساس تمام ہونی اور کیسے انسانی نے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی بنیاد پر رکھی تھی۔ اسے موسوم کیا جاتا ہے۔

اخوت کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان دوسرے بھائی کی جان و مال کا احترام کرے۔ جان کا تحفظ خاص ہے اور یہ ذات اللہ کسی شکل میں واپس لے سکتی ہے اور کسی شخص کو نہیں دیا گیا کسی کا سلسلہ حیات منقطع کرنے کا حق نہیں۔ انسانی جان کا احترام اس حد تک ہے کہ اگر کوئی شخص قاتل کے قصاص کے لئے تیار نہ ہو تو قاتل کو شدید ترین سزا دی جائے۔ یہ سزا تو صرف اس فانی دنیا میں ہے اصل سزا تو اللہ نے آخرت کے لئے رکھ چھوڑی ہے وہ دوزخ ہے۔ ہر شخص کو اپنی زندگی عزیز ہوتی ہے لہٰذا مسلم کی تعلیم یہ ہے کہ دوسرے کی جان عزیز تر نہیں تو کم از کم اپنی جان جتنی تو محترم سمجھی جائے اگر ایسا ہو تو کسی درجہ کو کشت و خون کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

جان کے بعد انسان کی دوسری عزیز چیز اس کا مال و آبرو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے مال و آبرو کے تحفظ کا حق دیا ہے۔ جو شخص جان و مال کی حفاظت میں مارا جاتا ہے وہ شہید کا درجہ پاتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

"تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔" (سورۃ بقرہ)

ایک بھائی کے تحفظ کے لئے دوسرے پر فرض ہے کہ اس کی مدد کے لئے آگے بڑھے۔

ارشاد نبوی ہے:

"جو کوئی کسی مسلمان کو ایسے موقعے پر بے یار و مددگار چھوڑے گا جس میں اس کی عزت پر حرف آتا ہے اور اس کی آبرو جاتی ہے خدا اس کو بھی ایسی جگہ بے مدد چھوڑے گا جو کوئی کسی مسلمان کی ایسے موقع پر مدد کرے گا تو خدا بھی ایسے موقع پر مدد کرے گا۔"

اخوت کا تیسرا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان کی حاجت روائی اور اعانت کرے۔ حضور کریم نے فرمایا:

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کی مدد سے باز رہتا ہے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہوگا خدا اس کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہوگا جو کوئی کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے گا اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت سے نجات دے گا اور جو مسلمان کسی کی عیب پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی عیب پوشی کرے گا۔"

درحقیقت یہ تمام ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد کرنے کی غرض سے ہیں۔ جس طرح ایک جسم کے کسی حصہ کو درد یا تکلیف پہنچے تو سارا بدن بے چین ہو جاتا ہے۔ اسی طرح

عالم بالعموم اور مسلمان بالخصوص دوسروں کے زیاں یا مصیبت پر چیخ اٹھتے ہیں۔ دنیا میں مسلمان دربدر کی زندگی بسر کرنے کی خاطر باہمی تعلقات کو مضبوط رشتے میں منسلک کرنا پڑتا ہے۔ آپس کے اضطراب کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہم دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے سے جتنا اجتناب کرتے ہیں، جہاں تبھی لوگوں کے رویے نہایت گہرے ہوتے ہیں۔ دو دشمنوں کی وقت ایک دوسرے کے حلیف بن جاتے ہیں اور رفع کرنے کی اجتماعی دشمن کوشش کرتے ہیں اور یہی ہمارا نصب العین ہے۔

معاشی فوائد

باہمی محبت اور اخوت کا معاشرہ پر براہ راست ہوتا ہے۔ ایک مسلم معاشرے کے اندر اخوت اور اتحاد رکھنے والوں کو اس بات پر ابھارتی ہے کہ وہ استطاعت نہ رکھنے والوں کے لئے معاشی امداد کا ذریعہ بنیں اور عالم اسلام میں مختلف مسلمان ممالک کے درمیان جذبۂ اخوت اس بات پر اکسائے گا کہ وہ اپنے اپنے مخصوص وسائل کو باہم متحد کر کے عالم اسلام کی معاشی ترقی اور بہتری کا بندوبست کریں۔ اس وقت اگر عالم اسلام کو بہ حیثیت مجموعی دیکھا جائے تو اس میں نہ دولت کی کمی ہے نہ ذہانت اور صلاحیت کی نہ شجاعت کی مگر صحیح اسلامی اخوت نہ ہونے کے باعث وہ تاریکی میں بھٹک رہے ہیں بھٹک سکتے ہیں۔ ذرا تصور میں لائیے کہ گریبوں کی دولت، پاکستان کی ذہانت اور صلاحیت، ترکوں کی شجاعت سی طرح آپس میں مل جائیں جس طرح نظریہ اخوت اسلام کی روح سے ملنا چاہیئے تو پھر نتائج کس قدر خوشگوار ہوں گے۔ خوش قسمتی سے اکثر مسلمان ممالک جغرافیائی لحاظ سے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ اگر ان میں صحیح اسلامی اخوت پیدا ہو جائے اور یہ سچے جذبۂ اخوت کے ساتھ جدوجہد کریں تو انشاء اللہ ایک ایسا منصوبہ بند بلاک بنے گا جسے کسی دوسرے بلاک کے رحم و کرم کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔

باب ۱۴

قرآن کے اقتصادی اُصول = Economic Principles of Quran

قرآن مقدس رب العزت کی کتاب ہے۔ یہ رشد و ہدایت کا منبع اور قواعد و ضوابط کا مکمل مجموعہ ہے جس پر عمل کر کے انسان کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ اس میں عبادات، اخلاقیات اور اعمال صالحہ کا ذکر ملتا ہے۔ اس لیے جو کوئی اس پر پوری طرح عمل پیرا ہوتا ہے وہ نہ صرف اس کائنات فانی میں سرخرو اور کامیاب ہوتا ہے بلکہ اس کی آخرت اور ابدی زندگی بھی سنور جاتی ہے۔ ہر فرد کے آداب زندگی اور معاشرت کا بہترین سبق ملتا ہے۔ اگرچہ اس میں کسی ایک مقام پر اقتصادی اُصول نہیں پائے جاتے مگر بکھرے ہوئے ان کا ذکر ضرور ملتا ہے۔ ذیل میں ایسے چند اصول کی نشاندہی کی گئی ہے تاکہ لوگوں کے سامنے وہ نظریات صحیح صورت میں پیش کیے جا سکیں۔ اور جو غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں ان کے بارے میں نشاندہی کا بندوبست ہو سکے۔ نیز خود تجزیہ و تنقید کا عمل شروع ہو سکے۔ یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ اسلام کوئی واضح معاشی نظام نہیں رکھتا۔ ان کے شبہات کا جواب بھی میسر آ جائے گا۔

(۱) اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ۔ خداوند تعالیٰ ہی رزق دینے والا ہے بڑی قوت والا ہے۔

(۲) وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ زمین پر چلنے والی ہر مخلوق کی روزی کا ذمہ اللہ تعالیٰ پر ہے۔ انسان کا رزق وہی ہے جو اس کی مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔

(۳) اس کی شان بے نیازی یہ ہے کہ [illegible]

(۱۶) وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (المزمل)
اور کتنے لوگ ہیں جو زمین میں چل پھر کر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رزق تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

(۱۷) يٰاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا
خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۔ (البقرۃ) اے لوگو جو کچھ زمین میں
ہے اس میں سے حلال اور طیب کھاؤ۔ شیطان کی پیروی نہ کرو کیونکہ یہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا (المائدہ) پس خداوند تعالیٰ نے جو کچھ
تم کو رزق دیا ہے اس میں سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ۔

يٰاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
عَلِيْمٌ۔ اے پیغمبرو! تم پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو اللہ تعالیٰ اس کا جاننے والا ہے۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ اور وہ ان
کے لیے پاک چیزیں اور حلال کرتے ہیں اور ان پر خبیث چیزیں جیسے مردار اور خنزیر کی
تفسیر خازن و رشید رضا نے تفسیر المنار میں اس طرح کی ہے کہ جو شے غیر حق کے لی گئی ہو یعنی اس کے
حصول کے لیے ناجائز اور ناپسندیدہ ذریعہ استعمال کیا گیا ہو جیسے کہ منشیات، سود، رشوت خوری،
قمار بازی، جوا، سٹہ بازی، چور بازاری، غصب، فراڈ، خیانت، چوری اور غیر ضروری اور خبیث پیشے
اس طرح شراب کی آمدنی، قحبہ گری کی کمائی، لوٹ مار، ڈکیتی، رہزنی کے ذریعہ سے حاصل ہونے
والی آمدنی اور مال و دولت حرام و خبیث ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

قرآن مقدس نے دیگر جن حرام اشیاء کا ذکر کیا ہے ان میں مردار، خون، خنزیر یا ایسے جانور
کا گوشت جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو، جانور جو گلا گھٹنے سے، کسی بلند
جگہ سے گرنے والے، یا اوپر سے گر کر مرے ہوں، جانوروں کے سینگ سے مرے ہوئے
ان تقسموا بالازلام ذالکم فسق۔ (مائدہ) جوئے اور پانسے
کے ذریعہ کمایا ہوا مال۔ رزق حرام فسق ہے۔

انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل
الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون۔

یہ شراب اور یہ نشہ آور چیزیں، قمار بازی اور پانسے یہ سب ناپاک ہیں شیطانی کام ہیں
پس تم کو لازم ہے کہ ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ ان آیات سے یہ بات واضح ہے کہ رزق حلال

سورۂ ماعون میں ایک نئے مضمون کی جانب یوں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ:

"یقیناً وہی لوگ دینِ حق کی تکذیب کرنے والے ہیں جن کو رب تعالیٰ نے کشادہ رزق دیا ہے مگر ان کے ہاتھ یتیموں، ناداروں، معاشی اعتبار سے تنگ دست و کمزور لوگوں کی اعانت کے لیے دراز نہیں ہوتے اور وہ نمازیں پڑھتے ہیں اور اس وہم میں مبتلا ہیں کہ ان کی نمازیں قبول ہوں گی ان کا یہ محض گمان ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف انہی لوگوں کی عبادت قبول کرے گا جو دوسروں کی دستگیری کرتے ہیں۔

(۹) اسی طرح یتیم کا مال کھانے سے بھی منع فرمایا گیا ہے کہ جس کے مال میں بے جا خرچ نہ کرو۔ کیونکہ یہ گناہ ہے، بلکہ ان کے مال کی حفاظت کرو اور جب بالغ ہو جائیں یا بلوغت کو پہنچ جائیں تو ان کے حوالے کر دو۔

(۱۰) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (البقرہ ۴۳)

نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

اس آیت میں ایک اور جگہ فرمایا "نماز وقت سے ادا کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو جو نیکی اپنے لیے کرو گے اس کا ثواب اللہ کے پاس پاؤ گے۔

(۱۱) وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (البقرہ ۱۹۵)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو اور احسان کرو۔ رب تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

(۱۲) نیز اس سورۃ میں فرمایا "اے پیغمبر! لوگ پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں، تو ہدایت ہو کہ خیر سے جو بھی خرچ کرو تو ماں باپ، نا طے والوں، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں پر خرچ کرو اور اللہ اس کو جانتا ہے" اسی طرح مزید فرمایا "اور تجھ سے پوچھتے ہیں کتنا خرچ کریں تو کہہ جو بچ رہے اللہ اس طرح اپنے حکم تمہارے لیے بیان کرتا ہے، تاکہ تم دنیا اور آخرت پر غور کرو۔

(۱۳) مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (البقرہ ۲۴۵)

کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تاکہ اللہ اس کو دوگنا کر دے بہت کر دے گا۔ اللہ ہی روزی تنگ کرتا ہے اور کشادہ کرتا ہے اور اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

اسی سورۃ میں ارشاد ہوا "مسلمانو! جو ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرو جس دن خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی، نہ سفارش اور کافر ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ (البقرہ پ ۳ رکوع ۳۷)

(۱۱) جو لوگ اپنے مال رب کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ ان کو ایذا دیتے ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس اجر ہے اور ان کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اچھی بات کہنا اور مانگنے والوں کی باتوں سے درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو۔ اللہ تعالیٰ بے پروا اور بردبار ہے۔ تم لوگ اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ستا کر برباد نہ کرو۔ (البقرہ $\frac{2}{35}$)

(۱۲) ایمان والو! جو اچھی عمدہ حلال چیزیں تم کمائو ان میں سے خرچ کرو اور ان چیزوں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیں۔ اور خراب چیزیں دینے کا قصد بھی نہ کرو تم ان کو راہ میں خرچ کرتے ہو اگر تم کو کوئی ایسی چیز دے تو تم ہرگز آنکھ بند کر کے اور یہ جان کر کہ اللہ بے پروا اور خوبیوں والا ہے۔ شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے اور فحش کا حکم دیتا ہے اور اللہ اپنی بخشش اور مہربانی کا وعدہ کرتا ہے اور وہ کشائش والا ہے۔ (البقرہ پ ۳)

(۱۳) اور جو خدا کی راہ پر خرچ کرو۔ کوئی منت مانو اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے۔ بے انصافوں کا کوئی مددگار نہیں۔ اگر سب کے سامنے خیرات کرو تو بھی اچھا ہے اور چھپا کر فقیر کو دو تو اور بھی بہتر ہے۔ اور گناہوں کا کفارہ ہے اور خدا تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ اے پیغمبر! ان کو راہ پر لانا تمہارا ذمہ نہیں ہے۔ رب جس کو چاہتا ہے راہ پر لاتا ہے۔ اور تم جو خیرات کرو گے وہ اپنے لئے اور جو تم خرچ کرتے ہو رب کے لئے خرچ کرتے ہو اور جو تم خیرات کے طور پر خرچ کرو گے قیامت کے دن تمہارا حق پورا پورا ادا کیا جائے گا۔ خیرات ان محتاجوں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں روکے ہوئے ہیں۔ زمین میں چل پھر نہیں سکتے جن کا حال نہ جاننے والے ان کی ناواقفیت کی وجہ سے مالدار سمجھتے ہیں۔ تم ان کے چہروں سے پہچان سکتے ہو۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے اور جو خیرات کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے۔ (البقرہ پ ۳)

(۱۴) جو لوگ اپنے مال رات دن چھپا کر اور ظاہر خرچ کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور ان کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (البقرہ پ ۳)

(۹۲) لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون و ما تنفقوا من شیء فان اللہ بہ علیم ۱۲ عمران ۹۲/۱۵ ۔ جب تک ان چیزوں سے خرچ نہ کرو جن سے تمہیں پیار ہے نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے اور جو کچھ خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے ۔

(۹۳) جن کا ساتھی وہ تو بڑا برا ساتھی ہے ۔ اور ان کا یہ بڑا گروہ مدد تیرہ پائیں گے ۔ اور جو انہیں دیا ہے اس سے خرچ کرتے ۔ تو ان کے حال سے دقت ہے ۔ النساء ۹۳/۵

(۹۴) وما تنفقوا من شیء فی سبیل اللہ یوف الیکم و انتم لا تظلمون ۔ انفال ۹۴/۱۰ ۔ اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تم کو پورا ملے گا اور تمہارا حق نہیں مارا جائے گا ۔

کیونکہ تم نے ان کی خیرات کی قبول نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور نماز کے لیے نہیں آتے اور خرچ نہیں کرتے مگر ۔ توبہ ۹۴/۹

(۹۵) بعض ایسے ہیں جو زکوٰۃ کے بانٹنے میں تجھ پر آوازے کستے ہیں ۔ پھر اس میں سے ان کو ملے تو خوش ہیں نہ ملے تو بگڑ بیٹھتے ہیں ۔ خیرات ہی تو ان لوگوں کا حق ہے اور ان کا نہیں ۔ فقیر مسکین خیرات کے کام کے ہیں کا ہیں تو ایسے ہیں ۔ غلام ۔ قرضدار ۔ فی ۔ اور مسافر ۔ یہ مقرر کیا ہوا ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۔ توبہ ۹۵/۹

(۹۶) ان سے زکوٰۃ لے کر تو ان کو پاک صاف کرتا ہے ۔ توبہ ۹۶/۹

(۹۷) اور جو لوگ سونا چاندی جمع رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دکھ کی مار کی خبر سنا دو ۔ توبہ ۹۷/۹

(۹۸) اور جو لوگ مرتے ہیں اور بیوی چھوڑ جاتے ہیں تو ان بیویوں کو چاہیے کہ چار مہینے دس دن اپنے تئیں روکے رکھیں ۔ پھر جب عدت پوری کر چکیں تو اپنے حق میں دستور کے موافق جو کچھ کریں تم پر گناہ نہیں ۔ بقرہ ۹۸/۲

(۹۹) اور جو لوگ تم میں مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے حق میں دستور کے موافق ایک برس تک خرچ دینا وصیت کر جائیں ۔ بقرہ ۹۹/۲

(۱۰۰) اور جو لوگ اپنے مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کر کے احسان نہیں جتاتے اور نہ دکھ دیتے ہیں ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس ہے اور ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔ بقرہ ۱۰۰/۲

(۱۰۱) اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے ایذا ہو ۔ بقرہ ۱۰۱/۲

(۱۰۲) جو لوگ اپنے مال رات دن خیرات کرتے ہیں ان کا اجر ان کے پروردگار کے پاس ہے ۔ بقرہ ۱۰۲/۲

(۱۰۳) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان لپٹ کر بائولا کر دے ۔ بقرہ ۱۰۳/۲

(۱۰۴) اللہ سود کو مٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے ۔ بقرہ ۱۰۴/۲

(۱۰۵) جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ان کا اجر ان کے پروردگار کے پاس ہے ۔ بقرہ ۱۰۵/۲

(۱۰۶) اگر تمہارے قرضدار تنگ دست ہو تو اس کو کشائش تک مہلت دینا چاہیے ۔ اور اگر خیرات ہی کر دو تو تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم سمجھو ۔ بقرہ ۱۰۶/۲

کہتے ہو کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور جو کوئی بخیلی کرتا ہے اپنا نقصان کرتا ہے۔ (محمد ۳۸)

(36) اور تم دیکھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ زمین اور آسمان کا وارث وہی ہے (الحدید ۲۳/۱)

(37) بے شک جو مرد خیرات کرتے ہیں، جو عورتیں خیرات کرتی ہیں اور جو لوگ خدا تعالیٰ کو اچھا قرض دیتے ہیں تو ان کو دگنا ثواب ملیگا۔

(38) واللہ خیر الرازقین۔ اور اللہ تعالیٰ سب روزی دینے والوں سے بہتر روزی دینے والا ہے (الجمعہ ۱۱/۴)

(39) اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: مال اور اولاد دنیا کی زینت ہے۔

(40) اے پیغمبر! ان لوگوں کی دولت میرے صدقہ کے ذریعہ سے پاک کرو اور تزکیہ نفس کرو۔ (القرآن الحکیم)

(41) جو اپنے مال اللہ کی راہ میں اس لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ اس کی خوشنودی حاصل ہو اور اس سے ایمان کی جڑیں مضبوط ہوں۔

(42) اہل ایمان جھک کر زکوٰۃ دیتے ہیں اور یہ لوگ جو کہ [illegible] زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(43) وہ مشرکوں سے ہیں جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ (القرآن الحکیم)

(44) اور سودا کرتے وقت گواہ کر لو اور لکھنے والے اور گواہ کو نہ ایذا کرو تو تم گناہگار ہو گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اللہ رب تمہاری تعلیم کرتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ اور اگر تم سفر میں ہو اور تحریر کنندہ نہ ملے، تو ادھار کے بدلہ جو دستور ہے یا چیز کے بدلے جو وقت پر لیا جائے) بندگرو رکھ لو اگر ایک دوسرے پر اعتبار ہو جس کا اعتبار کیا گیا اسے چاہیئے کہ دوسرے کی امانت ادا کرے اور اپنے رب سے ڈرتا رہے مسلمانو اللہ تعالیٰ کا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو۔ (المجادلہ ۳/۲۸) (النساء ۵/۸)

ان آیات میں سودا بازی کے وقت تحریر، گواہ بنانا اور امانتوں کی اہمیت بیان کی گئی ہے تاکہ لین دین کے وقت پر کسی قسم کا فریب دہی نہ ہو سکے۔ تحریر سے فریقین کو تشفی ہو جاتی ہے۔

(45) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (آل عمران ۶/۱۳۰) مسلمانو! سود کو کئی روپے پر دوگنا اور چوگنا کر کے نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو۔

(۱) کھانے کی سب چیزیں بنی اسرائیل پر حلال تھیں۔ مگر جس کو اسرائیل (یعقوبؑ) نے خود اپنے اوپر تورات اترنے سے پہلے حرام کر لیا تھا۔ (اے پیغمبر) کہدو اگر تم سچے ہو تو تورات لے کر پڑھو سناؤ پھر جو کوئی اس پر جھوٹ باندھے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں۔ (آل عمران ۷)

(۲) پھر جو جھوٹ سے بیزار ہو جائے اور گناہ نہ کرنا چاہے تو رب بخشنے والا ہے۔ لوگ تم سے دریافت کرتے ہیں تم حلال کون کونسی چیزیں ہیں تو فرما دیجئے ستھری (پاکیزہ) کھانے کی چیزیں تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں جن کو تم نے ان جانوروں سے سکھائے ہیں جو خداوند تعالیٰ نے تمہیں سکھائے ہیں۔ وہ تمہارے لیے گرفتار کر رکھیں تو اس کو کھاؤ۔ اللہ کا نام اس پر لے لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ آج تم پر تمام ستھری چیزیں حلال ہو گئیں اور اہل کتاب کا کھانا بھی حلال ہے اور تمہارا کھانا ان پر حلال ہے (المائدہ ۵ ع ۱)

(۳) اے پیغمبر! ان سے پوچھو جو زینت اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالی ہے اور ستھری خوراک کی ستھری چیزیں ان کو کس نے حرام کیا؟ جو چیزیں دنیا کی زندگی میں مومنوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن تو خاص مومنین ہی کے لیے ہیں۔ ہم اس طرح جاننے والوں کے لیے کھول کر آیات بیان کرتے ہیں۔ اے پیغمبر کہدو کہ رب نے تو صرف بُرے کاموں کو حرام کیا ہے جو کھلے ہوئے یا چھپے ہوئے اور گناہ کو اور ناحق سختی کرنے کو اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے کو جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور رب پر ایسی بات لگانے کو جو تم نہیں جانتے (الاعراف ۴ ع ۴)

(۴) مسلمانو! جب تم میں سے کوئی مرنے لگے تو آپس کی گواہی وصیت کے وقت تم میں سے دو معتبر لوگ کر لینے چاہئیں۔ یا اگر تم سفر میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت آ لگے تو غیر قوم کے دو شخص بھی (المائدہ ۱۶)

چونکہ جائیداد میں سے ۱/۳ کی وصیت کی جا سکتی ہے اور جس کے حق میں وصیت کی جاتی ہے وہ عموماً رشتہ دار ہوتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے دو گواہوں کا حکم دیا۔ یہ درست ہے وارثوں یا رشتہ داروں کے حق میں وصیت کرنے سے منع فرمایا گیا ہے تاکہ وہ اقتصادی لحاظ سے دوسروں سے زیادہ کمزور نہ بن جائیں۔ اور آپس میں فساد کی جڑ نہ رہے۔

(۵) تو جو وصیت سے جب کوئی حق میں سے رہنے لگے تو پھر اس پر کچھ گناہ نہیں اس میں باپ اور بیٹے کے لیے جب تک وہ وصیت کرے یہ ایک حق ہے پرہیزگاروں پر پھر جو کوئی وصیت کو بدل ڈالے تو اس کا گناہ انہی لوگوں پر ہوگا جو بدلیں بے شک رب سننے والا جانتا ہے پھر جس کسی کو وصیت کرنے والے کی طرف سے کچھ طرفداری یا حق تلفی کا اندیشہ ہو اور وہ ان میں صلح کرا دے تو وصیت بدلنے کا کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اللہ

بخشنے والا ہے جو لوگ مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ ایک سال تک نہ نکلنے کی اور خرچ دینے کی وصیت کر جائیں اس پر گرفت نہیں اگر وہ نکل کھڑی ہوں تو وارثوں پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو وہ دستور کے موافق کام کریں اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ (البقرہ ع ۲۵)

(۵۱) لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ

اپنی اولاد کو روزی کے خوف سے قتل نہ کرو۔ روزی کا ذمہ رب تعالیٰ نے لیا ہے۔

(۵۲) قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا

دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے ثواب و صلوں کے مقابلہ میں بہت تھوڑا ہے۔ دنیا کی ساری دولت کو تیرہ سو برس تک تولیں تو ان کی تولا کر ایک دھاگہ برابر بھی ثواب نہیں ملتا

(۵۳) فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۔ (حدیث) یعنی تم

رکھنا وہ امانت کے تو دے پورے کرنیکی ہے۔

(۵۴) جو اپنے عہد و پیمان پورے کرتا ہے وہ بے شبہ متقی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی کو پسند کرتا ہے۔

(۵۵) فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۔ یعنی اپنی بات کرنا اور تقویٰ اور پرہیزگاروں کا کام ہے۔

(۵۶) اعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۔ عدل قائم کرو یہ بات پرہیزگاری سے رب تعالیٰ کے نزدیک کر دے گا۔

(۵۷) صاحب ایمان وہی ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں اسی سے پناہ مانگتے ہیں۔ اسی کو سجدہ کرتے ہیں محنت و مشقت کرتے ہیں وہی نجات پائیں گے۔

(۵۸) وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔ اللہ بغیر حساب کے روزی دیتا ہے جس

(۵۹) وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں روزی

کیا ہے۔

(۶۰) وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۔ اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے جو

تمہیں کون رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟

(۶۱) جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۔ ہم نے

تمہارے اور انسانوں کے لیے زمین پر معیشت کے سامان فراہم کیے ہیں اللہ کے بندوں میں کوئی روزی دینے

(۶۲) اور اس کی محبت پر اقربا، یتیموں، متبعوں، مسافروں، مانگنے والوں اور گردنیں چھڑانے میں

...دے ... زکوٰۃ دے ... جب عہد کریں تو پورا کرے اور صبر کرنے والے ہیں اور
تنگدستی میں اور لڑائی کے وقت ۔ (البقرہ)

(۵۵) هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۔ (البقرہ) اللہ ہی وہ عظیم ذات
ہے جس نے تمہارے لیے زمین میں وہ سب کچھ پیدا کیا جس سے تمہارا جائز تصور ہے

(۵۶) ربّ ہی نے زمین پر بوجھ ڈالا اور ان میں برکتیں پھونکیں اور اندازہ سے خوراک مقرر کی تاکہ
حاجت مندوں میں برابر تقسیم ہو۔

(۵۷) اللہ نے رزق کے سلسلے میں بعض کو بعض پر ترجیح دی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جس کو زیادہ
دولت دی ہے وہ اپنے دستر خوان کو بڑھا دیں تاکہ روزی سب میں برابر اور یکساں تقسیم ہو ورنہ خداوند تعالیٰ
کی نعمتوں سے منکر تصور ہوں گے ۔ (النحل)

(۵۸) هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۔ وہ اللہ ہے جس نے تمہارے
لیے زمین میں جو کچھ بھی ہے سب پیدا کیا۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کے مطابق زمین کی کوئی بھی شے کسی فرد یا خاندان کی
ملکیت و میراث نہیں وہ سب کے لیے برابر ہے۔ البتہ فرد اپنی محنت کے حق کو تسلیم کرتا ہے
ہے۔ اس سے زیادہ کو روک رکھنا قانون فطرت کے منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض حکومتیں بڑی جائیداد
کو زیر قبضہ لانا جائز سمجھتی ہیں۔

(۵۹) قرآن مجید میں رزق کی تقسیم کے سلسلے میں ارشاد ربانی ہے:
فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۔
پھر جب نماز ختم ہو جائے تو اللہ کی زمین پر پھیل جاؤ اور رزق تلاش کرو۔

(۶۰) اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا
عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ ۔ (العنکبوت) رزق کے حصول کی خاطر اللہ کی پرستش کرو اور اسی کے
لیے رزق کی تلاش کے لیے حقیقی معبود کی جانب رجوع کرو۔

(۶۱) وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۔ (المزمل) اور
کچھ اور لوگ رزق تلاش کرنے کے لیے زمین پر چلتے ہیں۔

(۶۲) وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ ۔ (الحجر) اور
رزق میں اس کی زیادتی اور بڑھوتری بتاتا ہے اور بڑھوتری بتاتا ہے۔

(۷۱) وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ
اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۔ اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو ہم ہی رزق دیتے
ہیں۔ بے شک ان کو قتل بہت ہی بڑا گناہ ہے۔

(۷۲) جن لوگوں نے دنیا میں فراغ عیشت پا سے کیے ہوں گے وہی بعد از موت تکلیف
محسوس کرنے کے سزاوار ہوں گے۔

(73) اللہ تعالیٰ نہیں ہرگز پسند نہیں کرتا جن کو وسیع رزق دیا گیا ہو اور جو بھی وہ بخل سے کام لیتے
ہیں اور بخیلی کو بہتر گردانتے ہیں۔ عنقریب اُن کے گلے میں بخل کے باعث طوق ڈالے جائیں گے دوزخ
جائے گا۔

(۷۴) جو کچھ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں پر خرچ کرتے ہوئے وہ پس نہ گا وہ کوئی زیادتی نہ ہوگی۔
(الانفال)

(۷۵) تم سے صدقات کے ذریعے دوسروں کی ضروریات کا خیال اس لیے کیا گیا ہے کہ تمہارا مال پاک ہو جائے
اور آخرت میں اس کا اجر مل سکے۔

(۷۶) جو مال نہ چھپایا اور نہ ضائع کیا مال اپنے میں کہ اس سے زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو
خباثت اور شر پیدا کیے ہوئے کیونکہ اس سے تمہارے مال پاکیزہ نہیں رہ سکتے انسان

(۷۷) اللہ ان لوگوں کو فضیلت دیتی ہے جو اپنے مال و دولت سے جہاد کرتے ہیں۔

(78) جو لوگ اپنی ذات کی نسبت دوسروں کی ضروریات کی تکمیل کو فضل سمجھتے ہیں اور اپنی طیب و خبیث
سے کریز کرتے ہیں ان کا یہ فعل پسندیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتے والے ہیں۔

(۷۹) وہی لوگ فلاح پاتے ہیں جو خود پر خرچ کرتے ہیں ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں اپنی خواہشات کو
کرتے، دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں (آمین)۔

(80) جو لوگ اپنے آپ پر بھی خرچ نہیں کرتے دوسروں کے لیے بھی کمی کرتے ہیں وہ اپنے نفس پر بوجھ
ڈالے ہوئے ہیں۔ بلکہ انسانی معاشرہ پر بھی بار گراں ہیں۔

(81) اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم اصحاب ہونے کے باوجود اس کے سامنے فقیر ہو (محمد)

(82) تمہارے مال میں اس حق دار لوگوں کا حق ہے جس طرح تمہارا اپنا حق خود تمہارے اوپر یا
یا نہ کریں تمہارا فرض ہے کہ سوال کرنے والے کا حق ان تک پہنچا دو (حدیث)

(83) قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً (ابراہیم)

ایسے لوگ اور جنہوں نے مال خرچ کیا اُن کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

(۳۸) اے ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو دنیاوی مال و جاہ اقتدار کے نشہ میں غرور و تکبر کرتے ہیں بخیل ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں اور اللہ کے احسانات کو چھپاتے ہیں کرتے۔

(۵۱) دوزخ کی آگ سے وہ لوگ محفوظ رہیں گے جن کو اللہ نے دنیا میں مال و متاع دیا اور انہوں نے دوسروں کو شریک کیا۔ اس سے ان کا مال پاک ہوگیا۔ اور وہ خود بھی عذاب سے بچ گئے (لیل)

(۵۲) جو کچھ بھی تم لوگوں کی بہبود پر صرف کرو گے وہ بطور ذخیرہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر رزق دینے والا ہے (سبا)۔

(۵۳) اے جو لوگ دولت و استطاعت کے باوجود اللہ کے لیے خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ وہ اپنی کمائی سے اپنے ان کنبہ کی حاجات پوری کرنے کے بعد باقی دوسروں پر صرف کر دیں گے ایسا نہ ہو کہ خود تنگ دستی کا شکار ہو جائیں۔ بسا اوقات سے زائد صرف نہ کرو میانہ روی اختیار کرو۔ (بنی اسرائیل)

(۵۴) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ (یوسف) اللہ نے مومنوں سے ان کی جان و مال جنت کے بدلے خرید لیا ہے مومنوں سے ان کا مال و جان اس کے بغیر نہیں خرید سکتا کہ ان کو جنت ملے گی۔ اس بات کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مومنوں کو جنت ملے گی۔

(۵۵) اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔ (التغابن)

(۵۶) اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگوں کو پیدا کر دے گا جو اللہ کے محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب رکھے گا وہ مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے۔

(۹۳) [illegible]

(۹۴) [illegible]

[illegible] ہے اس میں جو وہ کہیں ایمان لے آئے اور تم [illegible] خواہ مخواہ جبر سے نہیں کرسکتے۔ ساتھ ہی اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے [illegible] کا حق انسان کو کسی خاص صنف کے ساتھ مخصوص نہیں کیا ہے۔

(۹۵) [illegible] تمہارے کرتوتوں کو اپنے دل نہ دیا کرو۔ [illegible] اس میں [illegible] حوالے سے ممانعت کی گئی ہے۔

(۹۶) [illegible]

(۹۷) [illegible]

(۹۸) [illegible]

(۹۹) [illegible]

(۱۰۰) [illegible]

آپ کو دیں گے۔ اور اس میں کچھ کمی یا تنگی بھی ہو تو اجر تو اسی دار آخرت کا ہے۔ بشرطیکہ
کی بہتری صرف تقویٰ سے وابستہ ہے یعنی طلبِ معاش انسانی زندگی کا مقصد حقیقی نہیں بلکہ
اسے اعلیٰ مقصد کے حصول کا ذریعہ ہونا چاہیئے۔

(112) ایک موقع پر فتوحات سے مال غنیمت بکثرت آیا تو ازواج مطہراتؓ نے اپنے مصارف میں بھی
توسیع و اضافہ کی درخواست کی جس پر آیاتِ تخییر نازل ہوئیں کہ ازواج مطہراتؓ کو دنیا و دولت
کی خوشحالی کا اختیار دیا گیا یا دین و آخرت۔ ارشاد ہوا:۔

"اے نبیؐ! آپ اپنی بیویوں سے فرما دیں کہ تم اگر دنیا کی زندگی کی اور اس کی بہار چاہتی ہو تو
آؤ میں تمہیں مال و متاع دے کر خوبی سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ رسولؐ اور آخرت کے
گھر کو چاہتے ہو تو رب تعالیٰ نے تم میں سے ایسی نیک بیویوں کے لیے (آخرت کا) بڑا اجر
تیار کر رکھا ہے۔" (الاحزاب) ان آیات میں تخییر کی حکمت یہ بتائی گئی ہے کہ مال و دولت
زیادہ خواہش اخلاق حسنہ کو متاثر کر دیتی ہے۔

(113) اور نہ خیال کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس چیز پر جو اللہ نے ان کو دی ہے اپنے فضل سے
کہ یہ بہتر ہے ان کے حق میں بلکہ یہ بہت برا ہے ان کے حق میں۔ عنقریب طوق بنا کر ڈالا جائے گا ان
کے گلوں میں وہ مال جس میں انہوں نے بخل کیا تھا قیامت کے دن (آل عمران ۱۸۰)

(114) بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم لوگوں میں کسی بات کا فیصلہ کرنے لگو تو انصاف
سے کرو۔ (النساء 58)

(115) اور یہی ہے کہ خوشخبری دینے والی ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ گھنے
بادل کو تو ہم اس بادل کو ایک مردہ شہر کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر اس سے پانی
کے برسا دیتے ہیں۔ (اعراف 57)

(116) اور سورۃ حجر (21-23) میں یوں فرمایا "ہر ہر چیز کے خزانے ہمارے ہی پاس ہیں اور ہم
اتارتے ہیں اسے مگر ایک مقررہ اندازے کے ساتھ۔"

(117) وہی ہے جس نے تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا جس سے پیتے ہو تم اور اسی سے اگتے ہیں
درخت جن میں تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو۔ اسی سے اگاتا ہے وہ تمہارے لیے کھیتی اور زیتون اور
کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل۔ بے شک اس میں نشانی ہے غور کرنے والوں کے لیے۔
اور اس نے تمہارے لیے رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے اور ستارے بھی اسی کے
حکم سے مسخر ہیں۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے۔ اور جو کچھ اس نے
تمہارے لیے زمین میں پیدا کیا ہے رنگا رنگ کا۔ بے شک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے
جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

(۱۲۳) وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا۔ اور دن کو کمائی کرنے کے لیے بنایا۔ (۷۸ : ۱۱)

(۱۲۴) لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ۔ تحقیق ہم نے آدمی کو محنت میں بنایا۔ (۹۰ : ۴)

یعنی انسان کی زندگی دکھوں میں بسر ہوتی ہے۔

(۱۲۵) إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ بیشک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ (۹۴ : ۶)

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ۔ پھر جب تو فارغ ہوا تو محنت کر۔ (۹۴ : ۷)

وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ۔ اور اپنے رب کی طرف دل لگا۔ (۹۴ : ۸)

(5)

باب

نبی کریمؐ کی معاشی تعلیمات

(The Economic Teachings of Holy Prophet)

حدیث رسول اللہؐ کے قول، فعل اور تقریر کو کہا جاتا ہے۔ قول سے مراد آپ کا کلام، فعل سے مراد آپ کا صحابہ کے تقریر کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شے آپ کے سامنے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی اور آپ نے منع نہ فرمایا گویا آپ نے اپنے سکوت سے اس کام کے جواز یا اس بات کی صحت کو متعین کر دیا۔

حدیث، قرآن مجید کے مضامین کی یا تو تائید کرتی ہیں یا قرآن حکیم کے مجمل احکام کی وضاحت کرتی ہیں یا جو بات قرآن میں مذکور نہ ہو اُسے بیان کرتی ہیں۔ حدیث کے بغیر قرآن کریم کا درست فہم مشکل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریمؐ کو فرض منصب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ نے لوگوں کے سامنے اس کی وضاحت و تشریح کر دے۔ قرآن میں رسول کریمؐ کو معلم کتاب بتایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کوئی بھی معلم کتاب کی تعلیم دیتا ہے تو کتاب ہی کے متن کو نہیں پڑھاتا بلکہ کتاب کے مشکل اور اہم مضامین کی توضیح اپنی زبان یا عمل وغیرہ سے بھی کرتا ہے رسول کریمؐ نے بھی قرآن کی تشریح فرمائی ہے۔ اس لیے ثابت ہوا حدیث کے بغیر قرآن فہمی ممکن نہیں ہے۔

قرآن و حدیث تک ہر مسلمان کی پہنچ یقینی ہے۔ کیونکہ قرآن ہر مسلمان تک تواتر سے پہنچا ہے یعنی زمانے کے ہر دور میں لاکھوں لوگوں نے اسے حاصل کیا اور دوسروں کو پہنچایا اس سے بھی زیادہ یقینی طریقہ سے حدیث ہر مسلمان تک پہنچی ہے۔ محدثین نے حدیث کو محفوظ کرنے کے لیے انتھک محنت کی ہے۔ راویوں کی تمام جماعت کی تحقیق کی گئی اس طرح تاریخ، لغت اور رجال کی مدد سے حدیث کی صحت کو جانچا گیا۔ اس لیے حدیث کی صحت کے بارے میں ہمیں یقین حاصل ہے۔ یعنی وہ یقین جو دلائل سے حاصل

ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں "ظن" کا لفظ مذکورہ دونوں معنوں میں مستعمل ہے چنانچہ سورۃ بقرہ میں یہ کہا گیا ہے کہ "ان لوگوں پر حیرانی نہیں ہے جو یہ ظن رکھتے ہیں کہ ان کی ملاقات اللہ سے ہونے والی ہے" یہاں "ظن" کا لفظ "یقین" کے معنوں میں ہے کیوں کہ جس شخص کو رب تعالیٰ سے ملاقات کا شک ہوگا تو دوسرے سے ایمان ہی نہیں منافق ہوگا۔

یقین ظنی اور یقین استدلالی میں فرق یہ ہے کہ دلائل مذکورہ شک کی حتمی نہ تو واقعہ کے انداز ہوتا ہے اور نہ ہی ظن سے تبدیل کرتی ہے" اور جمع و بچار" یہ یقین ظنی کی مثال ہے۔ یقین استدلالی وہ یقین ہے جو دلائل سے حاصل ہو واقعہ کے بارے شک کی حتمی نہیں بلکہ ظن شبہ کر سکتی ہے۔ مگر ظن کے اس شبہ کو دور کیا جاتا ہے مثلاً زید کا ایک بیٹا خالد ہے۔ زید اپنے بیٹے خالد سے بھی زید کو اپنا باپ تسلیم کرتا ہے تو عدالت شرعی میں زید کی بات کو یقین سمجھا جائے گا۔ ظن شبہ کر سکتی ہے کہ خالد زید کا بیٹا نہ ہو سکتا ہے جب تک کوئی قوی قرینہ موجود نہ ہو تو اس شک کو دور کر دیا جائے گا اور اس پر عمل نہ ہوگا یقین استدلالی سے چوتھے درجہ تک ظن کا ہے۔ جس کی سب سے ایک چیز کے وجود یا عدم وجود کی یک سمت بہت ہی ہلکی ہوتی ہے۔ دنیا میں یقینیات بہت ہی کم ہیں۔ دنیا کی ہر دوسری زیادہ تر ظن غالب پر ہی چلتی ہے۔ مثلاً جج کو قطعی یقین نہیں ہو سکتا کہ اس کے فیصلہ میں فرق ہوگا اس کے باوجود وہ تجارت کرتا ہے۔ طالب علم کو یقین نہیں ہوتا کہ وہ ضرور ترقی کر جائے گا پھر بھی وہ پڑھتا ہے۔ زراعت اور دیگر تمام معاملات دنیا کا دارومدار ظن غالب پر ہی ہے۔

یہ تفصیل اس لیے بیان کی گئی ہے کہ منکرین حدیث یہ کہہ کر حدیث کا انکار کرتے ہیں کہ حدیث

ظنی ہے۔ کبھی یہ کہتے ہیں کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے کسی دوسری چیز کی ضرورت ہی نہیں۔ قرآن کا یہ قول یقینی ہے تو دلائل پیدا کرے وہ خود کیوں دنیا کو قرآن سمجھنے پر لگے ہوئے ہیں؟ یہ بہت بڑی سخت غلط فہمی کا شکار ہو چکے ہیں۔

اسلامی قانون سازی میں حدیث کو قرآن کے بعد دوسرا درجہ حاصل ہے حدیث کے بغیر قانون

مسائل کا حل بھی گمراہ کن ہوگا۔

"سنت" و "احادیث" محدثین کی اصطلاح میں آنحضورؐ کے قول کو ظاہر کرتا ہے لیکن کبھی ان الفاظ کو حدیث کا مترادف سمجھا جاتا ہے لہٰذا اخذ مسائل میں قرآن و سنت سے مراد قرآن و حدیث ہے۔

کوئی اس بات میں سنت نبوی کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں اقتصادی تعلیمات [illegible] کا ذکر کیا جائے تاکہ زندگی کا کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے جس کے بارے میں آنحضرتؐ نے راہنمائی اور درست ہدایات سے سرفراز نہ کیا ہو۔ کوئی جہت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں آپؐ نے تعلیم نہ دی ہو اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس سے آپؐ نے منع نہ فرمایا ہو گویا ایک سپاہی سے لے کر کمانڈر تک اور چرواہے سے لے کر فرمانروا تک آپؐ کے ارشادات سے بہترین اور دلپذیر رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

احادیث مبارکہ سے مثالیں:-

(۱) [illegible] عبادات میں سے ہے۔ دعا بھی عبادت ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا دعا عبادت کا مغز ہے۔ دعا ہی فریاد کا ذریعہ ہے۔ یہ انفرادی معاملوں میں کام آتی ہے۔ ہر وہ کام جو بندہ کی رضا کے لیے اور رسول کی تعلیم کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے کیا جائے عبادت کہلاتا ہے۔ عبادت کے زمرے میں آتا ہے۔

(۲) [illegible] ہوجاؤ۔ اور نیند کا نام نہ لو۔

(۳) [illegible] چیز ہے۔ (احمد)

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

(۶) [illegible]

کریں (بخاری)

۱۰۔ حضرت حذیفہؓ کے قول کے مطابق آپ نے نہیں سونے چاندی کے برتن لیتی لباس اور ریشمی پوشاک کے استعمال کی ممانعت فرمائی ہے۔ (بخاری شریف)

۱۱۔ حضورؐ نے فرمایا جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ نہ کی اس کے لیے دوزخ کی آگ زیادہ بہتر ہے (بخاری)

۱۲۔ حضرت جابرؓ کی روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: اذا قرن الخمر بخمر یعنی جب شراب کو شراب سے ملا دو تو دوسرے فریق کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔ (ابن ماجہ)

۱۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا ان صدقہ کرنے والوں کو اللہ نے فرمایا ہے کہ جس نے خیرات شبہ پیدا ہونا شروع کر دیا ہے تو ترک کے موقع پر انحضرت حضرت ابوبکرؓ کو سونا اور ریشم کیوں نہ دیا؟ اس کا مقصد توکل بہت بلند ہے۔ توکل اسباب سے بے پروا نہیں ہے بلکہ یقین رکھنا ہے کہ اسباب اس لیے رکھے ہوئے ہیں کہ رب العزت کی حکمت اور نہ کو اپنی ذات کی اس کے قبضہ قدرت میں ہے جملہ ابوبکر صدیقؓ نے توکل کی حقیقت اتنی درجہ کی تھی کہ سارا مال دینے کے بعد تن کپڑوں کے سوا کچھ نہ رکھا۔ کیونکہ لوگوں کا ان کے پاس بہت کچھ امانتیں تھیں جن کا ذمہ نہیں تھا۔

۱۴۔ اس حدیث کے مطابق قرآن پڑھنے والے کی مثال ایک ایسے پھل کی ہے جس کا ذائقہ اچھا ہو اور خوشبو بھی اچھی ہو۔ (بخاری)

۱۵۔ خیبر جب فتح ہوا تو آپ نے اس کی زمین کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ دو حصے فوج کے لیے اور ایک حصہ اپنے اہل و عیال کے لیے۔ (ابو داؤد)

۱۶۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جو شخص خدا سے ڈرتا ہو اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہو اس کو کوئی چیز فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ سے ڈرنے والے کی کوشش نہیں رہتے ہیں کہ لوگوں کی باتوں میں نہ آئے۔

۱۷۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اپنے مال کے متعلق رسول اللہ سے دریافت کیا کہ اس میں سے اپنے رشتوں کو کتنا دوں تاکہ وہ تمہارے بعد حساب نہ مانگیں۔ (بخاری)

(۱۶) مزدور کو اس کے کام سے بھی نہ روکو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عدل اور انصاف مراد نہیں کیا جا سکتا۔

(۱۷) یہودیوں کے بارے میں فرمایا کہ "اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ" یعنی وہ حرام چیزوں کے زیادہ کھانے والے ہیں۔ لہٰذا اس سے پرہیز ضروری ہے نیز دیانت کا حکم دیا اور خیانت سے بچنے

کی تاکید کی۔

(۱۸) حضرت ابوبکرہؓ کے آزاد کردہ غلام نے آپ سے فریاد کی "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْفَقْرِ

وَالْقِلَّۃِ وَالذِّلَّۃِ" اے اللہ میں فقر و فاقہ سے پناہ مانگتا ہوں اور ذلت سے بچنے کی دعا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے وہ کلمات کیوں نہ کہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنے ہیں کہ

(۱۹) [illegible]

(۲۰) [illegible]

(۲۱) [illegible]

(۲۲) [illegible]

(۲۳) [illegible]

(۲۴) [illegible]

(۳۰) مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اجرت ادا کی جائے۔ (بیہقی)

(۳۱) مالدار شخص کے سرمایہ میں دوسروں کا حق ہے جو ادا نہیں کرنے کا وہ مجرم ہوگا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

(۳۲) بہترین کمائی مزدور کی ہے بشرطیکہ وہ جسم کی تمام توانائیاں صرف کرتا ہے مزدور حق اور ایمانداری سے پیش آئے تو اس کا درجہ بہت بلند ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۳۳) وہ شخص جو عدالت نہیں کرسکتا اور جو شخص مال پر حکومت رکھتا ہو اور انصاف نہ کرے ان کے لئے بہتر ہے نہ فرمایا ثروت نالین (ان دونوں کو) ان کے ظلم اور خنزیر اس کے مذہب خراب ہونے میں گرفتار ہوں گے۔ (بخاری و ترمذی)

(۳۴) آپ نے فرمایا زکوٰۃ مال کا خزانہ ہے۔

(۳۵) حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے آپ نے فرمایا قرآن سے دلالت دلیل پکڑنے والے تین قسم کے ہیں ان میں سے تو قرآن پڑھتا ہے اور مالداروں پر فرض ہے کہ وہ حق قرآن کے مطابق تقسیم کریں اور جو بات پسند ہے اس پر اللہ سے ثواب چاہے۔

(۳۶) لا یؤمن من لا امنۃ لہ (مسند احمد) اس کا ایمان نہیں جو امانت دار نہیں۔

(۳۷) ما عال من اقتصد (مسند احمد) وہ فقیر نہیں ہوا جس نے میانہ روی اختیار کی۔ یعنی خرچ میں کفایت شعاری سے کام لیا۔

(۳۸) عودوا المریض وفکوا العانی واطعموا الجائع وافشوا السلام (بخاری) بیمار کی عیادت کرو، قیدی کو آزاد کرو، بھوکے کو کھانا دو اور سلام کو عام کرو۔

(۳۹) یختم الخلق خیاط من ھذہ الامۃ (مسند احمد) اس امت میں درزی کی خیاطت کا کام بہت ہوگا۔ اس حدیث میں درزی کی خیاطت کی مذمت نہیں بلکہ اس کی کثرت کی مذمت ہے یعنی درزی کا کام بہت ہوگا اور لوگ اس کام کی طرف بہت توجہ کریں گے اور اس کام کے زمانہ میں علماء روک کر اپنی دولت بڑھانے میں مشغول ہوں گے اور اس کام کی طرف توجہ نہیں کریں گے۔ یہ اپنی کمزوری کے لئے ہے ورنہ خیاطت کے پیشہ کی مذمت نہیں۔

(۴۰) ما من بنی آدم بنت حقہ الا ابنۃ ۔ وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اس پر فرمایا ہے۔

(۶۸) ۔۔۔ اے انسان تو اپنی خواہشات کے فتنہ سے تیرا پناہ مانگتا ہوں [illegible] قرض کے بار کو تو نے
اور خواہشات سے بچنے کی پناہ مانگتا ہوں۔

(۶۹) آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جب تم نے زکوٰۃ ادا کر دی تو تم پر جو حق تھا پورا کر دیا۔

(۷۰) تمہیں سے کسی کا ایسے شخص پر پیسہ جتنا دوا مانگتا ہے تو اس کو گناہ ہوتا ہے
کہ اس وقت اس لوگوں کو دیکھے جو اس سے بیزار ہوں اور کہے کہ انتقال کا تیار کرے
کی توفیق ہو گی۔

(۷۱) آدمی سے دریافت کیا جائے گا کہ اپنے مال کو کن ذرائع سے حاصل کیا اور کس راہ میں صرف
کیا۔

(۷۲) آنحضرت نے ایک عورت کو جو ابھی پیدا ہوئے تھے بھوک میں مرنے والے کی
خبر دینے سے منع فرمایا ہے۔

(۷۳) [illegible]

(۷۴) [illegible]

(۷۵) [illegible]

(۷۶) [illegible]

(۷۷) [illegible]

(۵۵) وہ اشرفی جسے اللہ کی راہ پر خرچ کیا اور وہ اشرفی جو غلام آزاد کرانے میں اور وہ جو مسکین پر صدقہ کی اور وہ جو اپنی زوجہ پر خرچ کی تو ان تمام اشرفیوں میں ثواب اور اجر کے حساب سے بڑی وہ ہے جسے اپنی بیوی پر خرچ کیا۔ (احمد، مسلم)۔

(۵۶) سونے چاندی کے برتنوں میں نہ پیا کرو اور نہ ان کے بادیوں میں کھانا کرو۔ (صحیحین)

جو چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ دوزخ کی آگ میں اس کے پیٹ میں گھونٹتا ہے۔ (بخاری)

(۵۷) عتبہ بن عامر کے قول کے مصدق رسالت مآب نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے کی بیع میں اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کے ہاتھ وہی چیز فروخت کرے جس کو کوئی خریدا ہوا اور اس تک صریحاً بیان نہ کیا جائے۔ (ابن ماجہ)

(۵۸) جس بندہ کا ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے جو خرید و فروخت یا قرض کی ادائی پر دوسروں پر آسانی کا خیال رکھتے ہیں۔ (ابن ماجہ)۔

(۵۹) [illegible] اللہ جب ان میں سے کسی نعمت کو سلب کرتا ہے۔ [illegible] اللہ ان کو [illegible] کہ اپنی امت کے نشانات واپس نہ لیں۔

(۶۰) [illegible] حاکم فقیر اغنیاء سے [illegible] زمین [illegible] پیدا کرتا ہے [illegible] خود اپنی ذات کے [illegible] نہ [illegible] [illegible] نہ [illegible] [illegible] نہ [illegible]

اس کو ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں :-

جو شخص کوئی گھر یا جائیداد فروخت کرے اور پھر اُسے اس جیسی چیز یعنی گھر یا جائیداد کے خریدنے میں خرچ کرے تو وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کے مال میں برکت نازل ہو۔ ابن آدم اشرفی نے الفاظ میں اس حدیث کا ذکر کیوں کیا ہے۔

نہیں برکت دی جاتی زمین اور گھر کی قیمت میں مگر یہ کہ جب اس قیمت کو زمین یا گھر میں لگا دیا جائے۔ گویا ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک جائیداد کو فروخت کر کے اس کے بدلے دوسری جائیداد خریدنی چاہئے۔ نہ کہ اس رقم کو نیاشی اور فضول خرچیوں میں خرچ کر دیا جائے جیسا کہ اسراف کرتے ہیں۔

(۱۰) کوئی شخص روزانہ کماتا ہو اور وہ صدقہ کرتا ہو تو ایسا صدقہ قبول نہیں ہوتا ورنہ ایسے شخص کو چاہئے کہ خرچ کرنے میں برکت ہوتی ہے اور اگر ایسے شخص کو قرض میں چھوڑ کر مرے تو وہ اس کے حق میں وبال ہو جاتا ہے جو شخص اپنے بھائی کو برائی سے نہیں روکتا ہے بھلائی سے برائی واپس جاتا ہے۔

(۱۱) کوئی چیز کو خرید کر کے نفع لے کر بیچنا جس کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک دوسرے کو بیچنا کہ یہ آپس کی دشمنی اور کینہ کو لازم کرتا ہے

(۱۲) قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک مال کی اتنی زیادتی نہ ہو جائے کہ مال والا آدمی گھبرا جائے گا کہ اس کا صدقہ کون سے لوگوں کو دیا جائے جو اس کو قبول کر لیں۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے۔

"صدقہ کرو کیونکہ ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی اپنا صدقہ لے کر پھرے گا اور کوئی نہ ملے گا جو اس کو قبول کرے"

(۱۳) حضور اکرم فرماتے ہیں کہ میں نے جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ صدقہ دینے سے دس گنا اور قرض دینے سے اٹھارہ گنا۔ آپ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ صدقہ سے قرض دینا کیوں افضل ہے۔ جبرئیل نے جواب دیا کہ صدقہ کرنے والا کبھی کبھی صدقہ کرتا ہے اور قرض لینے والا ضرورت کے وقت ہی قرض مانگتا ہے۔

(۱۴) رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کی حاجت پوری کرتا ہے تو وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص ساری عمر نفلی روزے رکھتا ہے اور نفلی نماز پڑھتا ہے۔

(۱۵) دولت مند لوگوں کو زکوٰۃ دینی چاہئے۔ زکوٰۃ کی اس حدیث کا تعلق نہیں ہے

کثرت میرا ان سے زیادہ قریب ہیں جو بغیر کسی ترتیب کے ملتے ہیں
تقیم کریں البتہ جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ان پر حق کی جا سکتی ہے جس کا ان کو حضرت
بکر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خلاف اعلان جنگ کیا تھا۔

(۱۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا "جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس سے نفس و
بیزار ہوتا ہے۔ (ترمذی)

(۱۶) "جو قوم کے لیے کوئی خاص آزمائش ہوتی ہے وہ میری امت کی خاص آزمائش ہے۔ (ترمذی)

(۱۷) "جو کبھی بڑے بڑے جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں وہ ان برائیوں کو اس سے زیادہ تباہ
نہیں کرتے جتنا کہ زکوٰۃ کے نہ دینے کا مال اور جائیداد کی حد تک تباہ کرتی ہے۔ (ترمذی)

(۱۸) حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں آپ نے فرمایا "جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے اس سے شر
جاتا ہے جو اس کی زکوٰۃ کو سونے سے بنے ہوئے سانپ کی شکل میں اس کے گلے میں ڈالتا ہے
جو اس کی دونوں باچھوں کو کاٹتا ہے اور کہتا ہے میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔

(مسلم)

(۱۹) "جو شخص دنیا کی خوبیوں سے محروم رہے گا وہ اپنی آخرت کا نقصان کرے گا اس کا نقصان
اس بے زبان کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی جاتی۔ (ابن ماجہ)

(۲۰) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا "تم نے میرے ساتھ یہ بات سنی کہ وہ
میرے لیے تمہاری دولت کو سونے سے بنے ہوئے سانپوں کے گلے میں میرے پروردگار میں اپنے لیے
نہیں مانگتا بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ رب ہو گے آپ کو دیدو کردوں اور آپ کے ساتھ کرے رہو
زکوٰۃ کرو اور جب آپ کی طرف سے وفد آئے تو آپ کی تعظیم و تکریم کرو۔ (ترمذی شریف)

(6)
باب
صحابہ کرامؓ اور اکابرینِ دین کے اقوال

اصحابِ نبی ﷺ نے رسول کریمؐ کی رفاقت میں زندگی بسر کی تھی وہ آپ کی ہر ادا اور ہر فعل سے بخوبی واقف تھے۔ انہوں نے بھی اپنی زندگی کا بیشتر حصہ آپ ہی کی اقتدا اور رفاقت کے سایہ میں گزارا تھا اور آپ کے بعد بھی اس کی پوری طرح پابندی کرتے رہے اس لیے ان کے اقوال بابرکات کا تذکرہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے یوں کہ اشاعت اسلام اور تبلیغ دین میں ان کے رول (Role) کو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ان کے اقتصادی اقوال ان کے افکار کا شاندار عکس پیش کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ معاشی مباحث میں بھی ان کی باتیں خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ اس باب میں چند دوسرے بزرگوں کے اقوال بھی بیان کر دیئے گئے ہیں تاکہ پوری وضاحت ہو جائے۔

اسلامی نظامِ معیشت ایک جداگانہ اور ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔ اس کی اپنی ایک خوبی ہے جس پر کاربند رہ کر فرد اور افراد اپنی زندگی کے پیچیدہ اور دقیق تر مسائل کو سلجھا سکتے ہیں۔ جہاں کہیں کوئی دشواری پیش آئے ان اصول و فرامین سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ذیل میں چند اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سلسلہ سند سے حضرت عمر بن رزق کا یہ ارشاد گرامی ہے جو بات بے ضرورت ہو اس پر ثواب ہوتا تو دوست فرشتوں کو اس کی حاجت نہ رہتی کہ اس کے لکھنے پر مامور ہوتے۔ حضرت عمرؓ کی خواہش یہ تھی کہ لوگ بے فائدہ باتوں سے زبان بند رکھیں۔

(۲) سعید بن منصور کے سلسلہ سند سے حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دولت پر اس قدر پیشہ ور کی دوسروں کے لیے روزی فراہم کرنا فرض قرار دیا ہے کہ جب تک مالدار لوگ اپنی دولت کے ذریعہ سے ان کی روزی فراہم کرتے رہیں گے اور پریشان حال نہ ہوں گے تو ان کی دولت کی زیادتی ہوگی اور اس کے لیے اہل دولت سے سوال کیا جائے گا۔

(۳) حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا زکوٰۃ کے علاوہ بھی دولت مندوں کے ذمہ فقیروں کے حقوق ہیں

نے قرار فرمائے ہیں۔ اور جو شخص ان کا حق پورا نہیں کرتا گنہگار ہے۔

(۶) حضرت ثمامہ بن نشہ عدلیہ نے حضرت حسن بن علی اور عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا کہ رسول صلعم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے بھائی مسلمان کی بھوک پیاس اور ننگے پن کو دور کرے اور اس کے قرض کو ادا کرے تو اس صاحب دولت پر تیرا حق واجب ہوگیا

(۵) مشہور ہے کہ جو شخص اپنے مال سے زکوٰۃ نہ نکالے اس کے مال میں زکوٰۃ کے روپیہ کی برکت نہیں ہوتی۔

(۱۰) اگر کسی عورت کا شوہر تنگ دست ہو اور وہ عورت اس سے ناراض ہو کر اس کو طلاق دے تو اس پر زنا کی حد جاری نہیں کی جائے گی البتہ اس شخص نے جو اس سے نکاح کیا ہے اس کو کوئی قبادل گزارہ کے لیے عطا کرے تاکہ وہ اس کے ساتھ بھی رہ سکے اور اس کے بعد اس کو تین حیض آنے تک عدت میں بیٹھنا واجب ہے۔

(۱۱) اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا ہو تو اس شخص کو اپنی بیوی سے کسی حالت میں بھی صحبت نہ کرنی چاہیئے اس پر کفارہ ظہار واجب ہوتا ہے۔

(۱۲) جو شخص کسی کو طلاق دیدے اور رجعی طلاق کی عدت کے اندر اندر رجوع کرلے تو اس کو اختیار ہے۔

(۱۳) جو شخص کسی کو طلاق دیدے اور اس کے بعد اس کو رجوع کرنے کا حق نہ ہو تو اس کو اختیار ہے کہ اس عورت سے نکاح کرلے۔

(۱۴) جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کو طلاق دیدے اور اس عورت کو حیض آتا ہو تو اس کو تین حیض آنے تک عدت میں بیٹھنا واجب ہے۔

(۱۵) جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کو طلاق دیدے اور اس عورت کو حیض نہ آتا ہو تو اس کو تین مہینے عدت میں بیٹھنا واجب ہے۔

(۱۶) جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کو طلاق دیدے اور اس عورت کو حیض آنا بند ہو گیا ہو تو اس کو تین مہینے عدت میں بیٹھنا واجب ہے۔

(۱۷) جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کو طلاق دیدے اور اس عورت کو حیض آنا بند ہو گیا ہو تو اس کو تین مہینے عدت میں بیٹھنا واجب ہے۔

(۱۸) جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کو طلاق دیدے اور اس عورت کو حیض آنا بند ہو گیا ہو تو اس کو تین مہینے عدت میں بیٹھنا واجب ہے۔

(۱۹) جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کو طلاق دیدے اور اس عورت کو حیض آنا بند ہو گیا ہو تو اس کو تین مہینے عدت میں بیٹھنا واجب ہے۔

۵۱۔ نیکی کرو اجر ان درخت کا کہ اس کا نفع تیری طرف واپس آئے۔

(۱۵) علم دین کی پرورش کے لیے ہے مذکور دنیا کمانے کے لیے۔

(۱۰) اس [illegible] ہوئے کہ جس کو سوائے دنیا دستاویز بنانے کے اور کچھ نہ آتا ہو

[illegible] ایک دن نے بیڑا ہو جانے گا۔

(۵) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ اگر آپ کو اپنے نفس کو دھوکہ

جانا تو دنیا میں ترقی نہ ہو سکتی تھی۔ جو شخص کہ اپنے مذہب کو اس پر نہ ڈھونڈ لیں کہ

والے مجھ میں کیوں کر آپ کو اپنا نہ رکھنے کی وجہ سے نفس کو اپنا نہیں سمجھتا کرتا۔

(۱۵) [illegible] جن چیزوں کو [illegible] ان سے پرہیز کرنے میں کوئی فضیلت نہیں

(۱۰) حضرت شیخ [illegible] فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ [illegible] آخر یہ دوست ہو کر ہمیشہ باشد۔ وفا نہ تجھ سے حق بدن کرا از عبادت دنیا کہ بلا سے نہ دوست

کنند زیرا جواب چہ تو سب است ہرگز ترک عبادت نکنند۔ دگر بہ نہ کرا ترک عبادت در

گذاشتن زین دعوی چہ گناہ حاصل می شود ہرگز گنہ از ہر کہ اب او خراب شود۔ ہرگز نہ

دارد کہ ہر سال زن زین بزار من عدس می تولد کرد۔ اگر بہ تجربہ باید زن نو عدس حاصل کند

وسبب آں عدس از حق دور افتد۔ [illegible] آں از دست باز خواہد شد کہ دانست آں

جامی ص ۵۵۶

آخر یہ فرماتے ہیں کہ [illegible] ترک عبادت زین عدد ترک دنیا و زہد نہ نہ چیزے بہت

شیطان چیزے دیگر است۔

(۱۵) مطلب یہ ہے کہ [illegible] حضرت [illegible] فرمایا کرتے تھے کہ میں کوشش کرتا ہوں

کہ آدمی عبادت [illegible] یعنی دنیا سے کسی درجہ میں ہو اور آخرت کے لئے ہو۔

(۱۰) قریب ہے کہ [illegible] فرق جاتے۔ [illegible] دنیا دار ہی دونوں جہاں کی رسوائی ہے۔

(۱۵) لا تکتب بھوا السیئۃ فی [illegible] فی نفس اکتب الخراج۔ قاضی بایستد

پیش کہ [illegible] چیزے نویسند۔

(۱۵) مکان من شیء [illegible] وحساب بن [illegible]

[illegible] کوشش چیزے [illegible]

(۳۳۱) حضرت مجدد اپنی "کشف" میں فرماتے ہیں کہ جو بھی آپ جیسے بشر ہیں وہ آپ سے جلتے ہیں۔
اس لیے یہ ان کے مناسب ہے جس کے روزی مانند سے ذرہ بہتر ہیں تو انہیں اپنی مانند سمجھ
وار نہ چاہیئے کہ قدرتی آسمانات سے مساوی طور پر حصہ اندوز ہو سکیں۔

(۳۳۲) ابو محمد علی بن عثمان بن علی الجلابی المعروف داتا گنج بخش لاہوری اپنی بیمار کی کتاب "کشف المحجوب"
میں فرماتے ہیں جو شخص کہ تمہارے پر حسد کرے تو چھوٹ نہ رکھ جاتا ہے غریب مسکین اور
یتیم وغیرہ کی فرحدلی سے اور کرو کیوں کہ یہی بہترین توشہ آخرت ہے۔

(۳۳۳) امام غزالی اپنی کتاب احیاء العلوم میں فرماتے ہیں جو شخص معاش کی طلب میں راستی کی راہ سے
دور ہو جائے تو اسے دنیا و دین کا کامیابی نہ ملے گا اور جب تک طلب معاش میں آداب شرع
کا پابند نہ ہو گا اس کے حق میں دنیا وسیلہ آخرت کبھی نہ ہو گی۔

حضرت خواجہ فرماتے ہیں تمہیں جب رزق میں تفاوت نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ہی بار بار کہنا چاہیئے
خدا ہمیں رزق دے۔ تم جانتے ہو آسمان سے سونا چاندی نہیں گرتے۔

(۳۳۴) مجھے سفید کپڑوں میں دفن نہ کرنا۔ ان پر زیادہ حق ہے جو برہنہ ہیں اور حقارت سے دیکھتے ہیں۔

(۳۳۵) دل کی نگہداشت کرنا اور کھوٹ سے بچنا۔ دل ہی دین کا شکر ہے۔

(۳۳۶) کریم نہ ہو کہ حق نہ پہچانے والوں کا دار نہ رب کہو حقارت سے دیکھتے ہیں وہ بھی ایک ہی
دوسرے کا حق نہ پہچانے اور حقارت سے۔

(۳۳۷) اچھا دوست سے بہتر ہے کہ برے جانے کا رہنما نہ رہے۔

(۳۳۸) کوئی بھی چیز جو ہمیں اللہ سے دور کرتی ہے تو وہ ہمیں ہونی چاہیئے۔

(۳۳۹) حضرت خواجہ نے فرمایا جب خدا تعالیٰ مجھ پر کثرت سے [illegible]
نہ ہو۔ انہوں نے [illegible]

(۳۴۰) آپ نے فرمایا [illegible] کہ پانی [illegible]
[illegible]

باب ۱۰

مسلم مفکرین کے اقتصادی افکار

Economic Ideas of Muslim Thinkers

[illegible]

قرض خواہ کی رقم واپس کرے۔

۷۔ نظام الملک طوسی [illegible] ۱۰ سال کے لیے [illegible]

۶۔ کیکاؤس [illegible]

5۔ غزالی [illegible]

معاشی افکار

مصنوعی بن جاتے ہیں۔

طور پر ذلت آئی۔"

[illegible] خرچی بتائی ہے۔

(۱۰) [illegible] ہوتے اور [illegible] ہوتے ہیں [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

[illegible] کے [illegible] سے [illegible] ہو کر [illegible]
کھویا ہوا وقار بحال کریں اُمت رفتہ کو حاصل کریں اس لیے اُنہوں نے دلنشیں پیرائے میں فرمایا:

ب ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

نیل کے ساحل سے تا بہ خاکِ کاشغر

وہ قوم کی اخلاقی و روحانی بیماریوں سے خوب واقف تھے اور خوش نصیبی کے نسخہ پر فوراً عمل کرنے کے شیدائی تھے ان کے نزدیک ان کی یہ فوری و عملی شخصیت کی وحدت دو دو آتشہ ہیں۔ ان کے نزدیک سیاسی خیالات کی اہمیت کے حامل ہیں مگر اقتصادی اقتدار بھی اپنے اندر دنیا و دین میں حیثیت کا رنگ لیے ہوئے ہوتے ہیں۔ لہٰذا مقدم پر تنبیہ کی جاتی ہے کہ [illegible] اور [illegible] اس صورت میں پیش کیا جا سکتا ہے جب ان سے بتائے ہوئے [illegible] کی [illegible] ہو۔ [illegible] زندگی سنوار کریں اور ان کی روح کو ابدی سکون پہنچائیں

اسی لیے وہ زندہ قوموں کی تعمیر سے ساتھ ساتھ اپنے بزرگوں کی عظیم قربانیوں کو بھی نہ بھولنے کی تلقین کرتے ہیں کیونکہ یہ بھی کرنا پڑتا ہے۔ وہ ملت اسلامیہ کی بات اسی طرح [illegible] کرتا ہے۔

آپ اپنے اسلاف سے عقیدت [illegible] وہ اپنے [illegible] کرتے ہیں:۔

[illegible] کے تمام شکوک رفع و دفع ہو جائیں گے"

[illegible] بناتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

۵ ۔ ۔ ۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۵ [illegible]

[illegible]

وفرائض کے مستحق ہیں۔

[illegible]

[illegible]

اسی لیے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:۔

ف [illegible]

[illegible]

[illegible]

تو خوش آیا جیتا ہے۔ اقبال بھی یہی کہتے ہیں

۵ [illegible]

[illegible]

دوسرے تمام مذاہب کی تعلیمات میں افراد و قبیلے کے تقاضے پائے جاتے ہیں مگر
اسلام کا مطمح نظر ہر فرد کی روحانی اور ہمہ گیر نشوونما ہے۔ علامہ اقبال یوں کہتے ہیں

۵ [illegible]

[illegible]

[illegible] ہر کہ دانائے زمین کا فرماست

[illegible] منعموں کو مال و دولت کا بنایا ہے امیں

[illegible] بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں

[illegible] ہے یہ جذبہ کہ جس کی تشفی نہ ہو سکی۔ اس نے یہ نکتہ پیدا کیا کہ زمین کسی فرد یا قوم کی ملک نہیں بلکہ دنیا میں ہونے والی تمام نسلوں کی امانت ہے۔ اس کی ملکیت کا دعویٰ نہ تو کسی نے کیا اور نہ سلیمان خلیفہ کے زمانہ میں کیا جا سکا۔ اگر کسی وقت کسی ملک کے مدبر نے یہ اعلان بھی کر دیا ہو تو بیسویں صدی میں اسے جائز نہیں مانا جا سکتا۔ اس نکتہ سے پہلے ایک یہ بڑا نکتہ پیدا ہوا کہ زمین کی تحقیق کی اور بالآخر دنیا میں اسے مسترد کر دیا گیا۔ یہ نکتہ یہ ہے کہ زمین ملکیت کے قانون وراثت کی پوری چھان بین کی اور فیصلہ کیا کہ یہ زمین کے کسی دور میں ملکیت انسانی کی دلیل نہیں ہوتی۔ اس بنا پر تمام وہ تصورات جو اس بنیاد پر قائم کیے گئے تھے

ہر زمیں را ہست صاحب ملکیت — این فسانہ ہست در ہر ملت و دولت

زمیں از بہر زمیں تیمار نیست — تیر بہر آماج را معمار نیست

ڈاکٹر اقبال نے مقصد تک کہ کہ سارا نہیں تو ان کے زمانہ کر دیا جائے۔ اور اس کے لیے اگر [illegible] سے ٹکرانا پڑے تو ٹکرا جائے۔ چنانچہ اس نے [illegible] کہ ہر فرد کے پاس بنیادی ضرورت کے [illegible] ہو۔ اس سے [illegible] کہ زمین کے [illegible] چنانچہ اس نے [illegible] کہ [illegible] ایک بڑھتے ہوئے [illegible]

جو قوم اقبال کو سوشلسٹ ہونے کی تہمت تراشی کرتے ہیں ان کے ذہنوں پر کم از کم اس [illegible] کا چھاپ پڑتی ہے۔ یا انہوں نے ان کے تصورات کے درک میں زبردست ٹھوکر کھائی ہے یا انہوں نے جس [illegible] کو وہ سوشلسٹ ہونے کا ثبوت سمجھتے ہیں اقبال نے [illegible] کے طور پر پیش کیا ہے۔ بلکہ وہ تو اس کی تردید کرتے ہیں۔ [illegible] اس [illegible] ہوتے ہیں۔ اور [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

اسلام کے فلسفۂ حیات میں معاشی تعلیمات کا مقام

معاشی تعلیمات کا مقام

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دیئے ہیں۔

۱۔ [illegible]

۲۔ [illegible]

[illegible] ہے جو ستقبل کا مسئلہ ہے بھی ہو اور دوسری طرف معاشرے میں اخلاقی فضائل کی نشوونما بھی ہو سکے۔ قرآن پاک کے پیش نظر ایسا معاشرہ بنانا نہیں ہے جس میں کوئی انسان دوسرے انسان کے ساتھ خود نہیں نہ کرتا ہو اور نہ ہی کسی برائی اور زیادتی کو روکنے کے لئے مشین کے ذریعے ہوتا ہے کیونکہ اس طرح سے [illegible] اخلاقی فضائل کے نشوونما کا کوئی امکان نہیں رہتا۔ اسلام اس کے بجائے روحانی تربیت کے ذریعے [illegible] ایک دوسرے سے ہمدردی اور محبت کے جذبات سے [illegible] ساتھ غرض زندگی گزارنے کی تربیت دیتا ہے اور اس کی بنیاد [illegible] آپس کی محبت فروغ پائے۔ اس غرض کے لئے وہ [illegible] کے ذہن کو تعمیری تربیت کے ذریعے بہتر بنانے کی تدبیروں پر عمل کرتا ہے۔ پھر ہر انسان کی روحانی ترقی کے لئے وہ [illegible] سے اس کو پورا کرنے کے لئے وہ [illegible] حیثیت سے دیتا ہے۔ اجتماعی فلاح کے لئے ناگزیر ہے۔

۲۔ اس سکیم میں معاشی تقدیر کو اخلاقی اقدار سے الگ رکھنے کی بجائے دونوں کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کیا گیا ہے۔ [illegible] کے مسائل کو معاشی نقطہ نظر سے [illegible] اسے اس ہمہ گیر نظام حیات کے تناسب میں رکھ کر حل کیا گیا ہے جس کی علامت سورۃ فاتحہ خدا پرستانہ تصور کائنات اور فلسفہ خلق پر مشتمل ہے۔

۳۔ اس سکیم میں زمین کے معاشی وسائل و ذرائع کو نوع انسانی پر خدا کا فضل قرار دیا گیا ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ شخصی، گروہی یا قومی مفاد کی خاطر ان کو ضائع نہ کیا جائے نہ ان کی بجائے خدا کی زمین پر بھی فرد انسان کو زیادہ سے زیادہ ممکن حد تک کھلے مواقع دیئے جائیں۔

۴۔ اس سکیم میں فرد کو شخصی ملکیت کا حق دیا گیا ہے مگر یہ حق غیر محدود نہیں بلکہ فرد کی ملکیت پر دوسرے افراد معاشرے کے مفاد کی خاطر [illegible] عائد کرنے کے ساتھ ساتھ یہ سکیم ہر فرد کے مال میں اس کے قرابت مندوں، ہمسایوں، دوستوں، عزیزوں اور نسب نسلوں اور [illegible] پورے معاشرے کے حقوق قائم کرتی ہے ان حقوق میں سے [illegible] تنقید ہیں اور بعض کو [illegible] کرنے سے فرد کا ذہن و [illegible] تربیت کے ذریعے تیار کر دیا گیا ہے۔

۵۔ [illegible] زندگی کے معاشی [illegible] کی غرض سے اس سکیم کی رو سے یہ ہے کہ [illegible] آزاد [illegible] بعد [illegible] ذریعے چلائیں [illegible] یہ آزاد [illegible] ہے [illegible] معاشی [illegible] کے [illegible]

باب ۳

مُتفرق عائلی نظاموں کا جائزہ

اس باب میں ہم آٹھ ایسے نظاموں کا جائزہ لیں گے جو ہمارے ملک میں یا تو رائج ہیں یا کبھی رائج تھے۔ ان نظاموں کا تعلق ہندو، مسلمان، پارسی اور کرسچن برادری سے ہے۔ ان میں سے ہر نظام کے تحت جائیداد کی منتقلی کے قواعد مختلف ہیں۔ ان نظاموں کے مطالعے سے ہمیں اندازہ ہوگا کہ ہر برادری کے لوگ اپنی جائیداد کی منتقلی کے لیے کون سے طریقے اختیار کرتے ہیں۔ ان طریقوں کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما ہیں۔ ان کی وجہ سے کون سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے کیا کیا قانونی تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔ ان تدابیر کے نتائج کیا نکلے ہیں۔ ان کے بارے میں ہماری رائے کیا ہے۔ ان سوالوں پر ہم اس باب میں غور کریں گے۔

۱ ہندو مشترکہ خاندان

ہندو مشترکہ خاندان کی بنیاد اس خیال پر ہے کہ ہر مرد اپنے باپ، دادا اور پردادا کے ساتھ ایک مشترکہ خاندان کا رکن ہوتا ہے۔ اس خاندان کی جائیداد کو مشترکہ جائیداد کہتے ہیں۔ اس جائیداد میں ہر رکن کا حصہ اس کے پیدا ہوتے ہی اس کا ہو جاتا ہے۔ اس حصے کو وہ اپنی مرضی سے فروخت یا رہن نہیں رکھ سکتا۔ اس کا حصہ اس کے مرنے کے بعد اس کے بیٹوں، پوتوں اور پڑپوتوں کو ملتا ہے۔ اس کی بیٹی یا بیوی کو نہیں ملتا۔ اس کی بیوی کو صرف اس کی زندگی میں اس کے حصے پر گزارہ کرنے کا حق ہوتا ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا حق ختم ہو جاتا ہے۔

۲ پارسی جائیداد

پارسی جائیداد کے قوانین بھی ہندو قوانین کی طرح مذہبی بنیادوں پر مبنی ہیں۔ ان قوانین کے مطابق ہر پارسی مرد اپنی جائیداد کا مالک ہوتا ہے۔ وہ اپنی جائیداد کو اپنی مرضی سے فروخت یا رہن رکھ سکتا ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد اس کے بیٹوں، بیٹیوں، بیوی اور ماں باپ میں تقسیم ہوتی ہے۔ ان قوانین کے مطابق ہر پارسی مرد اپنی جائیداد کا مالک ہوتا ہے۔ وہ اپنی جائیداد کو اپنی مرضی سے فروخت یا رہن رکھ سکتا ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد اس کے بیٹوں، بیٹیوں، بیوی اور ماں باپ میں تقسیم ہوتی ہے۔

[illegible]

[illegible]

"[illegible]

[illegible]

[illegible]

سرمایہ داری

خوبیاں

شخصی ملکیت کے حق میں

۶۔ ریاست کی عدم مداخلت

۷۔ آجر اور مستاجر کے حقوق کا فرق

۸۔ قرار کا التوا

۱۰۔ فطرت کا اصل پیغام

۱۱۔ جانوروں کی بہترین عادتیں

۱۲۔ ذائع کا خوف

خلاصہ

(۳) بیروزگاری سے ہلاکت ہزاروں مزدور کارخانہ داروں کی چوکھٹوں پر ہلاکت کرنے لگے۔ جہاں سے شہروں کی جب آبادی کی کثرت شروع ہوا اجتماع کہ مقرر ہوتیں کیونکہ ہاں آبادی کی تعداد زیادہ ہوتی اور اس سے موقع ہوتے اس لیے ازحد تلاش پیدا ہوتی جس سے مزدوروں کے لیے روزگار کا بیٹ بند ہوئیں۔ اس سے کس طبقہ دستکار کو فوست ہے بالخصوص ہاتھ کے کاریگر ہیں۔ گویا اس سے ایک طبقہ کے رزق کو ضائع کرنے اور کئی طبقہ ہونے والے دستکاروں کا رزق تنگ ہوگیا۔

نیز مزدوروں کی پہنچ بھی آسان ہوگئی کیونکہ بہ نسبت دستکاروں کے مزدوروں کی ضرورتیں بہت کم ہوتی ہیں۔ زیادہ محنت و وقت صرف کرنے سے باوجود دستکار کا گذارہ نہ ہوتا۔

(۴) زیادہ مزدوروں کے ہونے کے باعث خواہش پیداوار اور قوت بازو سے بہت سے بڑھ کر ہوگئی۔ بلکہ ضرورتیں جن کی محنت میں مشغول رہتے تھے ان کی طرف توجہ نہ رہی۔ اور جس سے زیادہ ضرورتیں پیدا ہوتی تھیں ان کے واسطے بیدار ہوئے اور اب بہت سے کم ضرورتیں رہ گئیں جن کے واسطے مزدور کام کرتے ہیں۔ وہ بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس طرح اس کی محنت بیکار ہوگئی۔ اس طرح اس کی محنت کی قیمت بھی کم ہوگئی۔ اور اس کی پیداوار کی قیمت بھی کم ہوگئی۔ اس طرح اس کی محنت کی قیمت بھی کم ہوگئی۔ اور اس کی پیداوار کی قیمت بھی کم ہوگئی۔

اور ان کے دکھوں کا درمان کر سکے۔

(۵) مزدوروں کی تعداد زیادہ ہونے کے باعث ہوتے ہوئے مزدوروں کے لیے روزگار کے بند ہوجانے سے بہت سے مزدور بیکار ہوگئے۔ جن کی وجہ سے ان کی آمدنی بند ہوگئی۔ اور ان کی محنت کی قیمت بھی کم ہوگئی۔ اور ان کی پیداوار کی قیمت بھی کم ہوگئی۔

(۶) مزدوروں کی تعداد زیادہ ہونے کے باعث ہوتے ہوئے مزدوروں کے لیے روزگار کے بند ہوجانے سے بہت سے مزدور بیکار ہوگئے۔ جن کی وجہ سے ان کی آمدنی بند ہوگئی۔ اور ان کی محنت کی قیمت بھی کم ہوگئی۔ اور ان کی پیداوار کی قیمت بھی کم ہوگئی۔

[illegible]

[illegible] ہے۔ اس [illegible] ہے۔ اسباب [illegible]

[illegible] کرنے [illegible] ہیں۔ ریاست [illegible] ہے۔ [illegible]

[illegible] ہے۔ [illegible] ہے۔ [illegible] ہے۔

گزرنے کے باوجود وہ ہمیشہ ساحل پر غور کرتا رہتا۔ پابندی کا ربط [illegible] میں ایک بات قابل
غور ہے۔ اس کے مخالفین میں سے اکثر اس میں ایسے شوشے [illegible] کی عادت کا مذاق
مشہور ہے۔ ان مخالفین نے جب یہ دیکھا تو اس نے [illegible] میں ایک کلرک کی
کے لیے ضروری [illegible] کرنے کی [illegible] خراب [illegible]
کے قابل نہیں گیا اور اس نے [illegible] کیا۔ اس [illegible] اس کے [illegible]
ہو گیا۔ [illegible] میں [illegible] کے [illegible] کرنے کی ایک [illegible]
فون سے [illegible] ہوئی۔ [illegible] میں [illegible] کا [illegible] اس [illegible]
اپنے [illegible] اپنی [illegible] کتب [illegible] کیپیٹل [illegible]
میں [illegible] چھوڑ گیا۔

"زندگی میں جن [illegible] سے گزرنا پڑا ان کی وجہ سے [illegible]
خائف ہو گیا تھا۔ خدا اور مذہب سے [illegible] ہو گیا۔ [illegible]
کے [illegible] کے [illegible] [illegible] دیتا تو آج [illegible]
نہ ہوتی۔ [illegible]

یاد رہے [illegible] 3 [illegible] اور اس کا [illegible]
چار [illegible] گئے تھے مگر [illegible] کر دیا اور [illegible] کی [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] کی [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible]

ذاتی کاروبار کرنے کی عادت ہی نہیں ہوتی۔ پڑھے لکھے ہندو ساہوکاروں، دکانداروں، کارخانوں کے مالکوں کی تعداد بہت نہیں ہوتی۔

چونکہ زیادہ تر ہندوستانی یا تو حکومت یا ایک پیشہ کے زیر ملازمت ہوتے ہیں اس لئے وہ ان کے خلاف بات کرتے ہیں مگر منظم نہیں ہو رہا۔ کیونکہ تعداد میں جو نظر بندی کیا گیا تھا وہ بھی بہت کم ہے۔ اس لئے اب تعداد میں زیادہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جس کے لئے ضرورت ہے کہ ہندوستان میں رہنے والے ہندوستانیوں کی آمدنی بڑھے۔ اور اس کے لئے ضرورت ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی آواز دنیا کے لوگوں تک پہنچے۔ اور اس کے لئے ضرورت ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی آواز دنیا کے لوگوں تک پہنچے۔ اور اس کے لئے ضرورت ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی آواز دنیا کے لوگوں تک پہنچے۔

اشتراکیت کے فوائد

اشتراکیت کے فوائد کے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس

وسائل کو اپنے مخصوص مسائل کے مطابق استعمال کیا جاسکے۔ بے کار زمین بھی قومی پیداوار میں اضافہ کرنے کی خاطر مفید و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ حکومت کو اپنے محدود وسائل کو استعمال کرنے سے زیادہ سے زیادہ اضافہ کی خاطر جو منصوبہ بندی کرنے سے آگاہی ہوتی ہے۔ اور جدید ترین مطابق انہیں استعمال کیا جا سکتا ہے

(3) تمام وسائل دولت کو منصوبہ بندی کے ذریعے استعمال کرنے سے روزگار کے مواقع بھی زیادہ حاصل ہو سکتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ افراد کو کسی نہ کسی کام پر لگایا جا سکتا ہے۔ روزگار کی ایک کی جا سکتی ہے۔ اگرچہ جدید دور میں مکمل روزگار کا حاصل کرنا تو دشوار ہے تاہم بیشتر تربیت یافتہ افراد کی کھپت کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔

سرمایہ داری کے برعکس اشتراکیت میں بیروزگاری کم ہو سکتی ہے۔ اور اس طرح تربیت یافتہ افراد کی صلاحیت و اہلیت سے ملک و قوم کو فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔

چونکہ سرمایہ دارانہ نظام میں حکومت وقت کے ہاتھ میں اس لئے اس سے استفادہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

(4) زراعت، تجارت اور عبادت کے شعبوں سے حاصل ہونے والے فائدے کو بھی منصوبہ بندی انشورنس سکیم پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اپنی جو لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں، بیمار ہونے پڑ جانے تو اس طرح کے فنڈ سے ان کی کفالت کی جا سکتی ہے۔ ان کا روزگار بھی محفوظ کیا جا سکتا ہے وہ بھی اپنی روزی حاصل کر سکیں۔

(5) چونکہ تمام فوائد پیداوار حکومت کی ملکیت میں ہوتے ہیں اس لئے محنت پیدا نہیں ہوتی بلکہ لوگوں کی خدمات کے مطابق انہیں حصہ فراہم کیا جاتا ہے اور اس طرح محنت کا کم خرچ نہیں رکھا جاتا ہے۔ بروقت ہو سکتی ہیں۔ منصوبہ بندی میں زمین کا بھی کیونکہ زمین کا محرک اس میں مفقود ہوتا ہے۔ اس لئے لوگوں کی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ اور آئندہ دن کی پیشین گوئیوں سے کام لیا جاتا ہے۔ اس لئے پیداوار میں کمی بیشی نہیں ہوتی ہے۔

(6) بیشتر اقتصادی ترقیاں کو ملکوں کے بجائے ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔ ان کی تکمیل تیار کی جاتی ہیں جن سے سماج کی قوم کو فائدہ حاصل ہوتا ہو۔ منصوبوں اور غیر منصوبہ بندی کے کارکردگی کی جاتی ہے۔ بچت سماجی اقتصاد منصوبہ بندی کی خاص اہمیت ہوتی ہے۔

[illegible]

(۲) جو لوگ دنیا کے مسلمہ بین الاقوامی اخلاق اور قانون اصولوں کے مطابق اپنی ملکیت جائز ذرائع سے
انہیں کرتے ہیں ان کے تحفظ کی ذمہ داری تو ان اصولوں کی حفاظت و رزق ہوگی بلکہ انہیں کچلنے کی
قوت پر قوت پروسے ڈالنا پڑے گی۔ یہ ہماں بڑا مرکا فریب ہے اور اس کا جواز پیدا کرنا
ایک نیا بالکل خلاق مرتب کرنا پڑے گا جس کے رو سے یہ جائز افعال ہوں۔ یہ ہے جب
کہ اشتراکی نے خدا اور مذہب کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا اور
مسلمان ایسے ہیں جو اشتراکیوں کے مذہبی پہلو کو بھی قبول کر لیتے ہیں۔ نیز اخلاق کا نیا اور
لینن کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:۔

"ہم یہ اس اخلاق کو دنیا سے الگ کر کے کسی صورت میں نہیں ہو یا ایسے [illegible]
[illegible] ہمارے نزدیک یہ اخلاق [illegible]
[illegible] جو پرانے [illegible]
[illegible] کو قتل کرنے کے لیے [illegible]
[illegible] اخلاق [illegible]
[illegible] کرنے کے لیے [illegible]"

غرض یہ کہ [illegible] فریب، [illegible] ذریعہ [illegible]
[illegible] اور [illegible]
[illegible] ایمان، اخلاق، شرافت، دیانت، انسانیت سے [illegible] پڑے۔ یہ ہے مذہب کے
قتل سے کمتر جرم نہیں۔ مذہب کی سرکاری طور پر [illegible] کی جاتی اگرچہ [illegible]
کی [illegible] کی جاتی ہے تاہم سرکاری طور پر مذہب کا [illegible]

(۳) جب بھی خلق کے [illegible] پڑے ہیں، اور روسی [illegible]
کر دیا جاتا ہے [illegible]

اشتہا لیت

اور اسی لیے قعرِ مذلت میں گرفتار ہیں۔

[illegible] کے) پیمانے اور معیار سے ماورا ہے۔"

[illegible]

فاشزم اور نازی ازم

[illegible]

[illegible]

خاتمہ

(۱) تفاوت کا خاتمہ

ان کا خیال تھا کہ ایک پُر امن معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں کوئی تفاوت نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ تفاوت دولت کا بھی ہو سکتا ہے۔ ذہنی صلاحیت کا بھی۔ اور یہی سبب ہے کہ یہ بھی ایک نہیں بلکہ کئی طبقے وجود میں آ جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ سارے فرق کوئی پیچیدگی نہیں رکھتے تاہم ان سے پیدا ہونے والے مسائل بہت اہم ہیں جن کا ہونا ضروری ہے۔

خاتمہ

(۱) تفاوت کا خاتمہ

ان کا خیال تھا کہ ایک پُر امن معاشرے کے لیے کوئی تفاوت نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ تفاوت دولت کا بھی ہو سکتا ہے۔ ذہنی صلاحیت کا بھی۔ اور یہی سبب ہے کہ یہ بھی ایک نہیں بلکہ کئی طبقے وجود میں آ جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ سارے فرق کوئی پیچیدگی نہیں رکھتے تاہم ان سے پیدا ہونے والے مسائل بہت اہم ہیں جن کا ہونا ضروری ہے۔ ایک اچھے معاشرے کا کام یہ ہے کہ مل کر ایسا ماحول ضرور پیدا کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون و اتحاد کا ہاتھ بڑھائیں تاکہ ملک اور قوم ترقی کر سکے۔ اگر کوئی خلل یا نقص ہو تو اسے رفع کرنا چاہیئے۔ اختلاف کو بڑھانے کی بجائے ختم کرنا چاہیئے۔ سب کو یکساں مواقع ملنے چاہئیں۔

(۲) انفرادی ملکیت

ان کے مطابق فرد کی جائداد اور ذاتی اشیاء میں مداخلت نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ تو فرد کی محنت کا ثمر ہوتا ہے۔ اس سے اگر کوئی فائدہ کو زیادہ کاروبار کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ بلکہ یہ دونوں چیزیں ملک و معاشرہ کے لیے ضروری ہیں۔ البتہ انہیں محدود کیا جا سکتا ہے۔ یا ان کو زیادہ مناسب نہیں ہے۔ فرد اپنے نفع کی خاطر دوسروں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں مگر اس سے اجتماعی نفع کو نقصان نہ پہنچنے پائے۔

(۳) سستہ پالیسی

وہ تجارت میں سستہ بازی کے خلاف تھے اس لیے کہ اس سے بعض دفعہ بازار کا توازن نہیں ہو پاتا بلکہ اس کے کئی خطرناک نتائج ہو سکتے ہیں۔

(۴) سود کا خاتمہ

وہ سود کے بھی سخت خلاف تھے۔ اور کہتے تھے کہ سود کو ختم کر دینا چاہیئے۔ اگرچہ وہ سود کو مکمل بند نہ کر سکے تاہم [illegible]

(5) ریاست کے فرائض

(6) ہماشہری کے فرائض

(7) ٹیکس

ہدایات

ترجمہ

(1) ریاستی فرائض

(۹)

باب

اسلامی نظامِ معیشت کی امتیازی خصوصیات

[illegible]

گذشتہ باب میں دنیا کے مختلف معاشی نظاموں کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ کوئی نظام مکمل
کی نہیں ہے۔ ہر دور میں کچھ نہ کچھ خرابیاں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ ویسے ہی
اس دور کی پیدا کردہ بعض خرابیاں ہمارے سامنے ہیں۔ انسان ذہن کی معراج پر فائز ہو چکا ہے۔ اور
اس کی ذہانت کے لیے کوئی حد نہیں ہے۔ نیز ہر فرد اپنے محدود حلقہ میں جو کچھ کرتا ہے
کسی نہ کسی اور فرد کی نظر میں ہوتا ہے۔ اس لیے کسی کے لیے کسی نامناسب بات کا
چھپانا مشکل ہے۔ اس لیے ہر شخص اپنی روزی کمانے کے لیے مختلف طریقے استعمال کرتا ہے۔ البتہ بعض طریقوں
سے اس کی روزی کمانے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ اگرچہ ذہانت کی قوت کا سرچشمہ
اللہ کی ذات ہے لیکن روزی کمانے کی ذمہ داری بہرحال انسان کو اس پر کامل بھروسہ نہیں
ہونا چاہیے۔ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی روزی کمانے کے لیے جائز طریقے اختیار کرے۔
اگر وہ ناجائز طریقوں سے روزی کمائے گا تو اس کی روزی میں برکت نہیں ہوگی۔ اس کی
[illegible]

اسی لئے سورۃ جمعہ میں فرمایا وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۔ اور رب تعالیٰ سب روزی دینے والوں میں سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

سورۃ قاف میں ہے۔ اپنی اور اپنے روزی کے خوف سے قتل نہ کرو۔ روزی کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔

سورۃ ذاریات میں اسی طرح بیان ہوا ہے۔ رزق [illegible] رزق اللہ تعالیٰ [illegible]

اسی لئے سورۃ فاتحہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ تمام تعریفیں سب زمین و آسمان میں روزی دینے والے اللہ ہی حقیقی معبود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر خوش ہوتا ہے۔ اس سے راضی ہوتا ہے اور رزق عطا کرتا ہے۔ جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کی ملکیت اور اسی کی عبادت ہے۔ اس لئے یہ سب اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کے رزق دینے کی وجہ سے ہوا۔ [illegible] لا تقتلوا من املاق نحن نرزقکم اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں۔ سب کا رزق اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

۱۰۔ اکتسابی پیشوں میں جائز اور ناجائز کا فرق

[illegible] اسلام نے [illegible] استعمال کرنے کی [illegible] جائز ذرائع سے [illegible] جائز ذرائع سے [illegible] ہوں کی [illegible]

شخص کا فائدہ دوسرے کے نقصان پر ہو۔

سورۃ [illegible] ارشاد ہوتا ہے [illegible] ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے نہ کھایا کرو۔ ہاں آپس کی رضامندی سے [illegible] آپس میں باطل طریقہ سے نہ کھاؤ [illegible] یہ ایک [illegible] ایک دوسرے کا [illegible] یہ ایک [illegible] دوسرے کا [illegible]

۱۵۔ **انفاق فی سبیل اللہ** اسے مرتوم یاد دہانی کو تیز کرنے کے بجائے خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اگر خرچ کرنے سے یہ تقسیم نہیں کرتا ہے کہ ان کی زندگی تنگ ترین ہو جائے گی تو وہ اس کے بجائے خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اگر خرچ کرنے سے یہ تقسیم نہیں کرتا ہے کہ ان کی زندگی تنگ ترین ہو جائے گی تو وہ اس کے بجائے خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

پر خرچ کریں۔

[illegible] قُلِ الْعَفْوَ [illegible]

مزید یوں فرمایا:

[illegible]

[illegible]

(الطلاق ۱۸)۔

[illegible]

الشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۔ (البقرۃ ۲۶۸) "شیطان تمہیں مفلسی کا وعدہ دیتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ مگر اللہ تمہیں اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ دیتا ہے۔"

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ "اور تم جو کچھ خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا ملے گا۔ اور تم پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہوگی۔"

اسی طرح ایک اور جگہ یوں بشارت دی گئی ہے۔

"اور جن لوگوں نے اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کئے اور پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو احسان جتایا اور نہ دکھ دیا ان کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں اجر ہے اور ان کو نہ تو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔" (البقرہ ۲۶۲)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"جو لوگ اپنے مال رات دن خرچ کرتے ہیں خواہ پوشیدہ خواہ ظاہر ان کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں اجر ہے اور ان کو نہ تو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔" (البقرہ ۲۷۴)

قرآن مجید میں جگہ جگہ اس قسم کی آیات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے انفاق فی سبیل اللہ کو کس قدر اہمیت دی ہے۔ اگرچہ ان باتوں کا ثواب آخرت سے تعلق ہے مگر اس سے دنیا میں بھی بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ انفاق فی سبیل اللہ سے ہمدردی، محبت، ایثار اور قربانی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ہر شخص کی ضروریات میں فراخی ہوتی ہے۔ ہر شخص کو اپنی محنت کا پھل ملتا ہے۔ ملک میں خوشحالی کا دور دورہ ہوتا ہے۔ جرائم کم ہوتے ہیں۔ امن و امان قائم ہوتا ہے۔ اور دولت چند ہاتھوں میں جمع ہونے کے بجائے ہر طرف پھیلتی ہے۔

اور غیر مساوی تقسیم دولت نہ ہو سکے۔

دولت کی غیر مساوی تقسیم سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ان کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ اسلام نے زکوٰۃ، صدقات، خیرات اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دے کر اس خرابی کا سدباب کیا ہے۔ اگر ان احکام پر پوری طرح عمل کیا جائے تو دولت چند ہاتھوں میں جمع نہیں ہو سکتی۔ اسلام کا یہ حکم کہ "تاکہ دولت تمہارے دولتمندوں ہی کے درمیان گردش نہ کرتی رہے" (الحشر ۷) اسی لئے ہے۔

اور ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

اسلام نے ذخیرہ اندوزی کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ ذخیرہ اندوزی سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص ضروریات زندگی کو اس غرض سے روک رکھے کہ بازار میں ان کی قلت ہو جائے اور وہ زیادہ قیمت پر فروخت کر سکے۔ اسلام نے اس فعل کو حرام قرار دیا ہے۔ حدیث میں ہے:

"جو شخص غلہ روک رکھتا ہے وہ خطاکار ہے۔"

حدیث میں ہے کہ جو شخص مسلمانوں پر تنگی کرتا ہے تو اس کو جذامی ہونے یا مفلس ہونے کی سزا دی جاتی ہے۔

۱ تم نے جو کچھ کمایا ہے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے اس میں سے عمدہ مال خرچ
کرنے کا حکم دیا ہے (البقرہ ۲۶۷)

"اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ نیکی کرو کیونکہ اللہ نیکی کرنے
والوں کو دوست رکھتا ہے (البقرہ ۱۹۵)

"آپ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں والدین کے لیے، قرابت داروں کے لیے، یتیموں
محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اور جو کچھ خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے (البقرہ ۲۱۵)

لَا تُبْطِلُوا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (البقرہ ۲۶۴) "اپنے صدقات
کو احسان جتا کر اور ایذا دے کر برباد نہ کرو"

[illegible]

"اور اللہ کی راہ میں [illegible] تاکید کی گئی ہے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۱۔ آپ نے فرمایا صدقہ فریبی کنبوں اور فی سبیل اللہ دے کر اپنے اموال کی حفاظت کرو۔ (ترمذی)۔

۱۔ آنحضرت کا ارشاد گرامی ہے۔ صدقہ دینے سے کسی کا مال کم نہیں ہوتا اور جو آدمی کسی پر ظلم کرتا ہے خدا اس کی عزت بڑھاتا ہے۔ اور جو شخص اللہ کے لیے کسی پر تواضع کرتا ہے خدا اس کے مراتب بلند کرتا ہے۔ (مسلم و مسلم)۔

آپ نے فرمایا ہر زن و شوہر پر صدقہ دینا واجب ہے۔ اور آپس میں عدل کرنا بھی صدقہ ہے اسی طرح کسی کی امداد کرنا۔ کسی کو اس کی سواری پر سوار کر دینا۔ کسی کا سامان لدوانا۔ خوش کن گفتگو کرنا۔ اور نماز کے لیے ہر قدم صدقہ ہے۔ راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ (بخاری و مسلم)۔

نیز فرمایا ہر آدمی کے جسم میں ۳۶۰ جوڑ ہوا کرتے ہیں لہٰذا جو آدمی اللہ کبر، الحمد للہ اور ۔۔۔ اتنی ہی بار پڑھتا تو گویا اس نے دوزخ سے نجات پائی اور اللہ سے بخشش مانگے۔ راستے سے پتھر، کانٹوں اور ہڈیوں کو ہٹاتے، نیک امور کی ہدایت کرے۔ بد امور سے منع کرے۔ یہ سب

۰ آپ کا ارشاد ہے۔ یقیناً صدقہ اللہ کے غصہ کی آگ کو فرو کرتا ہے۔ اور آفات کی برائی سے بچاتا ہے۔ (ترمذی)۔

حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر صدقہ کا پسندیدہ اور اپنے مسلمان بھائی سے بھی خوشی ملنا۔ اپنے ساتھیوں کے برتن میں اپنے ڈول سے پانی ڈالنا بھی نیکی میں ۔۔۔

نیز آپ نے فرمایا جو شخص کسی کو دودھ دینے والا جانور مستعار دے یا ہدیتاً تحفتاً دے یا راستہ بتائے تو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (امام ترمذی)۔

۱۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ جو مسلمان اپنے اہل پر خرچ کرکے ثواب کی امید کرتے ہوئے مرتا ہے تو ثواب ملتا ہے۔ (متفق علیہ)۔

۱۔ رحمت عالمؐ نے فرمایا مسکین کو خیرات دینے میں کہ درحقیقت کوئی دینے میں زیادہ ۔۔۔ کا اور دوسرا قرابت پروری کا۔ (ترمذی۔ احمد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ دارمی)۔

۔ آپ کا فرمان ہے۔ کہ اگر بیوی بغیر اجازت شوہر دے۔ تو اسے آدھا ثواب ملتا ہے۔

نیز ارشاد ہوا۔ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ حکومت کے ساتھ تعاون کرے تو اس کو حکومت کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (متفق علیہ)۔

۔ دنیا کا کوئی مسلمان ایسا نہیں جو ہمیشہ کھیتی باڑی کرتا ہو اور اس میں سے ۔۔۔

خداوند کریم کی ذاتِ گرامی مال کے لینے سے بے نیاز ہے۔ بلکہ یہ اپنی قوم کے تنگ دست اور مفلوک الحال لوگوں کا ہی حق ہے۔ تاکہ وہ بھی حکومت کے وفرماں میں حصہ دار بن جائیں۔ اور اپنے بچے کا بیت المال سے وظیفہ لے سکیں۔ بیکسوں، اپاہجوں، یتیموں، بیواؤں اور ناداروں کا جتنا زیادہ سے زیادہ ضروریات کو پورا کرنے کا انتظام ہے، سربراہِ مملکت اور اشرافیہ میں ایسا کوئی خاص ذریعہ نہیں ہے بلکہ ان کے لئے یہ کہنا بھی تو سود و صول کیا جائے اس کے غیر قرض کا حصول تقریباً ناممکن ہے۔ مگر اسلام اول تو سود کے لین دین کو پسند نہیں کرتا اور اگر کسی کے پاس فاضل روپیہ ہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی۔ تاکہ سرمایہ کا توازن درہم برہم نہ ہو جائے

اگر کوئی زکوٰۃ سے انتخاب کر لے تو اس حکومت قانون کے ذریعہ اس سے زکوٰۃ وصول کر سکتی ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں بہانے سے قدرتی ہو سکتی ہے۔ اس لئے جو لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچنا چاہتے ہیں وہ اپنے تمام کے دوران تمام سے معاشرہ کو فائدہ حاصل ہو سکے۔ مزید تفصیلات کے لئے باب میں ملاحظہ کیجئے۔

۱۰) اموالِ فئے و خراج و عشر و جزیہ کی تقسیم

مسلمانوں کی دیگر خواہ کسی ساتھ جنگیں ہوتی ہیں۔ ان

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حرمت ساقط دینے سے قاصر ہیں۔ اس کی زیکھا دیکھی اب غیر مسلم اقوام بھی اس قسم کے قوانین وضع کرنے لگی ہیں تاہم وہ اس کا نعم البدل ثابت نہیں ہو سکتے۔ اس قانون کے لیے ایک علیحدہ باب مختص کر دیا گیا ہے۔

(۹) حرمتِ سود

اسلام میں سود لینا اور دینا حرام ہے۔ اور اس قسم کے کاروبار کرنے والوں کو سختی سے روکا گیا ہے۔ مزید براں اسلامی شریعت سابق اس سے منع کی بجائے اقصات ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اور جو تم سود دیتے ہو۔ تاکہ لوگوں کے اموال میں شامل ہو تو اللہ کے نزدیک وہ بڑھتا نہیں۔ بر عکس اس کے جو زکوٰۃ دیتے ہو۔ (روم)

ان آیات قرآنی سے بیان ہے کہ سود بڑھنے کی بجائے گھٹتا ہے۔ نیز فرمایا گیا۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ۔ (البقرہ ۲۷۶) اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو نشوونما دیتا ہے۔

رسول اکرمؐ کا ارشاد مبارک ہے: ان الربوا وان کثیر فان عاقبتہ تصیر الی قل: سود چاہے بظاہر زیادہ ہو مگر انجام کار وہ کمی کی طرف لیجاتا ہے۔

اور بورژوا طبقہ کے خیال کے مطابق اس کے بغیر کاروبار چل نہیں سکتا۔ اس کا بڑا حامی کہتا ہے کہ سرمایہ کی اس کے بغیر تجارت ترقی نہیں کر سکتی۔ اور عملاً وہ ایسا کر دکھاتے ہیں کہ سود کی حرمت ایک جذباتی چیز ہے۔ اور بغیر سود کی شرح کے ایک ترقی یافتہ سرمایہ دارانہ نظام کا قیام ناممکن ہے۔ اسلام نے سب سے بڑا فرق یہ کیا ہے کہ سود کو ہی ختم کر دیا ہے۔ تاہم کوشش کرنی چاہیئے کہ اس سے بالکل کنارہ کشی اختیار کی جائے اور اس کے بغیر ہی بنکنگ سسٹم چلایا جائے۔

(۱۰) درجات میں تفاوت

اگرچہ حق معیشت میں سب برابر ہیں مگر درجات میں فرق ہے اور یہ تفاوت کسی حد تک فطری ہے مگر یہ فرق ایسے حد پر نہ رہے کہ وجہ نزاع بن جائے اور ایک فرق دوسرے فرق پر ظلم شروع نہ کر دے۔ یہ ان کی بہت کھوٹ تا بازار نہ پہنچ جائے۔ قرآن میں یہ فرق اس طرح بیان ہوا ہے۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا

بعض فوق بعض درجات ۔ (زخرف) "دنیوی زندگی میں ہم نے لوگوں کی معیشت

کے ذرائع بانٹ دیئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو بعض پر درجہ معاش میں برتری حاصل

ہے۔"

نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۔ "ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور

ان کو بھی۔"

سورۃ انعام میں اس مضمون کو یوں بیان کیا گیا۔ "اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں ایک

دوسرے کا جانشین بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجے دیئے۔ تاکہ جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش

کرے۔"

اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اس کی ضرورت کے مطابق رزق

عطا فرمایا ہے۔ اس میں کسی کو کمی بیشی نہیں کی۔ ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق رزق ملتا ہے۔ اور

اس رزق میں سب برابر ہیں۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم نہیں کیا گیا۔ ہاں

البتہ معاش

یہ فرق بالکل اسی طرح ہے جیسے ایک استاد کا اپنے شاگردوں کے درمیان کرتا ہے کہ وہ اپنی

دوست پر نسبت بہتر نمبر دیتا ہے۔ اس سے بعض شاگرد یہ سمجھتے ہیں کہ استاد نے ان کے ساتھ ناانصافی

کی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ استاد نے ہر ایک کو اس کی محنت کے مطابق نمبر دیئے ہیں۔ اس نے

کسی کی حق تلفی نہیں کی۔ ہاں ایک شاگرد نے محنت زیادہ کی ہے اور دوسرے نے کم۔ اس لئے

ان کے نمبروں میں فرق ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق رزق دیا ہے۔

کسی کی حق تلفی نہیں کی۔ ہاں کسی کو زیادہ دیا ہے اور کسی کو کم۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اس کی محنت کے مطابق رزق دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس نے فرمایا ہے کہ

ہم ہر ایک کو اس کی محنت کے مطابق رزق دیں گے۔ اس لئے جو شخص زیادہ محنت کرتا ہے اس کو

زیادہ رزق ملتا ہے۔ اور جو کم محنت کرتا ہے اس کو کم رزق ملتا ہے۔ اس میں کسی کی حق تلفی نہیں

ہے۔ ہر ایک کو اس کی محنت کے مطابق رزق ملتا ہے۔ اس میں کسی کی حق تلفی نہیں ہے۔ ہر ایک کو

اس کی محنت کے مطابق رزق ملتا ہے۔ اس میں کسی کی حق تلفی نہیں ہے۔ ہر ایک کو اس کی محنت کے

مطابق رزق ملتا ہے۔ اس میں کسی کی حق تلفی نہیں ہے۔ ہر ایک کو اس کی محنت کے مطابق رزق ملتا ہے۔

اس میں کسی کی حق تلفی نہیں ہے۔ ہر ایک کو اس کی محنت کے مطابق رزق ملتا ہے۔ اس میں کسی کی

حق تلفی نہیں ہے۔ ہر ایک کو اس کی محنت کے مطابق رزق ملتا ہے۔ اس میں کسی کی حق تلفی نہیں ہے۔

ہر ایک کو اس کی محنت کے مطابق رزق ملتا ہے۔ اس میں کسی کی حق تلفی نہیں ہے۔ ہر ایک کو اس کی

محنت کے مطابق رزق ملتا ہے۔ اس میں کسی کی حق تلفی نہیں ہے۔ ہر ایک کو اس کی محنت کے مطابق

ہے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے۔

تب دُوا افتخار بوا۔ آپس میں یہ بیاد یگر وامی ات ہمی ت کی ط ت ڑ و۔

فقہ اسلامی میں ہبہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:۔

کسی شے کو دوسرے کی ملکیت میں بغیر عوض کے دے دینا۔ اور حدیث میں اس کی

اس شق وسائل میں فضائل بتائی گئی ہے۔

گروہ دانشمندانِ غیر ایک شخص بنے علم پر ک ترجمان کرتا ت و ستا ون کرنا

چاہیے۔ اور روزہ رکھنا چاہیے اس لیے کہ یہ رزق ہے جو رب نے اس کا ہاتھ سے یہ

منظور کیا ہے۔ (بیہقی شعب الایمان)۔

عاریت

اقتصادی نظام کے خلاق جب میں عاریت بن خاص کر دیتی

ہے کسی شخص کا اپنی ملکیت کے مال کو فی وقت کے لیے دوسرے

کی ملک بلا عوض دینا "عاریت" کہلاتا ہے اس کو مجلہ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

"عاریت کا اس پر ہے جب کہ عاریت نہ صرف ہبہ نہ ہو بلکہ مستعمل اور مرتب ہے

کرنے میں حالت باقی رہنے اور امانت مالک رہے۔ اس لیے کہ مالک کو اختیار ہے کہ

پاس ضرورت کی شیا موجود نہیں ہوتیں اور وہ بھی سب کی ہوتیں نہیں سکتیں اور بعض

مخلوق ہر وقت کرتے ہیں۔ اس لیے ہر کاریگر فقیر ہوتا ہے کہ کل میں سامان

کا اختیار ہو اس کے لیے اگر شے کے بیچنے کی ہو جائے تو ہر ایک کو

[illegible]

چند اس بات کو عاریت پر نہ دیں۔

تعریف مع دلائل۔ اقسام کی واپسی لینے والے کے ذمہ ہے۔ ترمذی، ابوداؤد۔

(۱۳) امانت و صداقت

گو چند ہر ہیں نکاتوں میں ان کا براہِ راست دعائی
ان سے تعلق نظر نہیں آتا، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی
ہیں ہمارا اقتصادی ضروریات پورا کرنے کی کفیل ہیں گر ایک شخص نقدی یا مال کی دوسرے کے
پاس امانت رکھتا ہے وہ اس کو ضرورت کے وقت امانت میں آسانی کرنے کی جانت دے
دیتا ہے تو اس سے کاروبار کیا جا سکتا ہے کہ اس طرح کس مدد اس حاجت کی ضروریات کو پورا کیا
جا سکتا ہے اس بے ضرورتی ہے کہ اس کی امانت کی جائے۔ اس لئے فرمایا جاتا ہے۔

قرآن مجید اس کا ذکر کچھ اس طرح کرتا ہے:

ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الی اھلھا (النساء)

تمہیں حکم دیتا ہے کہ جس شخص کے تم امین بنائے گئے ہو اس کی امانت اس کے پاس
واپس لوٹا دو۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

"امانت کو امین کے پاس پہنچا دو اور کسی شخص سے خیانت کی جائے تم اس
کے ساتھ خیانت نہ کرو۔" (ترمذی، ابوداؤد)

نیز فرمایا "جس میں امانت کا مادہ نہیں اس میں ایمان نہیں۔" (بیہقی)

ایک اور جگہ فرمایا "منافق کی تین نشانیاں ہیں، امانت میں خیانت کرتا ہے، وعدہ
عہد پورا نہیں کرتا، اور جھوٹ بولتا ہے۔"

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امانت اور دیانت ہر ایک کی ضرورت ہے، آپس میں اور ہر ایک
کے لئے، اور نہیں آپس پر اعتماد ہو جاتا ہے، تاجر کو خریدار کا، خریدار کو تاجر کا، صنعت
گناہ ہے، ارشادِ نبوی ہے:

گی۔ اپنی بکری کی بڑھ سے کی خاطر اپنی چیز کی حد سے بڑھ کر تعریف کرنا اور جھوٹی قسمیں کھانا بہت معیوب کی بات ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایسا شخص قیامت کے دن اللہ کی نظر کرم سے محروم رہے گا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

اَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ۔ یعنی جھوٹوں پر اللہ کی لعنت فرماتے ہیں۔

صداقت و دیانت، پاک خلق کی ان خصوصیات میں پڑھ جانے سے انسان کی عزت و بڑھ جاتی ہے۔ اس کی فطرت میں ایسی عادت و صفات اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائی ہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان کو اپنی قیمتی امانت رکھنے کے لیے اس کے پاس امانت رکھتا ہے۔ اس کی صداقت و دیانت کا یقین ہوتا ہے تو وہ شخص اپنی ضرورت پڑنے پر اس سے مطالبہ کرتا ہے۔ موجودہ دور میں بھی اس کی اہمیت اور قدر و قیمت ہے۔ بینکوں میں لوگوں کی امانتیں جمع کی جاتی ہیں۔ بلکہ ورق کی تجارت ہے۔ اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر غیر ممالک کے تاجر بھی اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہیں۔ اور دیانت و صداقت کی بدولت اسلامی ممالک سے تجارت کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

"الامانۃ تغنی والخیانۃ تفنی" یعنی امانت میں برکت ہے اور خیانت میں فنا ہے۔

حدیث کے مفہوم کا مطلب یہ ہے کہ امانت کی برکت سے رزق میں کشادگی ہوتی ہے اور خیانت کی وجہ سے رزق میں تنگی ہوتی ہے۔ اس لیے جب کسی کی دیانت کی شہرت ہوتی تو لوگ کثرت سے اپنے مال اور اس کی امانتیں اس کے پاس رکھتے ہیں۔ اور اس کی دیانت و صداقت کی بدولت اس کے ساتھ تجارت کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

(۱۰) قرض کی ترغیب

دنیا میں ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے کاروبار میں سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ موجودہ دور میں چونکہ سرمایہ کی قدر و قیمت بہت زیادہ ہے اس لیے ہر شخص کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے۔ اس لیے ہر شخص کو دوسرے سے قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور قرض لینے کی ضرورت پڑنے پر ہر شخص دوسرے سے قرض لیتا ہے۔ اس لیے قرض کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر اسلام نے قرض کی ترغیب دی ہے۔ اور قرض لینے والے کے ساتھ قرض دینے والے کو بھی

-(290—282

ایسا میسر نہ ہو تو دوسرے کسی شخص کو یہ کام کرنا چاہیے۔

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ خدا تعالیٰ قیامت کی تکلیفوں سے اسے بچائے تو وہ تنگ دست کو مہلت دے یا اپنا قرض معاف کر دے۔ (مسلم)

نیز فرمایا جو شخص اپنا قرض وصول کرنے میں تنگدست کو مہلت دے گا یا قرض معاف کر دے گا وہ قیامت کی تکلیفوں سے بچا رہے گا۔ (مسلم)

آپ نے فرمایا شہید کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے مگر قرض معاف نہیں ہوگا۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا آنحضرتؐ نے فرمایا مومن کی روح قرض کے سبب قبر میں معلق رہتی ہے جب تک قرض ادا نہ ہو جائے۔ (شافعی، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا جو دینار یا درہم غلہ وغیرہ خیانت اور قرض سے بچ کر ہو خدا اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس شخص کا کسی پر قرض ہو اور وہ اس کے ادا کرنے میں جلدی نہ کرے۔ تو ہر مہینہ اس پر دو ان صدقہ ہوگا۔ (احمد)

نیز حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ آپ نے میرے باپ پر میرا کچھ قرض تھا آپ نے یہ قرض دیا۔ کچھ زیادہ دیا۔ (بخاری)

آیات و احادیث کی روشنی قرض کی اہمیت، اس کی ادائیگی کا اہتمام کرنے کی ضرورت کو ثابت کرتا ہے۔ اس لیے میرے لوگوں کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے اور ذمہ داروں کو تاکید کرنا چاہیے۔

(۱۵) وصیت

اسلام میں شخصی ملکیت کا جو تصور ہے اور جس طرح اسلام نے ہر شخص کو اپنی جائیداد میں تصرف کا حق دیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہر مسلمان اپنی زندگی ہی میں اپنی جائیداد کے بارے میں وصیت کر دے کہ مرنے کے بعد اس کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی۔

وصیت کے ذریعہ ورثاء کے درمیان جائیداد کی تقسیم کے بارے میں جو تنازعات پیدا ہوتے ہیں ان کا بڑا حصہ ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر وصیت میں ناانصافی کی گئی ہو تو اس کا بھی امکان ہے۔ وصیت زیادہ سے زیادہ ایک تہائی مال کی ہو سکتی ہے۔ اس سے زیادہ کی وصیت نہیں کی جا سکتی۔ اگر وصیت ناجائز کام کے لیے کی گئی ہو تو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ اگر وصیت کرنے والے پر حج اور قرض وغیرہ کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں چھوڑا تو ایسی صورت میں وصیت پر عمل سے پہلے ان کی ادائیگی ضروری ہوگی۔ وصیت کا اجراء اس کے بعد ہوگا۔

شروع میں جب وراثت کے شرعی حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر نہیں کیے تھے تو ہر شخص کے ذمہ ضروری قرار دیا گیا تھا کہ وہ اپنے والدین اور دیگر اقربا کے لیے وصیت کرے۔ جب حصے اللہ تعالیٰ نے متعین فرما دیئے تو یہ حکم باقی نہ رہا۔ اس لیے سورۃ بقرۃ میں وصیت کی یہ آیت:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَ نِ الْوَصِيَّةُ

..... منسوخ ہے۔ گو آیت کی تلاوت اب بھی باقی ہے اور یہ آیت قرآن کریم کا حصہ ہے۔

زندگی کے کاموں کے لیے وصیت یا کسی خاص غیر وارث رشتہ دار یا اجنبی کے لیے وصیت لوگوں سے بہت زیادی وصیت کا مسئلہ ہے اور گریز کا یہ بھی ایک ذریعہ ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کو موت آئے تو وصیت کے وقت گواہ کر لو جو دو معتبر شخص ہونے چاہئیں، دوسرا نہ ہو تو دو غیر مسلم ہوں۔ اگر تمہیں شک ہو تو نماز کے بعد ان دونوں کو روک لو وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اس کے بدلے کوئی فائدہ نہیں لیتے اگرچہ کسی رشتہ دار کا معاملہ ہو اور نہ ہم اللہ کی گواہی چھپاتے ہیں ورنہ ہم بڑے گنہگار ہیں۔" (المائدہ ۱۰۶)

یہاں وصیت کا بہترین طریقہ بتایا گیا ہے۔ لیکن موت کے وقت کسی کو اپنے مال دینے کے لیے دو قابل اعتماد لوگوں کو گواہ بنانا پڑتا ہے۔ اگر غیر مسلم بھی ہوں تو ان کی گواہی لی جا سکتی ہے۔ اور اگر ورثاء کو شک ہو تو وہ ان گواہوں سے قسم لے سکتے ہیں کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہے۔ اس طرح اسے نپٹایا جائے۔

حضرت [illegible] نے فرمایا: [illegible] کے لیے وصیت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے الا یہ کہ ورثاء چاہیں۔

(بخاری و مسلم)۔

حضرت [illegible] نے فرمایا: جو شخص وصیت کرنے سے دور بھاگتا ہے [illegible] اس کے بخشش کی [illegible]

(ابن ماجہ)۔

حضرت انس نے کہا آپ نے فرمایا: جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹتا ہے قیامت کے روز

خداوند تعالیٰ جنت میں اس کی میراث کاٹ لیں گے۔ (ابن ماجہ بیہقی)۔

حضرت سعد بن وقاص روایت کرتے ہیں میری بیماری میں حضورؐ نے میری عیادت فرمائی۔ میں نے آپ سے دریافت کیا کہ میرے وصیت کا روپیہ ہے میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا کتنے مال کی ہے میں نے عرض کیا خدا کی راہ میں سارے مال کی وصیت۔ فرمایا اپنی اولاد کے لیے تو نے کیا چھوڑا ہے میں نے عرض کیا وہ مال دار اور خوش حال ہیں۔ فرمایا دسویں حصہ کی وصیت کر میں برابر اضافہ کرتا رہا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا تہائی کی وصیت کر دے۔ اور تہائی بھی بہت ہے۔ (ترمذی)۔

آیات قرآنی و احادیث مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وصیت کی کتنی اہمیت ہے۔ اس کی افضلیت میں اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ وصیت چاہے زبانی ہو یا سب سے بہتر یہ ہے کہ وصیت تحریری ہو اور دو عادل گواہوں کا ہونا نہایت مناسب ہے ورنہ قوی شہادت کے بغیر وصیت پر عمل درآمد مشکل ہو جائے گا۔ بلکہ اس کے ناقابل ہونے کا اندیشہ ہوگا۔

زمین کی ملکیت

اسلام دوسرے تمام مذاہب کی طرح زمین کی ملکیت کا قائل ہے۔ اور اس سے بہرہ مند ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ زمین کی ملکیت کے لیے کوئی زیادہ کڑی شرائط نہیں ہیں۔ ورنہ ہر شخص ملکیت زمین کا قائل ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بنجر زمین سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اسے اختیار ہے۔ بشرطیکہ وہ زمین کسی دوسرے شخص کی ملکیت نہ ہو۔ بلکہ کوئی شخص اپنی بنجر زمین کو قابل کاشت بنا لیتا ہے۔ تو اسے اس زمین کا مالک تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ اور اس زمین کو کوئی دوسرا شخص اس سے چھین نہیں سکتا۔ اور اسلامی قانون کی رو سے اس کا مالک ہی رہتا ہے۔ اور اسلامی قانون وراثت کے مطابق اس کے ورثاء میں تقسیم ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص بنجر زمین کو آباد کرنے کی نیت سے اس پر قبضہ کر لیتا ہے۔ اور اس کو آباد کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ تو اس کا یہ قبضہ ناجائز ہے۔ اور اس کو اس زمین کا مالک تسلیم نہیں کیا جاتا۔ بلکہ کوئی شخص اس زمین کو آباد کرنے کی کوشش کرے تو اس کا حق ہے۔ اور اس کو اس زمین کا مالک تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور اسلامی قانون وراثت کے مطابق اس کے ورثاء میں تقسیم ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص بنجر

اس زمین کی مٹی سر پہ اٹھائے۔ (احمد)۔

اور وہ بھی شرعی حدود کے اندر ہوں۔

۱۔ اسکا روٹین کیا ہے

(Andd Accumulating)

قرآن میں اس کا سبب یوں بیان کیا گیا ہے۔

اپنے گاڑنے کا مزہ مکھو" (توبہ)

اسی طرح سورۃ بقرہ میں یوں کہا گیا ہے۔

"اور جو تم نے نہیں دیا اس میں سے قبل اس کے کہ موجود ہونے سے پیشتر خرچ کرو اور اللہ کی راہ میں صرف کرو اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو یعنی رب کے رستے میں خرچ کرنے سے گریز کرنا بربادی کو دعوت دینا ہے۔ ان آیات میں ادائیگی زکوٰۃ، صدقات وغیرہ کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں یک بہت بڑا ذخیرہ انہی احکام کی ترغیب و ترہیب پر مبنی ہے۔ دراصل اللہ کی رضا یہ ہے کہ دولت ایک جگہ جمع ہو کر نہ رہ جائے، بلکہ زکوٰۃ، صدقات اور خیرات کے ذریعے پھیلتا رہے۔ اور وہ انفرادی آسائش کی بجائے اجتماعی رفاہیت پر صرف کیا جائے۔ اگرچہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد مال پاک و صاف ہو جاتا ہے اور وہ بچا بھی جا سکتا ہے تاہم جب خرچ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے یہ اس لیے ہے کہ ملک سے غربت و افلاس کا قلع قمع ہو جائے۔

اسلام میں کوئی کرنسی کے لیے ذخیرہ اندوزی (احتکار کرنا) اور اس طرح اس کی رسد میں مصنوعی طور پر کمی کر کے نفاذ کرنا ممنوع ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم نے فرمایا: جو مسلمانوں کے لیے غلہ کی خاطر ذخیرہ اندوزی کرتے وہ خطا کار ہے۔ (حاکم مستدرک)

اسی طرح دوسرے فرمان سے اشیائے تجارت کی گرانی کے لیے کوشش کرنا منع ہے۔

معقل ابن یسارؓ نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے بازار کی نرخ میں اس لیے دخل دے کہ اسے گراں کر دے تو رب تعالیٰ کے ذمہ ضروری ہو جاتا ہے کہ قیامت کے دن اسے آگ میں بٹھائے۔ (ابوداؤد)

یک روایت میں ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جس نے چالیس دن غلہ روکے رکھا وہ اللہ سے بیزار ہے اور اللہ اس سے بیزار ہے کوئی شخص فاقہ سے رات گزارے پھر بھی اللہ سے بیزار ہے (حاکم مستدرک)۔

آپ نے فرمایا: جو غلہ روکے رکھتا ہے اور نرخ بڑھنے کا انتظار کرتا ہے وہ خطا کار ہے۔

آنحضرت نے فرمایا جس نے چالیس دن غلہ روکے رکھا پھر خیرات کر دیا تو اسے ثواب نہ ملے گا۔ (رزین)۔

حضرت معاذ کے بقول آنحضرت نے فرمایا وہ شخص برا ہے جو غلہ روکے رکھے اور مسلمانوں سے ناخوش ہو۔

حضرت عمرؓ کے دور سے آپ نے فرمایا جو فرد غلام رنگ کے مالکوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا
برابر دعا کرتا رہا خدا تعالیٰ راستہ چاہتا تو کبھی دوسروں کو غلبہ دینے کے لیے جہاد اور
فرض نہیں قبول کر لیتا ہے۔ (ابن ماجہ، بیہقی، ذخیرہ)

ایک اور حدیث حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جس شخص نے گرانی کے خیال سے غلہ کو
کوچہ میں روک رکھا اس نے خدا کو توڑا اور خدا اس سے بیزار ہو گیا۔ (رزین)

حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جس شخص نے گرانی کے خیال سے غلہ کو روکا وہ خطا
ہے۔ (مسلم)

زمانہ حاضر میں ذخیرہ اندوزی (Hoarding) ایک فن بن گیا ہے۔ اور اسے برائی نہیں سمجھا
جاتا۔ اس وجہ سے قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ اور اسلام کے نقطہ نظر سے بہت سے
ناجائز منافع حاصل ہوتے ہیں۔ اور سوسائٹی [illegible]

۳۔ ذخیرہ اندوزی (Hoarding)

تیاری جنگ کے وقت تجارتی ہاؤس کا ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ ملک دشمن
[illegible] کو توڑ سکے اور ضروری اشیاء کی تیاری کا انتظام کر سکے۔ اور ان کی صورت میں
[illegible] ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایک شخص کے ذخیرہ اور دوسرے کے انتظار کا
[illegible] ہے۔ وہ یہ جانتا ہے کہ سود بڑھتا ہے فوراً اور ہر چیز کا خریدار داخل نہ ہونے
پاتے۔ [illegible] اپنے تاجروں کی ڈھٹائی صحیح نہیں سمجھتے اور [illegible] کو قابل
[illegible] اور [illegible] ہوتا ہے۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُحِيطٍ ۔ (ھود ۸۴:۳-۸۶)

"اور اپ تول اور ناپ میں تم کو دیکھتا ہوں [illegible] اور تم پر گھیرنے والے دن کا عذاب [illegible] ان سے ڈرتا ہوں۔ اور اے قوم اپ تول اور ناپ انصاف سے پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ گھٹا کر دو اور زمین میں فساد نہ مچاؤ"

یعنی اپ تول اور ناپ میں لوگوں کے حقوق نہ مارو۔

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۔ (بنی اسرائیل ۱۷:۳۵)

"اور جب اپ ناپ کرنے لگو تو اپ پورا ناپ کرو۔ اور سیدھی ترازو سے تولو۔ یہ [illegible] اس کا انجام بھی بہتر ہے"۔ [illegible] ہے اور ان کی بنا پر [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

[illegible] ہے۔ اور یہ تمام مالیات قوم کی امانت ہیں جو کہ اسلامی حکومت کی تحویل میں ہوتی ہیں اس بیت المال کا خرچ کا پہلو اپنے دینی و عرفی دائرہ میں رہتے ہوئے بیت المال کے تمام کو ان مصارف پر خرچ کرنے کے لحاظ سے "اولی الامر" کے اختیارات اس حد تک ہیں کہ زکوٰۃ و خیرات، فئے جیسے تمام کے بارے وہ صرف ناظر ہے۔ اور منصوص اہل مصرف پر ہی خرچ کر سکتا ہے۔ اور خراج یا دیگر ذرائع سے حاصل شدہ رقوم میں وہ اپنی رائے اور مجلس شوریٰ کے مشورہ سے مصالح عباد اور مستحقین کی ضروریات کے پیش نظر خرچ کرنے کے اختیارات رکھتا ہے۔

(۵) اقتصادی کاوش

جس نے دین اسلام کی تعلیمات کا بغور مطالعہ کیا ہے اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ اسلام اپنی آخرت کے لیے ہی جینا اور مرنا ہے۔ تاہم اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ گوشہ نشین بن کر رہ جائے۔ اس پر اسلام کی رو سے بہت سی ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اسے اجتماعی زندگی گزارنا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کا پورا کرنا نہایت ضروری ہے۔ کوئی انسان وہی کہلانے کا مستحق ہے جو انسانیت پر پوری طرح سرانجام دیتا ہے۔ اسلام نے دنیا کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ مومن اور مسلم صرف روحانی نہیں ہے۔ بلکہ جسم اور روح دونوں کے ہوتے کا نام ہے اور ایک مسلمان کو اس دنیا میں اپنا فرض نبھانے، اپنے حق پر [illegible] کی رضا حاصل کرنے کی خاطر جو کچھ کرنا ہے اس کے لیے اسلام اور قرآن نے [illegible] چاہتا ہے کہ مسلمان عبادت کے ساتھ ساتھ روزی حاصل کرنے کی کوشش بھی جاری رکھے۔ [illegible] کمائی کی جدوجہد بھی عبادت کے زمرے میں داخل ہے۔ [illegible]

اور مدد فضل طلب کرو۔ اور اللہ کو یاد کرو بہت۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

اسلام میں حلال روزی کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔

آپ نے فرمایا: حلال معیشت کا طلب کرنا افضل ترین عبادت ہے۔

نیز کہا: طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ (بیہقی) فرض عبادات کے بعد حلال روزی کا کمانا بھی فرض ہے۔

اپنے بال بچوں کی پرورش اور پیٹ پالنے کے لیے کوشش کرنا اچھی بات ہے۔ اور پسندیدہ فعل ہے۔ بعض وقت کچھ فضول کاموں میں مشغول رہنا زیادتی ہے۔ معاش جدوجہد سے ہی دنیا ترقی کے زیور سے آراستہ ہو سکتی ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ خدا کی حدود کے اندر روزی کمانا ایک اچھا فعل ہے۔

تم نے مشاہدہ کیا ہے کہ جو قومیں معاش جدوجہد میں زیادہ سرگرم ہیں وہ کامیاب ہیں اور جو سستی و کاہلی سے کام لیتی ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ جبکہ مالک کریم نے کمانا سنت نبوی ہے۔ پس روزی خود اپنا پسینہ بہا کر حاصل کرنا چاہیئے۔ دوسروں پر بار نہیں بننا چاہیئے بلکہ خود کما کر دوسروں کو کھانا بہتر ہے۔ حدیث فرماتا ہے: دانہ تم نے کمانے کے لیے بنایا ہے۔ اسلام نا مستحقین زیادہ سخت یا دل لسانی خیرات و بھیک کو منع کرتا ہے۔ اس لیے کہ وہ صدقات اور خیرات وغیرہ کا حکم دیتا ہے کہ دوست مندوں کو خیرات کی تعاونت کرنی چاہیئے۔

آپ کا فرمان ہے: "بہترین کمائی ہاتھ کی ہے"

ایک دفعہ یہ آپ نے فرمایا: میں آزاد اور غربت سے پناہ مانگتا ہوں اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا دونوں ایک جیسی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں

قرآن مجید میں ہے: اگر آپ ناداری سے خوف کھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے غنی کر دے گا اگر چاہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

قرآن مجید نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتا ہے۔ اور اس نے تمہارے لیے روزی مقرر کر دی ہے۔ (۱۵: ۱۱۱)۔

ڈیجیٹل لائبریری

"اور وہ جو ایمان نہیں رکھتے دنیا و حق رگ میں مشغول ہو جاتے ہیں اور جو ذروں آخرت کی ہیں ۔ ان کا ٹھکانہ آگ اور دوزخ ہے ۔ (۱۲: ۱۰۱ ۸)

اسی طرح رسول مقبول نے فرمایا: "دنیا کی خوشحالی تمام برائیوں کا ذریعہ ہے کہ ان اور اور ذہین اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے۔"

اس آیت نے ورثاء کے لئے راہ اعتدال اختیار کیا جانے ۔ روزی کمانے کی جدوجہد کے ساتھ یاد الٰہی بھی شامل رہے ۔ اور یہی چیز مومن کا مطمح نظر ہے۔

(۱۰) میانہ روی اسلام نے اعتدال کی راہ اختیار کی ہے۔ دولت کو تمام فرد ملت میں تقسیم کرنے اور حاجتمندوں کے مال میں نادار وں کا حصہ قرار دینے کا انتظام کیا ہے۔ ہر شخص کو کفایت شعاری کا درس دیا ہے۔ قرآن مجید کی جامع تعلیم ارشاد ہوتا ہے کہ

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۔ (بنی اسرائیل)

"نہ اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھے رکھو اور نہ ہی اس کو بالکل کھول دو کہ بعد میں حسرت زدہ بن کر بیٹھے رہو۔"

وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ۔

"اور جو نہ خرچ کرتے وقت اسراف کرتے ہیں تو نہ ہی تنگی کرتے ہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال رکھتے ہیں۔"

اس آیت سے مشابہت کرتے ہوئے اقتصادی وسائل کی تقسیم کرتے وقت اعتدال کا خیال رکھنا چاہئے۔ ایسی صورت میں جس سے بچت کی صورت میں نہیں ہون

کہا جاتا ہے کہ [illegible] ہے۔ اسلام میں [illegible] ضروریات زندگی پر خرچ
کرنے کی اجازت دی ہے۔ اسلام نے فضول خرچی کو اخلاقی جرم کے علاوہ قانون جرم قرار دیا ہے
مثلاً شراب، زنا اور جوئے جیسے فضول خرچی کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ بلکہ اسراف کرنے والوں کو شیطان کا بھائی
بتایا ہے۔ اسلام نے صرف ان چیزوں پر پابندی لگائی ہے جن سے اخلاقی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ یعنی طبیعت، ذہن اور جسم پر
برا اثر پڑتا ہے۔ اسلام نے صرف ان چیزوں کے استعمال سے منع کیا ہے۔ جو بے حد نقصان دہ ہیں اور جن کی
ممانعت اور حرمت کا حکم قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ مثلاً شراب کے بارے میں حدیث مبارکہ میں ہے:

"وہ شخص مومن نہیں ہوا جس نے میانہ روی اختیار کی" مسند احمد

"اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کو جائز نہیں کیا کہ سونے چاندی کے برتن استعمال کریں" بخاری

"جو شخص سونے چاندی کے برتن میں پیتا ہے جہنم کی آگ میں اپنے پیٹ میں گھونٹ رہا ہے" بخاری

اسلام نے [illegible] زندگی کی [illegible] ہے۔ زیادہ تر دولت [illegible]

[illegible] پر جبر نہیں کیا۔

وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (انعام)

"اور بے جا خرچ نہ کرو۔ اللہ بے جا خرچ کرنے والے پسند نہیں کرتے"

"اسراف اور درمیانہ کے درمیان [illegible] کرو۔ [illegible]
کرنے والے خوش نہیں کرتے۔ (اعراف)

۱۰۔ مال کا ذاتی ضروریات کے لیے جمع کرنا

اسلام افراد کے [illegible] کو تسلیم
کرتا ہے کہ [illegible] ہے
تاکہ وہ ضروریات سے فاضل ہو تو وہ [illegible] کر لیں۔ [illegible] قرض دیں یا [illegible]
ہیں۔ جیسے کہ صنعت، تجارت میں سرمایہ لگائیں اور اس سے نفع کمائیں۔ جو کہ [illegible]
ہر کوشش کی اجازت دی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ سرمایہ ایک ہی جگہ [illegible]
[illegible] رہے۔ اور اس سے تو [illegible] ہو سکیں۔ [illegible]
[illegible]

[illegible]

۱۔ مال [illegible] کی صورت میں [illegible] شرعی حدود [illegible]
[illegible]

۲۔ قرض دینے کی صورت میں [illegible] سرمایہ واپس لے سکتے ہیں۔ کوئی سود نہیں۔

۱۵۔ اس طرح جائز اشیا کی تجارت و صنعت کو مذکر نے کی اجازت ہوگی۔

۱۶۔ نفع و نقصان کی صورت میں شرکت لازمی ہوگی۔

۱۷۔ مضر صحت و مزہ اخلاق ہونے کے کاروبار ممنوع ہوں گے۔

۱۸۔ ذخیرہ اندوزی جو بازار کی قطعاً اجازت نہیں ہوگی۔

۱۹۔ اشیاء کی قیمت اور حد درجہ زیادہ نفع خوری کی قطعاً گنجائش نہیں ہوگی۔

دنیا کے دیگر ملکوں میں اس قسم کی پابندیاں تو نہیں ہیں اور نہ ہی وہاں کے لوگوں کے مذہبی عقیدے کا تقاضا ہے۔

۲۰۔ منشور پر پابندی

[illegible] آغاز کرنے سے پیشتر اس کا پیش بندی کرتا ہے۔ اس کی خوبیوں [illegible] پورے طور پر یاب اور ان کا صدباب ہی ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد اس کا نمبر آتا ہے۔ اگر یہ آج کل کی طرح [illegible] پانچ سالہ اور شش سالہ یا سالانہ منصوبوں کا رواج عام نہیں تھا تاہم [illegible] ہیں کہ ملک کے [illegible] میں سرمایہ کی مدد سے [illegible] منصوبہ بندی سے سرمایہ [illegible] اور زرعی [illegible] کی [illegible] ہوتی ہیں کہ [illegible] منصوبہ بندی کی روشن مثالیں ہیں۔

۲۱۔ پیشہ کا انتخاب

[illegible] اپنی روزی کمانے کے لیے ہر وہ کام کرنے میں [illegible] جو قرآن سنت کی رو سے ناجائز نہ ہو۔ روزانہ پانچ وقت کی نماز، ہر سال زکوٰۃ کی ادائیگی، فریضہ حج کی تین بڑی شرائط ہیں، دوسروں کا حق منصوبہ بندی کی روشن مثالیں ہیں۔

قرآن مقدس

اسلام نے قرآن کو مقدس قرار دیا ہے اور یہ ایک ایسا جامع دستور
ہے جو انسان کی زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔ اس کی تعلیم کے مطابق
ہر مسلمان کو اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کی تلاوت عبادت ہے۔
اس کی آیات کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔
قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ہر انسان کو اپنے عقائد اور اعمال کے
لئے خدا کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ اس لئے ہر مسلمان کو
اپنے عقائد اور اعمال کی درستی کی فکر رہتی ہے۔

حدیث

حدیث کا لفظ عربی زبان میں کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔
اس کے معنی کلام، بات چیت، خبر، واقعہ، نئی چیز وغیرہ کے ہیں۔
اصطلاح میں حدیث سے مراد آنحضرت صلعم کے اقوال، افعال اور
تقریرات ہیں۔ تقریر سے مراد یہ ہے کہ آپ کے سامنے کوئی کام کیا
گیا ہو یا کوئی بات کہی گئی ہو اور آپ نے اس پر کوئی اعتراض نہ
کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی خاموشی بھی ایک طرح کی
رضامندی کا اظہار ہے۔

حدیث کے راوی صحابہ کرام ہیں۔ صحابہ کرام کی تعداد ایک
لاکھ سے زیادہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے آنحضرت صلعم سے
کچھ نہ کچھ حدیثیں سنی ہیں۔ ان حدیثوں کو صحابہ کرام سے
تابعین نے سنا۔ تابعین سے تبع تابعین نے سنا۔ اس طرح حدیث
کا سلسلہ چلتا رہا۔ ان حدیثوں کو جمع کرنے کا کام بہت بعد میں
شروع ہوا۔ اس کام کے لئے بڑے بڑے محدثین نے اپنی زندگیاں
وقف کر دیں۔ ان محدثین نے حدیثوں کو جمع کرنے کے لئے
بڑے بڑے سفر کئے۔ ہر حدیث کے راویوں کے حالات معلوم
کئے۔ ان کی سیرت اور کردار کی چھان بین کی۔ اس طرح
حدیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔

سنت

سنت کے معنی طریقہ کے ہیں۔ اصطلاح میں سنت سے مراد
آنحضرت صلعم کا طریقہ ہے۔ آپ کی زندگی کے ہر پہلو پر سنت کا
اطلاق ہوتا ہے۔ آپ کی عبادت، آپ کا رہن سہن، آپ کا
لباس، آپ کا طریقہ، آپ کی عادتیں، آپ کے مشاغل، آپ کی
ہر بات سنت کہلاتی ہے۔

سنت کا ماخذ حدیث ہے۔ حدیث سے ہی ہمیں آنحضرت صلعم
کی سنت کا علم ہوتا ہے۔

فقہ

فقہ کے معنی سمجھ کے ہیں۔ اصطلاح میں فقہ سے مراد
[illegible]

نظام میں خاص اہمیت ہے۔ ایک جانب اس کی بدولت قدرتی اشیاء معرض وجود میں آتی ہیں اور دوسری طرف محنت کنندہ کے معاشی حالات بہتر ہوتے ہیں۔ جس طرح اسلام نے دنیا کو متوجہ کیا ہے۔ اسی طرح گداگری سے بھی منع کیا ہے۔ رسول مقبول ہدایت فرماتے تھے۔ "کہ تم میں اس شخص کی بہت تعریف ہوتی ہے یہ بات کہ کوئی شخص رسی لے کر جنگل میں جائے لکڑی کاٹے اور اسے اپنی پیٹھ پر لاد کر بیچے اس کے لیے بہتر ہے کہ کسی شخص کے پاس جائے اور اس سے سوال کرے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ اسے کچھ دے یا نہ دے" (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ)

غرض اسلام کی تعلیمات کی رو سے مسلمانوں پر معاشی جدوجہد فرض ہے۔ چونکہ زمین سب کی ملک ہے اس لیے بلا شرکت کوئی شخص زمین کے کسی حصہ کو اپنے قبضہ میں رکھے تو یہ ملکیت درست نہ ہوگی۔ گویا اسلام کے نزدیک غیر مشروط اور غیر حقی ملکیت زمین بھی جائز نہیں اور استغلال کی شرط کے ساتھ غیر حقی ملکیت کا قائل ہے۔ روزگار کی تلاش ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ امیر ہو یا غریب رسول کریم نے کسی طور پر بھی تن آسانی کی تعلیم نہیں دی کہ اگر حقیر سے حقیر پیشہ بھی اختیار کرنا پڑے تو اس سے اجتناب نہ کیا جائے۔ اور ایمانداری سے کیا جائے۔

نیز یہ ہدایت ہے کہ صاف اور ستھرے پیشے اختیار کیے جائیں جن کی آمدنی حلال ہو اور جسے پر تمیز میسر ہو۔ قرآن کریم میں ہے:

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، شراب جوا، بتوں کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں ان سے پرہیز کرو" (المائدہ: ۹۰)

اسلام نے حصول رزق کی خاطر حلال اور جائز کاموں میں محنت کرنے کی تاکید کی ہے اور ہر کاموں سے منع کیا ہے۔ محنت جسمانی بھی ہو سکتی ہے یعنی کوئی شخص ہاتھ سے کام کرتا ہے، پوچھ سکتا ہے اور ذہنی بھی ہو سکتی ہے۔ اسلام نے اجارت کو تسلیم کیا ہے۔ اور محنت کرنے والوں کو متقی نے اپنا دوست بتایا۔ آنحضرت کا پیشہ آپ کی بکریوں کے ساتھ تھا۔ اگرچہ رزق بنانے میں سبب تاہم محنت کرنا ضروری ہے۔ قرآن میں ہے:

"اور اس کا احسان کہ جس نے تمہارے لیے دنیوی زندگی کی شان و شوکت کو جو ہم نے مختلف لوگوں کو اسے رکھی ہے۔ وہ تو جانچنے کے لیے آزمائش میں ڈالنے کے لیے دی ہے۔ اور تیرے رب کا دیا ہوا رزق حلال ہی بہتر اور پائندہ ہے۔ (طٰہٰ: ۱۳۱)

اسلام میں ہر بات کا تعین غائب ورسد کے تحت ہوتا ہے خواہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی جو چیز وافر ہے اس کی قدر کم ہوتی ہے۔ ایک شخص اپنے تمام وسائل پیش نفع و نقصان کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسری تمام ضروریات زندگی تسکین حاجات، اشیاء صرف کی بازاری قیمت، وقت کی رفتار، پیش آمدہ حالات وغیرہ کو ملحوظ رکھ کر اپنی ترجیحات قائم کرتا ہے۔ اس میں یہ تمام چیزیں اور ضروریات کسی نہ کسی تناسب سے آپس میں متعلق ہوتی ہیں۔ یہ تمام چیزیں ہر شخص پر جداگانہ اثر کرتی ہیں۔ یہ تمام چیزیں ایک دوسرے کو کبھی کبھی متاثر کرتی ہیں اور ایک دوسرے کو کبھی کبھی متاثر نہیں کرتیں۔ یہ دونوں حالتیں ہیں۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ ان میں ایک دوسرے کے ساتھ یا بیسیوں اور ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں۔ اگر دونوں میں سے کوئی بھی چیز ساتھ نہ ہو تو ہر ضرورت کے لئے علیحدہ علیحدہ ترجیحات قائم کرنی پڑتی ہیں۔ قرآن کریم نے حضرت شعیبؑ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ یا ہے حضرت شعیبؑ کے آباء نے۔ اور انہوں نے فرمایا:

"وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑ دیں یا اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف نہ کریں۔"

کردی۔

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔"

(بخاری)۔

آپ کی ضروریات کا تعین اس تعلق سے حضرت ثابتؓ کی روایت سے ظاہر ہے۔

وصال سے قبل آپ کے کفن کے لئے تین

"اسلام کا خیال رکھو اور ان لوگوں کے حقوق کا جو تمہارے زیر دست ہیں" (بخاری)۔

اس ہدایت کے نتیجہ میں مزدور کا اسلامی معاشرے میں جو وقار اور باعزت مقام ہے اس کی سب سے بہتر مثال قرونِ اولیٰ میں ملتی ہے۔ اور دنیا کا کوئی نظام ایسی شاندار روایت پیش کرنے سے عاجز ہے۔

دوسری طرف اسلام مزدور کو بھی کچھ احکام کا پابند بناتا ہے تاکہ محنت سے حقوق ادا ہو جائیں۔ مزدور ایک ایسا معاہدہ کرتا ہے جس کی پابندی سے صرف اپنا پیٹ بھرنے کے لیے نہیں کرتا ہے بلکہ اس کی عمل منزل خود آخرت کی بہتری ہے۔ قرآن مقدس میں ہے:

"اے ایمان والو! معاہدوں کو پورا کرو" دوسری جگہ فرمایا ہے:

"بہتر ہے جو وعدہ ہے جو تقویٰ پر مبنی ہو اور اللہ سے ڈرتے ہو۔ اپنے [illegible]

پکائے اس میں اسے بھی دو۔

"حضرت [illegible] سے کہا کہ میں نے کھانا پکایا، کھانے کے [illegible] تو ایک [illegible] ایک [illegible] دے دیئے [illegible] اس نے محنت کی ہے [illegible] اس نے کھانے میں [illegible] اس نے محنت برداشت کی، اور [illegible] کی کوشش کی [illegible]

"[illegible] کرنے والے کو اس کے کام میں سے کچھ [illegible] دو کیونکہ [illegible]

ان احادیث سے یہ ثابت ہے کہ مزدور کو منافع میں بھی شریک ہونا چاہیئے۔

۱۰۔ سرمایہ کا استعمال [illegible]

سرمایہ کی [illegible] بڑی اہمیت ہے کیونکہ اس کے بغیر کوئی قوم بامِ ترقی [illegible] پر فائز ہو سکتی ہے مگر سرمایہ کا استعمال دوسری قوموں سے مختلف ہے

محض [illegible] کی وجہ سے سرمایہ [illegible] کرنا منع اور مذموم فعل ہے۔ اس لیے بار بار [illegible] کی گئی ہے۔ تاکہ چند ہاتھوں میں [illegible] نہ ہو جائے جس پر [illegible] اشیاء نے صرف پر کیا ہے۔ ایک وہ ہیں جس کے ذریعہ اشیاء خود صرف ہوتی ہیں۔ سرمایہ [illegible] کے لیے پیدا کیا ہے یا [illegible] زمین یا [illegible] کی [illegible] کی ہے جس [illegible] کو اپنے [illegible] کا اختیار حاصل ہے [illegible] اپنے [illegible] نہیں [illegible] اسلام میں [illegible] سرمایہ کی [illegible] ہیں [illegible] جتنا [illegible] پسند نہیں [illegible] جتنا

کرتوں ہو اور اس کے پاس [illegible] تو اس سے زکوٰۃ کم کر دیتی ہے یا زکوٰۃ
کر زکوٰۃ اسے ختم کر ڈالے (ترمذی)۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آئین تقسیم دولت

(۵) اعزا و احباب کی اہمیت

کا حقیقی توازن قائم رکھ سکتی ہے۔

(طبری)۔

[illegible] آیا اور وفات تک یہاں ہی کرتے رہے۔

[illegible] کے بڑوں کی ترتیب کا سبب یہ پیش آیا کہ جن کے گورنر پاس [illegible] حضرت عمرؓ آئے بڑی تعداد گردانتے ہوئے [illegible] کرنے اور [illegible] دیا کہ بڑوں کی ترتیب دی جائے جن میں لوگوں کے نام [illegible] سے متعلق روزینہ کا تذکرہ ہو اور روزینے کا معاملہ ماہوار ہو جائے۔

حضرت علیؓ نے جب یہ سنا تو بہت کراہت محسوس کی اور فرمایا:

"لوگو! یہ مال کثیر آیا ہوا ہے پس گر یہ ہوتا ہو تو میں نہ سنے نا پ کر تقسیم کر دوں اور گنتی ہی خوب ہو تو گن کر دوں۔ وگرنہ یہ مرتبہ ہو کہ روز کر کے دوں تو اس بات کو کر دوں۔ قوم میں سے ایک شخص کہنا ہو کہ کیا امیر المومنین لوگوں کے لئے کوئی ترتیب کر دیتے تاکہ کون سے سابق و [illegible] جو کہ میں حضرت عمرؓ نے اس بہت پسند فرمایا۔" (کتاب الخراج)۔

[illegible] اگر آپ کہ روپیہ کی مقدار وہ ہے جو بنا رہتا ہو تو میں سے [illegible] کہ اس میں [illegible] کہ [illegible] کی وجہ سے اس کا پھر [illegible] ہوا ہو۔ (کتاب الخراج)۔

[illegible] کا مسئلہ ہر حکومت میں ہوتا ہے [illegible] کی اتنی اہمیت کیوں ہے؟ [illegible] یہ سب کہ سرمایہ [illegible] کیا جاتا ہے کہ سرمایہ کی ترقی کی کیا صورت ہے؟ اور کس [illegible] وزن دور کرنا [illegible] کہ [illegible] ہو [illegible] میں ہر کارخانہ [illegible] کے لیے کیا تیار [illegible] کیا [illegible] کہ [illegible] کہ [illegible] کہ

اسلام بمقابلہ سرمایہ داری نظام

اسلام	سرمایہ داری
۱۔ اسلام میں مقصود آخرت کی زندگی ہے اور دنیوی زندگی کو آخرت کی کھیتی کہا گیا ہے مگر طرز زندگی ایسا دیا گیا ہے جس میں آخرت کی بہتری کے ساتھ دنیوی زندگی کی بہتری خود بخود حاصل ہو جاتی ہے۔	۱۔ اس میں آخرت کی کوئی جگہ نہیں، اس میں دنیوی زندگی کی بہتری ہی مقصود ہوتی ہے۔ حالانکہ دنیوی زندگی کے ساتھ آخرت کیسے بنتی ہے جس نے اگر رہنا ہے اور یورپ کے سرمایہ دار بڑے نام سے مذہب کو مانتے ہیں اس میں عقیدہ آخرت نہ ہونے کے برابر ہے۔
۲۔ اسلام میں روح اور مادہ دونوں کے حقوق ادا کئے گئے ہیں اور دونوں کے حقوق میں توازن رکھا گیا ہے۔	۲۔ سرمایہ داری نظام میں مادی منفعت پر زور دیا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں روح کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ حالانکہ نظری حد تک وہ بھی مانتے ہیں کہ انسان کے ساتھ روح لگی ہوئی ہے۔
۳۔ اسلام میں اکتساب مال کی آزادی ہے۔ مگر پابندیوں کے ساتھ۔	۳۔ سرمایہ داری نظام میں اکتساب مال پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔
۴۔ اسلام نے فرد کو انفرادی آزادی دی ہے مگر حدود و قیود کے ساتھ۔	۴۔ اس میں بے لگام آزادی دی گئی ہے۔
۵۔ اسلام میں جہاں کہیں انفرادی مفاد سے اجتماع کے لئے نقصان دہ ثابت ہونے لگے، تو حکومت دخل دینے کی مجاز ہے۔	۵۔ اس میں کسی بھی سرمایہ دار کو [illegible] دخل نہیں دے گی۔ اس کی حیثیت منصف یا پولیس کی سی ہوتی ہے۔
۶۔ اسلام میں تبذیر کی ممانعت کرنے اور خرچ کرنے کا ایک پیمانہ دینے سے دولت کی گردش بڑھتی ہے برکت ہوتی ہے۔	۶۔ [illegible] پیدا کرنے میں لگانا دراصل سرمایہ داری کی جڑ ہے۔

۸۔ سرمایہ داری نظام کا دوسرا بڑا عیب اس کی سنگدلی ہے

۸۔ سرمایہ داری نظام کا دوسرا بڑا عیب یہ ہے کہ

۸۔ سرمایہ داری میں، مزدوروں کے معنی یہ ہیں کہ

۹۔ سرمایہ داری نظام میں، پیداوار کرنے کی ترتیب

سوشلزم

۱۔ سوشلزم کے بنیادی اصول

۲۔ سوشلزم میں تمام

۳۔ سوشلزم میں تمام

۴۔ سوشلزم میں تمام

۵۔ سوشلزم میں تمام

۶۔ سوشلزم کا بنیادی

پر لایا جائے مگر نہیں رکھا گیا۔

۷۔ اسلامی معاشرت میں آزادی رائے پر حق تنقید اور حق قریاد حاصل ہوتا ہے۔

۷۔ سوشلسٹ معاشرے میں تمام شہریوں کو زبان بندی ہے۔ ہر قسم کی تنقید میں بنانے کا حق اور آزادی تنقید کا حق نہیں ہے۔

۸۔ اسلامی معاشرت کا ہر فرد اور ہر فرد اور آزادانہ روزی کما سکتا ہے۔

۸۔ سوشلسٹ معاشرے میں روزی آزادانہ پیشہ چننے کا حق نہیں ہے

۹۔ اسلامی اخلاقی قدر کی حیثیت رکھتی ہے۔ والدین کے حقوق بھی ہمسائے کے حقوق ہیں۔

۹۔ اس میں سرے سے اخلاقی قدر کی حیثیت ہی نہیں ہے۔ والدین کا حق حکومت کا ہے۔ والدین کا حق حیثیت رکھتے ہیں باقی جہاں تک ہمسائے کا سوال ہے اس کا وجود نہیں۔

۱۰۔ اسلام میں عورت کا مالی بوجھ رشتہ دار مردوں کے کاندھے پر رکھا گیا ہے۔

۱۰۔ اس معاشرے میں عورت اپنا بوجھ خود اٹھاتی ہے اور عورت پر اس سے متعلق نہیں۔

۱۱۔ اسلامی معاشرے میں اقتدار اور اخلاقی اقدار ہم آہنگ ہیں۔

۱۱۔ سوشلسٹ معاشرے میں اخلاقی اقدار کو اقتدار کے تابع ہونا چاہیے جب کہ اس معاشرے کا مقصد ہی کشمکش ہے۔

۱۲۔ اسلامی میں حکومت کو مطلق العنان اختیار حاصل نہیں ہوتے جس پر کوئی پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔

۱۲۔ سوشلسٹ معاشرے میں حکومت کو لامحدود اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

(۱۵)

باب

اسلامی حکومت کے ذرائع آمدنی

اسلامی حکومت کو نشو و نما سے چلانے اور رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے ترقیاتی منصوبوں کا سرانجام دینا بغیر کثیر آمدنی کے ممکن نہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں آمدنی کے بہت ذرائع ہیں مگر جب ہم اسلامی حکومت کے دستور پر نظر دوڑاتے ہیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ذرائع بھی ایک شاندار حکومت کے لیے کافی ہیں۔

مولانا محمد حفیظ الرحمٰن نے اپنی کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" میں ذرائع کی خوب وضاحت کی ہے۔

مسلمانوں کی مملوکہ اراضی سے ایک بڑے حصہ کی سالانہ مال گذاری شرعاً واجب ہے۔ زمینوں کی سالانہ مال گذاری کا نام خراج ہے۔ اسی طرح سرکاری رقبہ کی آمدنی کرایہ، لگان، کے نام سے موسوم ہے۔ مسلمانوں کے اموال نقود، تجارت اور بارش کے پیداوار پر عائد شدہ سالانہ زکوٰۃ اسلامی خزانہ، اور غیر مسلم رعایا کی جزیہ جات کے سبب اور زمینوں پر عائد شدہ عشر کی رقم بھی اسلامی خزانہ میں جمع ہوتی ہے۔ نیز تجارت سے حاصل شدہ مال پر جو محصول لگایا جاتا ہے، اور جنگ کے ذریعہ حاصل شدہ مال غنیمت کہلاتا ہے۔ معدنیات اور چشمہ، خزانہ، کان کی مقررہ رقم بھی اسلامی خزانہ میں جمع ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے ہر قسم کے تحفوں، ڈیوٹی کو عشور کہا جاتا ہے۔ ان تمام ذرائع سے حاصل شدہ رقوم کا خزانہ سرکاری معدنیات فروخت کرنے کے علاوہ مختلف ذرائع آمدنی اموال وقف سے حاصل ہوتی ہے۔

اب ہم ان ذرائع آمدنی کی تشریح کرتے ہیں۔

---

۱ صفحہ

ہے۔ اس لیے اگر مشرقی زمین ندی، تالاب یا دریا سے سیراب شدہ ہے یا بارانی ہے یعنی صرف بارش کے پانی سے سیراب ہوتی ہے۔ تو اس زمین کی پیداوار سے دسواں حصہ لیا جاتا ہے۔ اور اگر یہ ہی ہو یعنی کنوئیں کھود کر پانی دیا گیا ہو تو بیسواں حصہ وصول کیا جاتا ہے۔

عشر کے وجوب کے لیے قرآن کریم میں حکم ارد ہے:

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۔ اور تم ادا کرو پیداوار زمین کا حق جس دن کاٹو۔

اور حدیث میں تفصیل یوں ہے:

نبی کریم نے فرمایا جن زمین کی سیرابی بارش، چشموں یا ندیوں سے ہو اس کی پیداوار کا دسواں حصہ دیا جائے۔ اور جن کو پانی کھینچ کر دیا جائے اس سے بیسواں حصہ لیا جائے گا۔ گزارنے کی غرض سے داخل ہو تو نصف عشر لگا۔ جیسا کہ کنوئیں، نہریں، ٹیوب ویل وغیرہ۔ کیونکہ زائد خرچ آتے ہیں۔

۳۰۔ خراج = مال غنیمت

جن ممالک یا علاقوں پر اسلام کا غلبہ ہو جائے اور غیر مسلم رعایا سرزمین مملکت وہاں کی رہنے والی ہو کے باشندے رہنے دیے اور ان غیر ملکوں سے صلح ہو گئی ہو اور وہ اسلامی حکومت کے زیر دفاع داخل ہو کر ذمی بن گئے ہوں ان کی زمین خراجی کہلاتی ہے۔ اور اس پر جو محصول لگایا جاتا ہے اسے خراج کہتے ہیں۔ بعض فقہاء جزیہ اور خراج دونوں کو ایک ہی مد سمجھتے ہیں کہ خراج اور جزیہ دونوں ایک ہی مد ہے۔

اس سے بیت المال حکومت کو کافی آمدنی ہوتی تھی۔ مگر یہ آجکل وہ حیثیت نہیں رہی۔ اور نہ ہی اس کی ضرورت حکومت کو حاصل ہے۔

۳۱۔ جزیہ

اہل کتاب اور مشرکین جو مغلوب و مقہور ہو کر اسلامی اقتدار کو تسلیم کر لیں اور تھوڑا سا ٹیکس ادا کرکے اس شرط پر زیر اقتدار رہنے کی حکومت سے درخواست کریں اور حکومت ان کی درخواست کو منظور کر لے تو ان سے جو ٹیکس وصول کیا جاتا ہے اسے جزیہ کہتے ہیں:

"ان لوگوں سے جنگ کرو جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جسے حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں دین حق کو:"

اسی طرح مزید فرمایا گیا:

[illegible] جو اس کتاب [illegible] کرو اور اپنے ہاتھ سے زمین کھودو [illegible]

(۶) زکوٰۃ

زکوٰۃ کی ذمہ داری بھی سابقہ [illegible] اسلامی حکومت کی آمدنی کا بنیادی ذریعہ زکوٰۃ کی وصولی ہے۔ ہر صاحب نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اس کا ریٹ ۲½ فیصد مقرر ہے۔

سورۃ اعراف میں یوں حکم آیا ہے: "اور میری رحمت ہر شے پر حاوی ہے تو میں اس کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو خدا سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔"

اسی طرح سورۃ روم میں فرمایا گیا ہے: "اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دیتے ہو تو ایسے ہی لوگ اپنے مال کو بڑھاتے ہیں، دوگنا کرنے والے ہیں۔" چونکہ زیورات پر بھی زکوٰۃ لگتی ہے۔

(۵) مصارفات و خیرات

زکوٰۃ کے [illegible] کچھ اجتماعی حقوق ہیں۔ اسلام اس [illegible] میں [illegible] کی ترغیب دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں کتب احادیث میں تفصیلات موجود ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

[illegible] اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ [البقرۃ: ۱۹۵]

اس سلسلہ میں ایک اور جگہ فرمایا ہے:

"[illegible] ان کے مالوں میں [illegible] کا حق ہے۔" [الذاریات: ۱۹]

[illegible]

کو فئ کہا جاتا ہے۔

"اور جو (مال) اللہ نے ان سے اپنے رسول کے ہاتھ لگوا دیا تو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ مگر اللہ جس پر چاہتا ہے اپنے رسولوں کو غالب کر دیتا ہے اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔"

فئ

مال غنیمت کی تقسیم اور زکوٰۃ، دفینہ اور کانوں سے نکلے ہوئے سونے اور پانی وغیرہ سے خمس وصول کرنے سے پہلے ان میں سے پانچواں حصہ نکالنا ضروری ہے اور یہ حکومت کے بیت المال (سرکاری خزانہ) کا حق ہے قرآن مقدس میں ارشاد ہے۔

"اور جو کچھ تم کو کسی چیز سے حاصل ہو تو مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ کا ہے اور رسول کے لیے اور اس کے قرابت داروں کے یتیموں اور محتاجوں کے لیے ہے۔"

بخاری شریف میں ایک حدیث ہے: وفی الرکاز الخمس، آپ نے فرمایا رکاز میں خمس واجب ہے۔

آنحضرت سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ رکاز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا چاندی جو اللہ نے زمین کو پیدا کرتے وقت زمین کے اندر ودیعت کر دیا ہے۔

نواب و خزانہ

[illegible] ۔ لیکن اگر بیت المال کے یہ مذکورہ بالا ٹیکس ان ضروریات کے [illegible] ہوں ۔ یا ہنگامی اہم اجتماعی ضروریات ان کی تحصیل سے فاضل آمدنی کے بغیر [illegible] تو وقتی تحصیل ([illegible]) اغنیاء [illegible] پر نافذ کیے جا سکتے ہیں۔

[illegible] گریبت المال کا خزانہ اور مال فئے [illegible] ضروریات کو پورا کرنے کے [illegible] سلطان عن ذات [illegible] فرماتے ہیں کہ یہ آیت اپنی نوعیت کے ساتھ [illegible] کی دلیل بن سکتی ہے:

[illegible] لفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم وأموالهم [illegible] فرق جو حق پر ہیں وہ [illegible]

حضرت ابو عبید بن [illegible] فرماتے ہیں کہ تیرہ سو میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی [illegible] حقوق ہیں۔

حضرت [illegible] کہتے ہیں بے شبہ تمہارے دولتمندوں کے مال میں اس قدر حق فرض کر دیا [illegible] جس قدر کہ ان کے فقراء کو کفایت کرتے ہوں۔ پس اگر [illegible] ہو گئے اور [illegible] کتاب میں فرض کی ہے کہ انہیں اس فرض کی [illegible] ہیں۔

[illegible] کی ضرورت پیدا کرنے کے لیے [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] اور دوسرے [illegible] کے لیے [illegible] کی [illegible] کی [illegible] ہیں [illegible] کی [illegible] کی [illegible] ہیں [illegible]

فقہاء نے دو قسمیں بتائی ہیں:۔

۱۔ [illegible] جو [illegible] پر نافذ کیے جائیں۔

ب۔ [illegible] جو [illegible] ہر حق [illegible] ہوں۔

[illegible] کی [illegible] کے نزدیک [illegible] چاہیے [illegible]

۱۔ آراضی خراجی

[illegible] کے بیٹے دے دیتا ہے۔ [illegible] اس شدہ محاصل کا نام [illegible] سرکاری [illegible] سے [illegible] جو [illegible] بکثرت [illegible] ہیں [illegible] جو وارث ہو کر

بیت المال کی جانب منتقل ہو جائے اور دیانتدارانہ تشخیص کے بعد واقعی مستحقین پر کہ اجیروں کو بھی نفقہ پر دی جائے۔

(۱۵) عشور

ایران اور روم کی سلطنتوں کا دستور تھا کہ جب کوئی مسلمان تاجر ان کی سرحد میں تجارت لے کر داخل ہوتا تو وہ اس سے متعدد محصول اکسٹرڈیوٹی وصول کرتے تھے۔ وہ سال میں متعدد مرتبہ آمد و رفت رکھتا تو ہر دفعہ اسی قدر رقمیں ادا کرنا پڑتا تھا۔ مگر جب غیر مسلم ارباب تجارت سے کر اسلامی ممالک میں آتے تو وہ ایسے محصول سے بری رہتے۔ اس حرکت گویا مسلمانوں کو تجارتی خسارہ تھا اور غیر مسلم اس نقصان سے محفوظ تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں یہ سئلہ پیش ہوا۔ آپ نے تمام رؤسا و سرحدی حاکموں کو تحریر فرمایا کہ تم بھی مسلمان تجارت پر اسی قدر ٹیکس لیا کرو۔ اور نہ صرف غیر مسلموں سے بلکہ جو مسلمان یا ذمی بھی دارالحرب اور دارالاسلام کے درمیان تجارتی کاروبار کو جاری رکھتے ہیں ان سے بھی محصول لیا جائے مگر سارے سال میں ایک مرتبہ صرف ایک بار محصول کیا جائے چاہے وہ کئی بار گزرے۔ نیز مسلمان، ذمی، کافر، ان کے درمیان محصول کی مقدار میں تفاوت و تبعیض نہ ہو۔ مزید برآں یہ مال دو سو درہم یا بیس مثقال قیمت سے کم نہ ہو، ورنہ محصول معاف ہوگا۔ یہ مسلمانوں کے مال تجارت میں سے ہے جو عشور یا ذمی وغیرہ کے سبب تجارت میں سے دیوان زکوٰۃ کے مال سے وصول کیا جاتا تھا۔

(۱۱) اموالِ فاضلہ

بیت المال کی ملک قرار دی جائیں جن کے مالک کا پتہ نہ چلتا ہو۔ مثلاً اگر کسی مسلمان یا ذمی کا انتقال ہو جائے اور وہ لاوارث ہو تو اس کا مال بیت المال میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ذمی بغاوت کرے یا کوئی مسلمان مرتد ہو کر دارالحرب کو فرار ہو جائے تو ان کا سارا مال ضبط ہو جاتا ہے۔ (بدائع الصنائع)

(۱۲) اوقاف

یہ وقف کی جمع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا ایک بہترین وسیلہ ہے۔ اسی لیے اسلام نے اس کی زبردست ترغیب دی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اس کا اجرا کر کے اسلامی معاشرہ کو بہت زیادہ مستحکم اور مضبوط بنا دیا ہے۔ ارباب اوقاف کی شب و روز خدمات کا دائمی نقش ہمارے سامنے ہے۔ کہ ایک شخص اپنی پیدا کردہ یا دیگر جائز ذرائع سے حاصل کردہ ثروت کا کچھ حصہ اپنی ضروریات سے فاضل سمجھ کر اس کی محبت اور سرمایہ کی فراہمی کی ہوس اکثر و بیشتر اس کو حاجتمندوں کی امت کی

طرف رجوع نہیں کرنے دیتی۔

اسلام اہل ثروت کے اجتماعی حقوق سے تغافل کو دور کرنے، اخلاق حسنہ کی نشوونما پیدا کرنے کے لیے بار بار توجہ دلاتا ہے کہ ان کی زائد از ضرورت دولت کو کار خیر میں صرف کرنے کی بجائے صحت و تندرستی اور ہوش و حواس اپنی اس پونجی کا ایک حصہ صدقہ جاریہ یا وقف کر دے۔

چنانچہ قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے:۔

"تم ہرگز خیر اور بھلائی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک (خدا کی راہ میں) اس چیز کو خرچ نہ کرو جو بہت سے سب سے پیاری اور محبوب ہے۔" (آل عمران)

نبی کریمؐ نے اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں آپؐ نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے تمام اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔ مگر تین مستثنیٰ ہیں ایک صدقہ جاریہ۔ دوسرا علم۔ اور تیسرا نیک لڑکا جو اس کے لیے دعا گو رہے۔ (مسلم)

جب آیت مذکورہ نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہؓ نے کھجوروں کا باغ وقف کر دیا۔ آپؐ نے حسرین بن ثابت، اسکے نام پر وقف کرنے پر حضرت عمرؓ نے اس شرط کے ساتھ صدقہ کر دیا کہ اس زمین کی خرید و فروخت نہ کی جائے نہ وراثت میں دی جائے نہ ہبہ کیا جائے۔ بلکہ فقراء قرابا، غلاموں کی آزادی، کار ہائے خیر، مسافروں اور مہمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ یہ بھی جائز ہے کہ متولی خود بھی مناسب روزینہ لے سکتا ہے اور ذخیرہ کے بغیر پھل دوست کو بھی کھلا سکتا ہے (بخاری، مسلم، ترمذی)۔

[illegible] سے زائد رہتا ہے جو اس وقف کے ذمہ ہوں۔ وقف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وقف علی [illegible] اور وقف خیری [illegible] اہل و عیال و اقربا۔ کے لیے ہوتا ہے اور امور خیریہ کے لیے ہوتا ہے۔ مگر وقف خیری میں امور خیریہ کے لیے کیا جاتا ہے تاہم تابید شرط ہے۔

قانون وقف میں سب قسم کی جائیداد وقف بک ہی حکم رکھتی ہیں۔ البتہ وقف علی [illegible]

دیئے گئے ہیں۔ تبذیر، اسراف اور اضاعت مال سے فرد کے اپنے معاش متاثر ہوتے ہیں، اور اجتماع کا بھی نقصان ہوتا ہے۔ اپنے مال میں اس طرح کے غلط اور مفید تصرفات کرنے، نفع سلامتی کی نظر میں اور مفسد قرار پاتا ہے۔ اس کے خرید و فروخت اور انتقال ملکیت کے حقوق پر پابندی عائد کر دی جاتی ہے۔ اس اصول پر فقہ اسلامی کے چاروں مکاتب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کا اتفاق ہے۔ حنفی مکتب فقہ میں اگرچہ مختار قول یہ بھی ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک سن عاقل و بالغ آزاد شخص پر تبذیر و اضاعت مال کی بنا پر حجر کرنا درست نہیں۔ لیکن جمہور فقہا اسے تبذیر و صرف اور ضائع کرنے کی بنا پر حجر کے قائل ہیں۔

لغت میں حجر کے معنی ہیں روکنا، منع کرنا اور شریعت میں اس کے معنی کسی شخص کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دینا ہے۔

اور اشد سال میں حد بلوغ کا نام ہے۔ فاسق آدمی کو اپنے مال میں کسی ناجائز کام کے لئے تصرف کرنے سے، مثلاً شراب یا آلات ہو خریدنے میں یا اس مال کو فساد پیدا کرنے کا ذریعہ بنانے سے روکنا شرعاً درست ہے۔ یہ شخص اپنے مال میں تبذیر اور اس کے بغیر کسی فائدہ کے ضائع کرنے کا مرتکب ہوتا ہے۔

اور رشد کے معنی ہیں مالک اپنے مال کو بیفائدہ کاموں میں صرف ہونے سے بچائے۔ مثلاً حرام اشیاء اور آلات ہو کے خریدنے سے روکنا اور شراب خریدنے سے اور اس مال کو فساد کا ذریعہ بنانے سے روکنا۔ اس طرح رشد قرار پائے گا یہ کہ یہ شخص مال کو تبذیر اور بیفائدہ کاموں میں ضائع کرتا ہے۔

جب کوئی مالک مسلمان ایسے تصرفات کرے جو کہ بعض اوقات ملک کے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوں اور اسلامی نقطہ نظر سے تو ان کے لئے خطرناک ہوں تو ریاست کو اس کے ناجائز تصرفات پر پابندی عائد کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ اس اختیار کے تحت ریاست کو اشیاء اور آلات کی خرید و فروخت کی مناسبت سے متعین کرنے کا بھی حق ہے۔ اس بات کی پوری گنجائش ہے کہ ایسے افراد جو بعض مدت میں پاگل ہو جانے سے یا مکمل روک دیا جائے یا بعض تصرفات پر مال صرف کرنے سے جن کے لئے ریاست کی اجازت ناگزیر ہو، کنٹرول کیا جائے، یا متعلقہ ملکیت سے متعلق ہدایات ریاست کی اجازت تابع ہوں۔ ایسے ہی زندگی میں تبذیر اور صرف اضاعت مال کی بعض ایسی صورتیں ہیں جن پر پابندی عائد کرنا ہر کسی کا حق ہے۔ کوئی شخص اپنے ذاتی استعمال کے لئے متعدد قیمتی کاریں رکھتا ہے یا بڑا دولت صرف کر کے عالیشان کوٹھیاں تعمیر کرتے یا تفریحات میں آتش بازی وغیرہ پر مال خرچ کرتے ہیں

ذرا دیر ہوئے۔

اس حکمت کی پابندیوں کی مثال خلفاء راشدین کے زمانے میں بھی ملتی ہے جب کوفہ کا شہر بسایا گیا تو پہلے بانس اور [illegible] کے مکان بنائے گئے پھر آگ لگ جانے سے بہت سے مکان برباد ہو گئے تو حضرت سعد نے حضرت عمرؓ سے اینٹوں کے مکانات تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت عمرؓ نے اجازت تو دے دی لیکن یہ بھی حکم دیا کہ ایک دو تین سے زیادہ مکانات تعمیر نہ کرے اور بہت اونچی اونچی عمارتیں نہ بنائی جائیں۔ اس بارے میں اعتدال کی راہ اختیار کی جائے۔ ظاہر ہے کہ ساحل مکران کی فردنی اور بیت کے مقابلہ میں معیار زندگی میں تبدیلی کے سبب فنی ترقی کے اس دور میں تعمیر کے سلسلہ میں اعتدال کی روش کی تعین چودہ سو برس پہلے کے پیمانوں پر نہیں کی جا سکتی۔ لیکن حضرت عمرؓ کی مثال سے یہ بات ضرور حاصل کی جانی چاہئے کہ عمارت اور تعمیر کے بارے میں اعتدال کی روش اختیار کرنی چاہیئے اور اگر افراد معاشرہ میں حد اعتدال سے تجاوز کا رجحان پایا جائے تو ان پر پابندی عائد کی جا سکتی ہے۔

(۲۰) احتساب

سعودی عرب کا نظام حکومت، جو قرآن و سنت کے بنیادی اصولوں پر مبنی ہے، اس کی تاریخ میں ایک ایسا دور بھی گزرا ہے جو شریعت کی تاریخ میں بڑا ہی ممتاز مقام رکھتا ہے۔ یہ دور ہے جس تاسیس زندگی کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اس دور کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ سعودی حکومت نے سعودی عرب کے تمام علاقوں میں احتساب کا ایک مستقل نظام قائم کر دیا تھا۔ [illegible] جس کا نام [illegible] اس شعبہ کا کام یہ تھا کہ [illegible] کو [illegible] یا [illegible] کا [illegible] [illegible] [illegible]

تسعیر:

[illegible] بھی مجروح ہوتا ہے۔

ذیل کی حدیث میں یہ بات سامنے آتی ہے۔

[illegible] ہے، روایت ہے کہ ایک آدمی نے آکر یہ کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ اشیاء کے نرخ مقرر کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ میں دعا کروں گا (کہ نرخ ارزاں ہو جائیں) پھر ایک دوسرا آدمی آیا اس نے بھی یہی کہا۔ اے رسول اللہ نرخ مقرر کر دیجئے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ ہی نرخ گراتا اور بڑھاتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے حضور اس حال میں حاضر ہوں کہ میرے اوپر کسی پر ظلم کرنے کا [illegible] ہو۔

انس سے روایت ہے کہ لوگوں نے یہ کہا کہ اے اللہ کے رسول نرخ گراں ہو گئے ہیں۔ لہٰذا آپ نرخ مقرر کر دیجئے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ ہی نرخ مقرر کرنے والا تنگی پیدا کرنے والا خوب کشادگی کرنے والا اور رزق عطا کرنے والا ہے۔

[illegible] حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ پیداوار کی کمی اور زیادتی اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اشیاء خورد و نوش کی ارزانی یا گرانی اس پر منحصر ہونے کے سبب مرضی کے تابع ہے۔ قدرتی عوامل کے نتیجہ میں اشیاء گراں ہو جائیں تو ان کے نرخ متعین کرنا ان کے پیدا کرنے والوں پر زیادتی کرنے کے مترادف ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں جمہور کا مسلک فقہ کے نزدیک تسعیر مستقلاً ناجائز ہے، چنانچہ حنفی فقہاء [illegible] ہیں:

[illegible] کو یہ اختیار نہیں کہ وہ لوگوں کے لئے اشیاء کے نرخ مقرر کر دے کیونکہ نرخ اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور امام شافعی کا مسلک ہے۔

مزید محاصل:

[illegible] یہ ہے کہ ضرورت تین مختلف طریقوں سے پیدا ہو سکتی ہے۔ ایک یہ کہ شہری [illegible] ریاست کے بنیادی [illegible] دوسرے [illegible] تیسرے [illegible] اور [illegible] کے [illegible] پورے کرنے کے [illegible] زیادہ [illegible] کو معمولات خرید [illegible] ہے۔

[illegible] یہ [illegible] تیسری [illegible] ہے۔ [illegible] ریاست کی [illegible]

ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرہ کے اندر تقسیم دولت میں پائی جانے والی ناہمواری کو دور کرے اور عوام کی زندگی کا معیار بلند کرے۔ اس مقصد کی خاطر سماج کے ان افراد پر جن کے پاس بہت زیادہ دولت مرتکز ہو کر فساد پیدا کرنے کا سبب بن رہی ہو۔ مندرجہ ذیل میں دوسرے سیاسی اور سماجی مصالح کا بھی ذکر کیا جا سکتا ہے جن کے تحفظ کو یکطرفہ مزید محاصل عائد کرنا بھی ہو سکتا ہے۔

مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر اسلامی ریاست کو اپنے شہریوں پر مزید محاصل عائد کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ خلفائے راشدین کی زندگی اور رسول خدا کی احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زکوٰۃ سے اجتماعی ضروریات کی تکمیل کے لئے مقررہ زکوٰۃ کے علاوہ مزید محاصل عائد کیا جا سکتا ہے۔

ابن حزم نے لکھا ہے کہ کفایت عامہ کے لئے اگر زکوٰۃ اور فئے کی آمدنی کافی نہ ہو تو مالدار افراد پر مزید محاصل عائد کئے جائیں گے۔

ہر علاقہ کے مالدار افراد پر فرض ہے کہ وہ اپنے غریب لوگوں کی کفایت کریں۔ اگر زکوٰۃ و فئے کی آمدنی اور سارے مسلمانوں کی فئے اس کے لئے کافی نہ ہو تو مسلمان ان کو لیسار کرنے پر مجبور کریں تاکہ ان کے پاس اتنے مال کا انتظام کیا جائے تاکہ جس سے کہ وہ بقدر ضرورت غذا حاصل کر سکیں اور سردی جاڑے میں کافی لباس اور ایک ایسا مکان جو بہت بارش کرنی، دھوپ اور درندوں کی شکروں سے محفوظ رکھ سکے۔

اموال فاضلہ کا مطالبہ

عام حالات میں جبکہ عوام کی مالی ضروریات شرعی محاصل کی آمدنی سے پوری ہو سکتی ہیں مسائل مزید محاصل عائد کرنے پر ہی کی جا سکتی ہیں سے پیدا ہونے والی ضروریات بھی پیدا ہو سکتی ہیں جن میں ان طریقوں سے بچاؤ ممکن نہ ہو۔ مثلاً قحط، عام سیلاب یا کسی دوسری آفت کی وجہ سے غذا یا بنیادی ضروریات کے دوسرے سامانوں کی قلت یا جنگ میں ریاست کو اچانک طور پر غیر ملکی کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ ایسے ہنگامی حالات میں اسلامی ریاست کو یہ بات کی اجازت ہوگی کہ وہ اپنے صاحب ثروت شہریوں سے ان کی ضرورت سے زائد دولت کا مطالبہ کرے تاکہ جماعت کو ہلاکت سے بچایا جا سکے۔ جماعت کی ضرورت جو کہ دشمنوں کے تسلط یا قحط سے پیدا ہونے والی ہلاکت کو روکنے کے لئے ہو، خود صاحب ثروت لوگوں کو بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں ان کے مال کا ناقص ہے اس خطرے کو دور کیا جائے گا جو ان کی زندگی کے لئے ہے اور ایسے حالات میں جبکہ زندگی خطرہ میں ہو اس کے تحفظ کے لئے ان کی جائیداد کو ہلاکت

میں ڈالنا ہے۔

ہر مسلمان کو زندگی میں افراد سے ان کی ضرورت سے زائد مال کو قانوناً حاصل کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ہر موقعہ پر جب بھی اس کی ضرورت پیش آئی آپ کی خدائی اپیل پر افراد نے حسب ضرورت مال حاضر کر دیا۔ نبی صلعم کے زمانہ میں کسی قسم کی پہلی بڑی ضرورت، اس وقت پیش آئی جب مکہ سے سینکڑوں مسلمان ہجرت کر کے مدینہ خالی ہاتھ آ گئے۔ آپ نے ہر مہاجر کو مدینہ میں رہنے والے صاحب استطاعت انصار کا بھائی بنا دیا۔ یہ غیر معمولی حالات تھے جن میں آپ نے اختیار کرنے کی مثال مثال ہے۔

سوائے ان حالات کے افراد کو یہ بھول جانا چاہیئے کہ ان کے پاس جو زائد از ضرورت مال ہے وہ ان کی ملکیت ہے اور باہمی تعاون و اجتماع سے اس مصیبت کو رفع کرنا چاہیئے کیونکہ دین اسلام کا تقاضا یہی ہے

خریدنے اور خاریت یا قرض لینے میں جبر کا استعمال

سوائے ریاست کو فرد کی طرف قرض لینے کسی چیز کو خاریتاً حاصل کرنے یا کسی فرد یا ادارہ سے کسی چیز کو خریدنے کا جو حق حاصل ہے وہ عام حالات میں اپنی شرائط کا پابند بنتے جو فرد کے لئے مقرر کئے ہیں۔ ان شرائط میں فریقین کی رضامندی لازمی امر ہے اور تمام حالات میں کسی فرد سے اس کی مرضی کے برخلاف نہ تو کچھ خریدا جا سکتا ہے نہ ہی خاریتاً لیا جا سکتا ہے نہ ہی کسی فرد سے قرض لیا جا سکتا ہے۔

ہاں یہ حالات پیش آ سکتے ہیں جب اسلامی ریاست کو کسی چیز کی ضرورت ہو اور یہ ضرورت عوامی مفاد کی خاطر ہو جس کی چیز کا مالک سے فروخت کرنے پر آمادہ نہ ہو یا ریاست کو خاریتاً یا قرض لینے پر آمادہ نہ ہو یا ریاست کو خاریتاً یا قرض لینے کوئی معاملہ درپیش ہو جس کا مالک اسے کرایہ پر یا خاریتاً دینے کے لئے تیار نہ ہو یا ریاست کو ایسے ماہرین کی خدمات درکار ہوں اور وہ اجرت لے کر یا بلا معاوضہ خدمت کرنے پر تیار نہ ہوں یا ریاست کو ہتھیار یا جنگی سامان درکار ہو اور اس کا مالک اسے کرایہ پر یا خاریتاً دینے کے لئے تیار نہ ہو یا ریاست کو کسی چیز کی ضرورت ہو اور یہ چیز کسی ایسے فرد کے پاس ہو جو اسے فروخت کرنے پر آمادہ نہ ہو یا ریاست کو خاریتاً یا قرض لینے کسی چیز کی ضرورت ہو اور یہ چیز کسی ایسے فرد کے پاس ہو جو اسے خاریتاً دینے پر آمادہ نہ ہو یا ریاست کو ایسی چیزوں کا حاصل کرنا ناگزیر ہو اور یہ چیز کسی ایسے فرد کے پاس ہو جو اس کا معاوضہ لے کر دینا ان کے لئے ہتک آمیز تصور کرتا ہو یا ریاست کو کسی چیز کی خریداری کے لئے یا خاریتاً لینے یا قرض لینے کے لئے جبر کے استعمال کا اختیار حاصل ہے۔

ان تمام صورتوں میں شریعت کے مطابق صرف اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر ممکن حد تک ان ضرورتوں کو پورا کرنے کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مناسب ترین طریقہ اختیار کرے۔ شریعت کی نظر میں مقاصد و مفادات کی اہمیت ذرائع و وسائل سے زیادہ اہم ہیں۔

(۱۱)

باب

مصارف

= Expenditure

اسلامی حکومت کے مصارف کی اسلامی فقہ میں تصریح کی گئی ہے اور بیت المال کے اخراجات کو چار مختلف شعبوں میں تقسیم کرکے چار بیوت مال قائم کیے جانے چاہئیں۔ مگر یہ چاروں مرکزی بیت المال کے تحت رہیں گے۔ چنانچہ چار شعبوں کی تفصیل اس طرح مذکور ہے۔

۱۔ مال غنیمت، کنز اور رکاز کے خمس اور صدقات سے تعلق رکھتا ہے۔

۲۔ زکوٰۃ، عشر اور مسلمان تجارت سے وصول شدہ عشور سے۔

3۔ خراج، جزیہ، غیر مسلم تاجروں سے وصول کردہ عشور، فئے، کنز، رکاز اور ضوائع سے۔

۴۔ اموال فاضلہ اموال ضوائع سے متعلق ہے۔

ان کی وضاحت حسب ذیل ہے۔

پہلے اور دوسرے شعبہ کے مصارف "مصارف ثمانیہ"

کہتے ہیں۔ ان آیات میں بیان کئے گئے ہیں۔

اور معلوم رہے کہ جو کچھ تم کو مال غنیمت سے کسی چیز سے حاصل ہو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اس میں سے پانچواں حصہ اور رسول کے واسطے اور اس کے قرابت داروں کے واسطے، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کے واسطے۔ اگر تمہیں یقین ہے اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے اتاری اپنے بندہ پر فیصلہ (جنگ بدر) کے دن جس دن دونوں فوجیں بھڑ گئیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (انفال)

سورۃ توبہ میں یوں ارشاد ہوا ہے۔

"زکوٰۃ وصدقات حق ہے مفلسوں کا، محتاجوں کا، زکوٰۃ کی وصولی کرنے والوں کا جن کے دل پرچانا منظور ہے گردنیں چھڑانے کے لئے، اور ان کے لیے جو قرض کے بوجھ تلے دبے ہوں۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے اور مسافروں کے لیے یہ فریضہ ہے خدا کی جانب سے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔ (توبہ)

پہلی آیت میں صدقات کا نام برکت کے طور پر مذکور ہے، دوسری میں زکوٰۃ کے ذریعے

کعبۃ اللہ اور مساجد اللہ کے مصارف مراد ہیں۔ اور بنی کریم ﷺ کی ذات کے بعد آپ کا اور آپ کے اہل قربت کے حق کا سوال ہی باقی نہیں رہا۔ اور یتامیٰ مگر بنات خود انفیا۔ میں سے ہیں تو وہ بھی اس سلسلہ میں داخل نہیں ہیں۔ اور جہاں فقراء اور مساکین میں شامل ہیں اسلئے دونوں مصارف ثمانیہ ہیں یعنی فقراء مساکین، عاملین علیہا، مؤلفۃ القلوب، رقاب، غارمین، فی سبیل اللہ اور ابن سبیل۔

عاملون علیہا (Tax collectors) یہ شامل ہیں۔

(۱) سائیس (Sais) یعنی مویشی کی نگرانی کرنے والے۔

(۲) کاتب، کلرک وغیرہ۔

(۳) قسام (Distributors) تقسیم کنندگان۔

(۴) عشار، جو جانوروں کو اپنے ہمراہ لاتے ہیں۔

(۵) عارف، جو کہ خیرات (Charitable Institutions) سے واقف ہوتا ہے۔

(۶) خازن، زکوٰۃ کی حفاظت کرنے والے۔

(۷) حاسب، اکونٹینٹس (Accountants)۔

(۸) یہ بھی زکوٰۃ کی مقدار کی پیمائش کرتے ہیں۔ (Measurers)

(۹) آمین (Trustees)۔

تیرہ سو سال کے عارفین میں ہر مسلک و فرقہ کے شیعہ، سنی، حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، ظاہری، اہل حدیث، اہل قرآن، اباضی، زیدی، امامی، اسماعیلی، بوہرہ، خوجہ، آغاخانی، بہائی، قادیانی، بابی، بہائی، نیچری، چکڑالوی، اہل ظواہر، اہل رائے، اہل کلام، اہل تصوف، اہل تفسیر، اہل حدیث، اہل فقہ، اہل تاریخ، اہل سیر، اہل لغت، اہل نحو، اہل صرف، اہل بلاغت، اہل عروض، اہل قافیہ، اہل معانی، اہل بیان، اہل بدیع، اہل منطق، اہل فلسفہ، اہل ریاضی، اہل ہیئت، اہل ہندسہ، اہل ہیئت، اہل ہندسہ، اہل ہیئت، اہل ہندسہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(۱۲)
باب

زکوٰۃ = ترکیہ

قرآن مقدس میں اس دعوا کی حکومت کے غیاری مقاصد میں شمار کیا گیا ہے

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ و امروا
بالمعروف و نھوا عن المنکر ۔ الآیۃ

اہل ایمان وہ ہیں جنہیں اگر ہم نے زمین میں اقتدار بخشا تو یہ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ
دیں گے نیکی کا حکم کریں گے اور بدی سے روکیں گے۔

نیز فرمایا۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض .....

اور یہ کہ اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ و ما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ

اللہ تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے یہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں زمین میں .....

اور نماز قائم کرو زکوٰۃ دو اور اپنے لئے جو نیکی آگے بھیجو اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے۔

یعنی بیت المال میں جو کچھ زکوٰۃ میں جمع ہوگا وہ

اس آیت میں اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ فعل مضارع سے تعبیر فرمایا (البقرہ ۲۷۷)

جس سے یہ مراد کیا ہے کہ جب زمین میں خلیفہ بنائے .....

اور نماز قائم کرو زکوٰۃ دو اور رسول کی اطاعت کرو امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے۔

یعنی جب تک نماز نہیں پڑھیں گے زکوٰۃ نہیں دیں گے اور اطاعت نہیں کریں گے رحم

نہیں ہوگا

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ فعل مضارع سے

اس آیت میں بھی اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ فعل مضارع سے تعبیر فرمایا (الحج ۴۱)

جس سے یہ مراد ہے کہ جب زمین میں خلیفہ بنائے

پس گویا وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لئے نماز قائم کرنے زکوٰۃ دینے

کی ذمہ داری فرض کی گئی ہے

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ فعل مضارع سے

پس گویا وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لئے نماز قائم کرنے زکوٰۃ دینے

کی ذمہ داری فرض کی گئی ہے

کہ اللہ کی یہ صراحتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ان فرائض سے انکار کرنے والے دینی جماعت کہلانے کا حق دار نہیں ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُم بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُونَ (حٰمٓ السجدۃ)

..... مشرکوں کے لیے ہلاکت ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت سے منکر ہیں۔

اسی سورۃ اعراف: ۱۵۶ میں فرمایا: "سو میں اپنی رحمت ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں"

پہلی آیت میں زکوٰۃ کی ادائیگی کو شرک اور انکار آخرت کی ایک فیصلہ کن علامت قرار دیا ہے۔ دوسری میں زکوٰۃ دینے کو تقویٰ اور ایمان کی قطعی شہادت قرار دیا گیا ہے۔ سیاق دونوں آیتوں کا ایک ہی حقیقت کا انکشاف کر رہی ہیں، اور صاف بتا رہی ہیں کہ زکوٰۃ بھی ایمان کا لازمی ثمر ہے۔ اگر ایمان ہے تو زکوٰۃ بھی ادا ہوگی۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ قیامت کا دن جس قدر ہولناک ہوگا کہ اس کی ہولناکی کے تصور سے ایک مسلمان بھی خوف محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا، تو پھر "ان کو نہ کوئی خوف ہوگا" سے کیا مراد ہے؟ جواب یہ ہے کہ خوف مصیبت کے وقت ہوتا ہے اور رنج مصیبت کے وقع ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ متقی نیک بندوں کو ایسا خوف نہ ہوگا جو بدبخت حقیقت میں مبتلا ہونے والے کو ہوگا۔ رہا رنج کا مسئلہ، تو رنج ہوتا ہے مصیبت کے بعد۔ جو کہ ایسے لوگوں پر کوئی مصیبت آنے کی ہی نہیں ہے، رنج کا سوال پیدا ہوتا ہی نہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى وَهٰرُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ (۲۱:۴۸)

اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (حق و باطل میں) فرق کر دینے والی چیز اور روشنی اور نصیحت عطا کی تھی (سب لوگوں سے کہو) یہ نیک بخت ہیں۔ (اور نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے رہے ہیں) جو اپنے پروردگار سے بے دیکھے ڈرتے رہے ہیں اور جو قیامت سے خوف کرتے رہے ہیں۔

حق تعالیٰ ایک دوسری جگہ پر زکوٰۃ کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا ...

..... (البقرۃ: ۱۷۷)

اور نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے۔ اور اپنے اقرار کو پورا کرنے والے جب عہد کریں۔

[illegible] قیامت کے روز اس کے سامنے وہی جانور بہت موٹے موٹے ہو کر آئیں گے [illegible] کچلیں گے [illegible] ایسا ہی کرتے رہیں گے [illegible] کہ فیصلہ ہو جائے گا۔ (بخاری و مسلم)۔

ایک اور حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے: جب ہمارے پاس صدقہ زکوٰۃ کے اونٹ یا بکریاں لینے کے لیے آئے تو وہ تمہارے پاس سے خوش اور راضی ہو کر جانا چاہیے۔ (بخاری و مسلم)۔

نصاب

اس سے مراد وہ شرح ہے جس پر ایک سال گزر جانے کے بعد زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کی دلیل ۵ ہے جب تک آپ کے [illegible] پر ایک سال [illegible] زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بھیجا تو یہ حکم نامہ تحریر میں منظور پہ دیا۔ خدا نے زید و رحمان کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ یہ آرڈر صدقہ
سے متعلق ہے جس کا حکم آنحضرتؐ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ اور آپ پر خدا خدا فرمان ہے نازل ہوا
تھا۔ اپنے موجودہ شرائط کے تحت جو آدمی زکوٰۃ سے دینا چاہیے ورنہ نہیں۔

چوبیس اونٹوں پہ واجب ہے۔ پانچ بکریوں سے پانچ میں سے ایک اونٹنی تک نہیں
کے بعد دس تک ہوں۔ تو ایک سال کی اونٹنی اور دس تک دو سال کی۔ اس کے بعد پندرہ تک
کی لائق ہو جاتا ہو سکتی ہو اس کے بعد بیس تک ہر چار سال کی اونٹنی۔ نوے تک دو دو سال کی دو۔
اس کے بعد ایک تین تین سال کی اونٹنیاں۔ اس سے زیادہ تعداد ہر چالیس پہ دو سال کی اور ہر
پچاس پہ تین سال کی ایک اونٹنی۔ پانچ اونٹوں پہ ایک بکری

اسی طرح پانچ سے دس تک پہنچ کر ان کے پاس ہوں تو ایک بکری ایسی بکری جو
دو سو تک ہو بکریاں تین سو تک ہو۔ اس طرح ہر سو پہ ایک بڑھتی جاتی ہے۔ نیز زیب و زراعت
وغیرہ زکوٰۃ جانے والے گھوڑوں میں شریک ہوں تو ہر ایک کو ایک دینار زکوٰۃ دینا ہے

پانچ اونٹ سے کم پہ کچھ نہیں ایک اونٹ سے دس تک ہر دو میں ایک گوسفند زکوٰۃ ہے

چالیس تک ایک ہے۔ انجمن،

اگر کسی کے پاس گائیں ہوں تو زکوٰۃ میں ایک سال کا بیل یا گائے دینی پڑے گی۔ بشرطیکہ
کام کاج کے لیے نہ پالی ہوں۔ اور ہل اور کھیتی کے برتن، کوڑا، اور سواری کے گھوڑے، استعمال کے کپڑے، اور
تنخواہ وغیرہ پر جو سونا چاندی، ہیرے جواہرات، کتب، اور زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے

ہیں۔

بعض لوگ زکوٰۃ کے بیٹ پہنچ تعمید کرتے ہیں۔ اگر بند نہ ہو جائے تو وہ بہت نقصان
نقصان ہیں۔ اگر اس زمانے میں سونا چاندی کے جانور تو بہت کم ہیں نیز آپ نے کہ شرح کی
نشاندہی کی ہے مسلمان پائیں تو اس سے زیادہ نہیں دے سکتے ہیں۔ جیسا کہ حساب نہیں جو ہوں سے ہے
حضرت عثمان کے ہمارے کو ایک مکتوب پاک میں تحریر فرمایا۔

"جو کوئی خدمند ہو سے زکوٰۃ کی تحریر میں خلاف کیسے وہ مقدمے کے نزدیک ایسا زیادہ ہے
ایک دوسری روایت میں جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ سامان پہ زکوٰۃ کے نزدیک ہے
اور بیکی ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں تاجر تو اس کی ڈنڈی سے خلاف کر سکتے ہیں۔ حضرت
حضرت عمر حضرت عثمان کے زمانے میں نہ ہیں کہ سامان پہ زکوٰۃ لیا جاتا تھا یا نہیں

درمیان زکوٰۃ کی مقدار کو نصاب زکوٰۃ اور قابلِ زکوٰۃ چیزوں کے اضافے سے بڑھا سکتے ہیں تاکہ جمع شدہ رقم کو قومی ضروریات اور ملکی منصوبوں پر صرف کیا جا سکے۔ مگر یاد رہے ایسے فنڈ زکوٰۃ کے جملہ ذرائع اور غیر مستحق سکیموں پر مکمل درآمد خلافِ شرع متصور ہوگا جو قومی دولت کے ضیاع کے مترادف ہوگا۔

"راہِ خدا میں خرچ کرو" سن کر صحابہ کرامؓ بڑی سے بڑی مالی قربانیاں دینے کے باوجود کبھی نہیں جھجکتے تھے ایمان حساس اور اخلاب نے یہ کہنے پر مجبور کیا کہ انفاق کا صحیح راستہ بتایا جائے فرمایا گیا جو چیز تمہاری ضروریات کو پورا کرنے، اپنوں کے حقوق ادا کرنے کے بعد بچ رہے سب اللہ کی راہ میں دیدو۔

ایک شخص نے نبی ﷺ سے ایک دفعہ پوچھا "اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَعْظَمُ اَجْرًا" یعنی کس قسم کی خیرات میں زیادہ ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا "اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِیْحٌ شَحِیْحٌ تَخْشَی الْفَقْرَ وَتَاْمُلُ الْغِنٰی" یعنی تندرستی کی حالت میں جبکہ تم کنجوس ہو اور فقر سے ڈرتے ہو اور مالدار بننے کی آرزو رکھتے ہو خیرات کرو۔ مرنے کے وقت تک انتظار نہ کرو کہ جب مال ہاتھ سے نکلنے لگے تو خیرات کرو۔

قرآن مقدس میں ایسے لوگوں کی مشکل کشائی کا کافی سامان ہے جو زکوٰۃ لینے کے حقدار ہیں۔ ان کے علاوہ زکوٰۃ کسی کو نہیں دی جا سکتی چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۔

"یہ خیرات صرف محتاجوں مسکینوں، زکوٰۃ کے کارکنوں، دل جوئی کے لوگوں کے لئے ہیں جن کی تالیفِ قلوب مطلوب ہے"

نیز گردنیں چھڑانے میں، قرضداروں کی، اللہ کی راہ میں اور مسافروں کی خبر گیری میں خرچ ہونے کے لئے ہیں۔

[illegible] باقی نہ رہ جائے۔

[illegible] ہیں جو نصاب زکوٰۃ (بیس مثقال سونا) سے کم مال رکھتے ہیں یا ایسے ہوں کہ جن پر قرض ادا کرنے کے بعد نصاب نہ رہے

کی خوشنودی حاصل ہوتی ہو وغیرہ۔

ہی بیٹے زکوٰۃ دی جائے۔

سب سے بات ہے کہ یہ آٹھ گروہ جو بیان ہوئے ہیں ان میں سے کس کس کو زکوٰۃ دینی چاہیئے اور کس کس کو نہ دینی چاہیئے اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :-

۱۔ کوئی شخص اپنے باپ یا بیٹے یا بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔ جن لوگوں پر کوئی شخص اپنے مال سے خرچ کرنا واجب ہے اُن کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ مثلاً اپنے نابالغ بچوں کو یا اپنے قریب کے عزیزوں کو جو زکوٰۃ لینے کے شرعی طور پر مستحق ہیں۔

۲۔ زکوٰۃ کسی ایسے شخص کو نہیں دینی چاہیئے جو صاحبِ نصاب ہو۔ یعنی جس کے پاس ضرورت سے زیادہ اتنا مال ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے۔

زکوٰۃ کے مقاصد

اور ادب میں غور پر پورے نہ کیے جائیں تو زکوٰۃ کی ادائیگی مشکوک بن جاتی ہے۔ زکوٰۃ کے متعین مقاصد کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں کتاب و سنت میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس پر غور کرنا ضروری ہے۔ چند حسب ذیل مقاصد ہیں۔

۱۔ تزکیۂ نفس: یہ اخلاقی اور نفسیاتی مقصد ہے۔ انسان کی اپنی ذات سے متعلق ہے۔ یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والا دنیا کی محبت سے پاک ہو جائے اور اخلاق کے اعلیٰ مقام تک پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا

اے نبی ان کے مالوں میں سے صدقہ لو جس کے ذریعہ تم انہیں پاک کرو گے اور ستھرا کرو گے۔

نبی کریم نے بھی زکوٰۃ کے مقصد کی یہی روح بیان فرمائی ہے۔

آنحضرت نے فرمایا: جب تک تم اپنے اس مال کی زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے تم پر سے برائی کا داغ دھبہ دور ہوتا رہے گا۔

آنحضرت کو مخاطب کر کے بھی فرمایا:

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها

اے نبی ان کے مالوں میں سے صدقہ لو جس کے ذریعہ تم انہیں پاک کرو گے اور ستھرا کرو گے۔

نبی کریم نے بھی زکوٰۃ کے مقصد کی یہی روح بیان فرمائی ہے۔

آنحضرت نے فرمایا: جب تک تم اپنے اس مال کی زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے تم پر سے برائی کا داغ دھبہ دور ہوتا رہے گا۔ اب تک

دنیا کی محبت سرمایہ کی بڑھوتری آپ نے اس حدیث میں بتائی ہے۔ اس سے

۲۔ اخلاقی مقصد: اس میں دوسرا مقصد اخلاقی ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے

اَنْفِقُوْا وَجْهَ اللّٰهِ (البقرہ ۲۷۲) ۔ تم اپنی دولت صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خرچ کرتے ہو۔ اس کا مطلب واضح ہے کہ ایسا ہی کرنا چاہیئے ورنہ صدقہ خیرات دینا کوئی خاص فائدہ نہیں ہے۔ صدقہ صرف اللہ کی ذات کے لیے ہی دینا بہتر ہے۔

3 - پاک کمائی ۔ جو زکوٰۃ ادا کی جائے وہ حلال مال سے ہو۔ ڈاکہ، چوری، یا غبن وغیرہ کا مال ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔ زکوٰۃ دینے کا مقصد یہی ہے کہ اپنی کمائی میں دولت سے ناپاکی کی آلائش کی جائے۔ ناجائز کمائی سے زکوٰۃ یا خیرات دینا قطعاً جائز نہیں ہے اللہ کا فرمان ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ ۔ (البقرہ ۲۶۷)

اے ایمان والو! اپنی پاک کمائی سے خرچ کرو۔

آنحضرتؐ نے اس کی مزید وضاحت یوں فرمائی ہے۔ لوگو! اللہ پاک ہے اور وہ صرف پاک مال ہی قبول فرماتا ہے (مسلم جلد، کتاب زکوٰۃ)۔

4 - عمدہ مال کا انتخاب ۔ زکوٰۃ یا صدقہ میں دی جانے والی چیز عمدہ اور پسندیدہ ہو۔ ردی اور خراب چیز کو خیرات کے لیے منتخب کرنا اچھا نہیں سمجھا جاتا بلکہ ناپسندیدہ تصور ہوتا ہے۔

وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ (البقرہ ۲۶۷) اور اس میں سے خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو جو ناپاک ہو۔

اس سے واضح ہے کہ اللہ کے راستے میں اچھی اور افضل چیز دینا بہتر ہے۔ ورنہ قبول نہ ہوگی۔

5 - احسان جتلانا ۔ زکوٰۃ دینے کے بعد اس فریضہ کو احسان کرنا بہتر نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس چیز کو دینے والا اپنے اوپر اس کے کسی طرح کی امید باندھتا ہے جس سے خیرات کا اجر ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ کے ہاں ایسے صدقات کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔ اللہ کا فرمان ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۔ (البقرہ ۲۶۴)

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور ایذا دے کر اس شخص کی مانند برباد نہ کرو جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے۔

ایک اور حدیث میں اس سے بھی زیادہ سخت وعید مذکور ہے۔ مَنْ تَصَدَّقَ بِدَابَّةٍ فَقَدْ اشْتَرَكَ (مشکوٰۃ، باب الزکوٰۃ) جس نے کوئی جانور کسی کو صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔

"اور یہ لوگ اپنا کھانا محتاجوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں اور کہتا ہے کہ ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں تم سے کسی بدلے یا شکر گزاری کے خواہش مند نہیں ہیں۔" (سورہ دہر: ۸-۹)

اسی لیے قرآن مجید میں ہے "اور یہ لوگ جو دیتے ہیں اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرے ہوئے ہیں اس خیال سے کہ انہیں اپنے رب کے پاس پلٹنا ہے۔"

یعنی کسی انعام، احسان، ترحم اور جذبہ نمائش کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔

۶۔ **اجتماعی صورت**: یہ بہتر ہے کہ زکوٰۃ کو پبلک کے سامنے ادا کیا جائے۔ ایک معاملہ کے تحت لوگوں میں تقسیم کر لیا جائے۔ اس سے اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ نیز آمد کا علم ہوتا ہے اور کسی خاص علاقے کی ترقی پر اس کو بہ رقم خرچ کیا جا سکتا ہے۔

۷۔ **کفیل**: زکوٰۃ یا عطیات کو ضرورت سے زیادہ رقم نہیں دینی چاہیے کیونکہ وہ اسے غلط اور بیش و نشرت پر خرچ کریں گے۔ تاہم مستحق اور حاجتمند کی ضرورت پر نظر رکھتے ہوئے رقم فراہم کی جائے۔

۸۔ **غیر ملکی کفالت**: ملت کے نادار افراد کی اعانت کی جائے۔ تاہم ضرورت ہو تو ان کی بنیادی ضروریات پوری ہو سکیں۔ آپ فرماتے ہیں:

ان اللہ افترض علیہم صدقۃ تؤخذ من اغنیاء ہم فترد فی فقراء ہم (صحیح بخاری، کتاب الایمان) بے شک اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے اور ان کے محتاجوں پر خرچ کی جائے۔

ان آیات و احادیث سے ثابت ہے:

..... اور وہ اپنا مال باوجود خود محتاج ہونے کے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور مانگنے والوں کو دیتا اور گردنیں چھڑانے میں خرچ کرتا ہے۔

نیز قرآن مجید ہے: "تاکہ یہ مال تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔" (سورہ حشر: ۷)

ریہ ایسا حق ہے جس کی خاطر اسلامی حکومت تلوار بھی اٹھا سکتی ہے۔ جیسا کہ ابوبکر صدیقؓ نے کیا تھا۔ کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خلاف انہوں نے جنگ کر دیا تھا۔ آپؓ نے فرمایا "مومن اپنے مال میں سے خود تو سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے" (مسکوٰۃ)۔

زکوٰۃ کی معاشی اہمیت

(Economic Significance of Zakat)

زکوٰۃ اسلام کے بنیادی فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ہے۔ یہ فریضہ توحید کی مانند [illegible] سے ہے۔ اس فریضہ کی پابندی سے انسان، اپنی عبدیت اور ایمان کے حقوق ادا کرتا ہے۔ اس لیے زکوٰۃ [illegible] اور خوشنودی کے لیے ادا کی جاتی ہے مگر اس کی [illegible] زکوٰۃ ادا کرنے والے [illegible] پر بھی [illegible] کے لیے بھی ضروری ہے۔

[illegible] زندگی کے لیے [illegible] فرمایا ہے۔ اس کے پانچ [illegible] سے ایک زکوٰۃ ہے۔ قرآن پاک میں تقریباً [illegible] کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ یہ فریضہ اس لیے اہم ہے کہ زکوٰۃ [illegible] نماز کے ذریعے ایک طرف تو [illegible] کا تعلق [illegible] اور دوسری طرف [illegible] فرائض میں سے [illegible] خوب [illegible] کرتا ہے۔ [illegible] باہمی [illegible] اسلامی [illegible] اور [illegible] [illegible] [illegible]

قرآنِ پاک میں ارشاد ہے: "تاکہ دولت تم میں سے دولتمندوں کے درمیان ہی نہ چکر لگاتی رہے"۔ (59:7) حضورؐ کا مندرجہ ذیل فرمان اسی آیتِ مبارکہ کی تفسیر ہے۔ "یہ آیت اسلامی معاشرہ میں اس تقسیم کا خاتمہ پیش کرتی ہے۔ دولت نہ صرف امیروں ہی میں نہ چکر لگاتی رہے۔ بلکہ اس کی گردش سارے معاشرہ میں اس طرح ہو جیسے ہاتھ خون گردش کرتا ہے۔ اور ہر عضو تک پہنچتا ہے۔ اگر کسی عضو کو خون نہ ملے تو وہ رنجور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دولت کسی کو فراہم نہ ہو تو وہ ناسور بن جاتا ہے۔

ع کس نباشد در جہاں محتاج کس — نکتۂ شرعِ مبیں این است و بس

(۱) غربت کا علاج

سرمایہ دارانہ نظام کے تحت دولت مند اور غریب کے درمیان ایک وسیع خلیج حائل ہے۔ ایک طرف بے روزگار، نادار، بیمار، مسکین، بیوہ، یتیم، ضعیف و ناتواں لوگ ہیں۔ اگرچہ اس طبقہ کی مدد کے لئے بھی کئی ادارے اور خیراتی تنظیمیں قائم ہیں۔ مگر یہ خاص طبقہ ہیں جس کے لئے اسلام نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے اس مسئلہ کا مستقل حل تلاش کر لیا ہے۔ اور یہ ہر وہ شخص ہے جو کسی نہ کسی وجہ سے مفلوک الحال ہو۔ مقروض، مسافر اور قیدی بھی اس رعایت سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اسلامی ملکوں میں یہ بیچارے لوگ سکولوں اور کالجوں میں زندگی گزارتے ہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ سے ان کی مفت تعلیم، مفت علاج، خوشیوں اور خوشحالی کے مواقع فراہم کئے جاتے ہیں۔ اس طرح ان کی محرومی اور بدنصیبی کا دور ختم ہو جاتا ہے۔ ان کی پرورش نارمل انداز میں ہوتی ہے۔ ان کی مصیبت ٹل جاتی ہے۔

(۲) دولت کی خاندانی تقسیم

موجودہ زمانے میں ایسی دو حکومتیں ہیں جن کے باعث معاشرہ امیر اور غریب دو متحارب گروہوں میں بٹ جاتا ہے۔ ایک نہایت امیر اور دوسرا انتہائی غریب۔ ان کے مابین رسہ کشی شروع ہو جاتی ہے۔ جس سے ادارے کا امن و سکون تباہ ہو جاتا ہے۔ ایک طبقہ ہمیشہ دوسرے طبقہ کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے۔ اس وجہ سے باہمی منافرت، حسد، کینہ اور بغض و عناد کے جذبات ابھرتے ہیں۔ اور ہر طبقہ دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اپنے مفاد کو ترجیح دیتا ہے۔ اور یہ ہر وہ شخص ہے جو کسی نہ کسی وجہ سے مفلوک الحال ہو۔ مقروض، مسافر اور قیدی بھی اس رعایت سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اسلامی ملکوں میں یہ بیچارے لوگ سکولوں اور کالجوں میں زندگی گزارتے ہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ سے ان کی مفت تعلیم، مفت علاج، خوشیوں اور خوشحالی کے مواقع فراہم کئے جاتے ہیں۔ اس طرح ان کی محرومی اور بدنصیبی کا دور ختم ہو جاتا ہے۔ ان کی پرورش نارمل انداز میں ہوتی ہے۔ ان کی مصیبت ٹل جاتی ہے۔

(۲) دولت کی خاندانی تقسیم

موجودہ زمانے میں ایسی دو حکومتیں ہیں جن کے باعث معاشرہ امیر اور غریب دو متحارب گروہوں میں بٹ جاتا ہے۔ ایک نہایت امیر اور دوسرا انتہائی غریب۔ ان کے مابین رسہ کشی شروع ہو جاتی ہے۔ جس سے ادارے کا امن و سکون تباہ ہو جاتا ہے۔ ایک طبقہ ہمیشہ دوسرے طبقہ کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے۔ اس وجہ سے باہمی منافرت، حسد، کینہ اور بغض و عناد کے جذبات ابھرتے ہیں۔ اور ہر طبقہ دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اپنے مفاد کو ترجیح دیتا ہے۔

وجود میں نہیں آتے۔

۱۰۔ فنڈ کا عامل

زکوٰۃ کا ایک نائب یہ بھی ہے کہ عام طور پر لوگ اپنی دولت کو زیورات یا نقد روپیوں کی صورت میں جمع کر رکھتے ہیں۔ [illegible] پیسہ ہوتا ہے کہ روپیہ استعمال میں نہیں آتا اور کسی بازار کی [illegible] ہے۔ اگر سب لوگ کثیر تعداد میں متفرق کو زیورات اور روپیوں کی شکل میں [illegible] سال ادا کی زکوٰۃ سے ان کی مالیت کم ہو جاتی ہے اور وہ ایک مدت کے بعد زکوٰۃ سے ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا لوگ اپنی دولت کو کسی نفع آور کاروبار میں لگائیں گے شرکت و مضاربت کے اصول پر دوسرے لوگوں سے تجارت کرائیں گے۔ اس سے پیدا کردہ [illegible] روزگار کے مواقع زیادہ ہوں گے، سرمایہ کا ارتکاز ہو گا۔

ایک مرتبہ آنحضرت نے فرمایا "آگاہ ہو جاؤ جو کوئی کہ یتیم کا ولی ہو اور اس کے پاس مال ہو [illegible] تجارت کرے اور اس کو یونہی نہ چھوڑ رکھے مبادا زکوٰۃ ہی اسے ختم کر ڈالے۔"

۱۱۔ باقی اثاثوں کا شمار

زکوٰۃ [illegible] باقی اثاثوں یا [illegible] کی [illegible] کرتے ہیں، تو یہ انہیں [illegible] کی [illegible] دیتے ہیں [illegible] کرنے اور [illegible] کے [illegible] پر [illegible] کرتے ہیں۔ [illegible] کے [illegible] پر [illegible] کے [illegible] اور ایک دوسرے [illegible] کا [illegible] ہے۔

۱۲۔ گردشی سرمایہ

[illegible] ہے [illegible] کے [illegible] کرتے ہیں [illegible] کے [illegible] ہے۔ [illegible] کے [illegible] کرتے ہیں [illegible] کے [illegible] ہے۔ [illegible] کے [illegible] کرتے ہیں [illegible] کے [illegible] ہے۔

۱۳۔ آمدنی

[illegible] کی [illegible] کرتے ہیں [illegible] کے [illegible] ہے۔ [illegible] کے [illegible] کرتے ہیں [illegible] کے [illegible] ہے۔ [illegible] کے [illegible] کرتے ہیں [illegible] کے [illegible] ہے۔

(۲) ازکارِ زرِ دولت کا حصول

کاروپ نہیں دھار سکتے۔

(۵) پیروزگاری کا خاتمہ

(۶) اوپیا خرچ

(۷) آمدنی خرچ کا توازن

(۸) پیداکنندگان کی آمدنی

زکوٰۃ اور ٹیکس میں فرق

۴ - کفایت = ہیومینٹی - اس ٹیکس کو کنٹرول کرنے کے خیالات سے دینے والے کرنے والوں کو ادا کیے جاتے ہیں۔

۵ - زکوٰۃ پر داری ٹیکس ہے کوئی ریونیو نہیں ہوتی۔ ایک ٹیکس ہے جو دوسرا پیسہ اور ذخیرہ شدہ دولت کو جمع کرتا ہے۔ کیونکہ یہ ٹیکس سرمایہ پر زکوٰۃ لگتی ہے۔

۵ - لچک = ایلاسٹیسٹی - اسٹیٹ کی صورت بہت کم ہے۔ کثر آبادی پر لگتی ہے۔ افراد برادری سے اس میں اضافہ و بچت سے زکوٰۃ دینے والوں کی تعداد میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اضافہ ہوتا ہے۔

ا ماڈرن ٹیکسیشن اور زکوٰۃ: رسالہ اسلامک ریویو۔ از محمد کریم خاں۔

۱ - زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے۔ جس کی ادائیگی ہر مسلمان پر فرض ہے اور وہ اللہ کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لیے ادا کی جاتی ہے جبکہ ٹیکس حکومت نافذ کرتی ہے جس سے وہ اپنی سیاسی، اقتصادی اور سماجی ذمہ داریاں پوری کرتی ہے۔

۲ - زکوٰۃ کا ڈسٹریبیوشن نہیں ہوتا۔ جبکہ گورنمنٹ زکوٰۃ سے اپنے ذمہ کردہ خیرات کرتے تو ڈسٹریبیوشن ہوتا ہے جبکہ ٹیکس کبھی نہیں کیا جاتا ہے۔

3 - ٹیکس ہوسکتا ہے مگر زکوٰۃ کی معافی نہیں ہوسکتی۔ اس کی ادائیگی کرنی چاہیے یا زکوٰۃ کا نصاب کم ہوجائے۔

۴ - زکوٰۃ کی شرح ہمیشہ کے لیے متعین شدہ ہے اور اس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی جبکہ ٹیکس کی شرح حکومت کی ضرورت کے پیش نظر حکومت اپنی رائے سے اضافہ یا کمی کرسکتی ہے۔

5 - زکوٰۃ کے مصارف متعین ہیں۔ مگر ٹیکس حکومت اپنی مرضی سے خرچ کرسکتی ہے۔

۵ - ٹیکس لوگ اپنے اوپر جبر کرکے بادل نخواستہ دیتے ہیں۔ اور اس بچانے کی کوشش کرتے ہیں مگر زکوٰۃ مسلمان رضی اور رغبت سے عبادت سمجھ کر دیتے ہیں۔

۶ - ٹیکس ہر صورت میں واجب ہوتا ہے اور اس کی ادائیگی میں حکومت کی طرف سے سزا دی جاسکتی ہے مگر زکوٰۃ کی ادائیگی ہر صورت پر اپنے رشتہ داروں دوسرے حقداروں میں کی جاسکتی ہے۔

۷ - ٹیکس لوگوں کی آمدنی پر لگتا ہے اور زکوٰۃ بچت پر لگتی ہے۔ اس لیے ٹیکس زیورات اور دیگر فضول چیزوں پر نہیں لگتا۔ مگر زیورات، پیداوار پر زکوٰۃ لگتی ہے۔ اور ضروریات پر نہیں لگتا ہے۔

۹۔ اگر مکین لوگوں کے ضروریات کو پیش نظر نہیں رکھتا بلکہ آمدنی کو دیکھتا ہے اور مقامات شرح
ت کو ہوتا ہے۔ ۱۰۔ زکوٰۃ میں کوئی تخفیف نہیں۔ اور آمدنی کی بابت کسی حد تک ہدف نہیں ہوتی۔
۱۱۔ زکوٰۃ صرف مسلمانوں پہ فرض ہے۔ اور دوسرے لوگوں سے خراج یا جزیہ وصول کیا جاتا ہے
مگر مکین غیر مسلم شہریوں پہ بھی ٹیکس لگ سکتے ہے۔
۱۲۔ ٹیکس کی مختلف قسمیں ہیں۔ مگر زکوٰۃ کی کوئی اقسام نہیں ہیں۔

مرکزی بیت المال زکوٰۃ

ن کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ ایک ہی جگہ اکٹھی ہونی چاہیے اور اس کے مصارف بھی وہاں سے
ہونے ضروری ہیں۔ گویا زکوٰۃ کی وصولی اور اخراجات کی ذمہ داری اسلامی حکومت کے پرد ہونی
ذہن اس کی تعریف سے متاثر ہونا چاہیے۔

مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت معاذ سے روایت ہے کہ جب رسول کریم نے ان کو یمن
کے گورنر کی حیثیت سے بھیجا تھا تو ان کو ایک ہدایت نامہ دیا تھا۔ اس میں ایک ہدایت یہ ہے کہ
صدقہ کہیں سے وصول کیا جائے اور مستحقین کو بھیجا جائے۔ جو کہ ایک مرکز میں جمع ہوتے تھے۔ اس کی تائید
بخاری سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت نے جب معاذ کو یمن زکوٰۃ کے لیے بھیجا تو ہدایت
فرمائی کہ ان کو پہلے کتاب اللہ یا قرآن سے زکوٰۃ لینے کی دعوت دیں۔ اگر وہ قبول کر لیں تو ان
سے کہیں کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے دولتمندوں سے لی جائے گی اور ان کے
فقراء میں تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ اس کو مان لیں تو ان سے کہیں کہ زکوٰۃ میں ان کے بہترین
مال نہ لیے جائیں گے۔ اور مظلوم کی بددعا سے بچیں کیونکہ اللہ اور اس کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت کے وصال مبارک میں زکوٰۃ کی وصولی کا نظام حکومت
وقت کے ذمہ تھا۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ مصارف زکوٰۃ کا تعین حکومت کا کام ہے۔ اس لیے ان
کی ادائیگی کا انتظام بھی حکومت کو کرنا چاہیے۔ زکوٰۃ کی وصولی کے لیے باقاعدہ ایک محکمہ زکوٰۃ مرکزی حکومت کے
تحت قائم ہونا چاہیے۔ حکومت زکوٰۃ کے لیے ٹیکس بھی وصول کر سکتی ہے اور اس کے لیے تعزیری کارروائی بھی
کر سکتی ہے۔ اگر کوئی شخص زکوٰۃ کی وصولی میں رکاوٹ ڈالے تو

حکومت کی اہم ذمہ داری ہے۔

آپ کی زندگی میں زکوٰۃ کا مقام

اپنی بربادی کا سامان کرتا ہے۔

(13)

باب

قانونِ وراثت

اسلام ایک مکمل دین یا نظامِ حیات ہے۔ اس لیے اس کی ہدایات زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی و محیط ہیں۔ معاشی حیثیت و معاملات میں بھی اس کے احکام و قوانین موجود ہیں جو فرد کی ہو یا قوم کے لیے ہیں۔ معاشیات میں دولت کو ملک و ملت کے توازن اور استحکام کے لیے بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس سے سوسائٹی میں طبقاتی کشمکش کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اور فتنہ و فساد کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ شریعت کی دو بنیادی اصول یعنی [illegible] کے ذریعہ [illegible]

ہے۔ اسلامی ہدایات اس ارتکاز کی حوصلہ شکنی کرتی ہیں۔ تاکہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے اس لیے غور کرتے ہیں کہ اللہ و رسول کی ہدایات کیا ہیں۔ [illegible] ہیروی کے ذریعہ [illegible] ہیں۔ [illegible] کا ذریعہ [illegible]

اب قرآن و حدیث کی روشنی میں ان قوانین کو ذکر کیا جاتا ہے:۔

میراث سے ادا وہ مال و جائداد ہے جو کسی کی وفات کے بعد اس کے [illegible] یا تقسیم ہو یا وراثت کے ذیل کسی دوسرے کو ملے۔ وراثت کو [illegible] اس علم کو علم الفرائض کہا جاتا ہے۔ اس کا موضوع ترکہ، وراثت اور ورثاء ہے۔ اس میں وراثت کا ہر حصہ شامل ہوتا ہے۔ اگر کسی خاندان نے زندگی میں اس کی [illegible]

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (النساء)

"جو مال باپ چھوڑ مریں اس میں مردوں کو حصہ ہے اور جو مال باپ اور رشتہ دار چھوڑ مریں تھوڑا ہو یا بہت ہو اس میں عورتوں کا بھی حصہ ہے [illegible] ان حصوں کی تعیین آگے آتی ہے۔ اس کا [illegible] ہے کہ [illegible]

۲ - [illegible]

۳ - شوہر کی وصیت - کسی بیوی کا کوئی بیٹا پوتا ہو تو اس کے لئے [illegible]

۴ - بیوی کا حق - وصیت یا ترکہ کے بعد بیوی کو چوتھائی [illegible]

۵ - کلالہ کے وارثوں کا حصہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بمنزلہ عصبہ بالغیر اور عصبہ مع الغیر ہیں۔

نہ ہو تو اس کی وراثت میں سے دوسری اولاد کو حصہ ملے گا۔

غیر مسلم اقوام کے قوانین وراثت

فرانسیسی قوانین

انگریزی قانون

(ابو رحمان عبد الحفیظ بلیاوی)

کی غیر مساوی تقسیم سے ہی معاشرے میں بگاڑ اور فساد کی بنیاد پڑتی ہے۔ آنحضرت صلعم نے اس کے قوانین سیکھنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد گرامی ہے۔

"وراثت کے قواعد سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ وہ نصف علم ہے" (ابن ماجہ)

نیز آپ کا ارشاد ہے۔ کہ اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ جانا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ انہیں نادار چھوڑ دیا جائے اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ (بخاری کتاب الوصیۃ)

ورثہ کی غیر منصفانہ تقسیم کی مختلف صورتیں درج ذیل ہوتی ہیں۔

(۱) جاگیرداری کا سدباب

قانون وراثت سے بڑی بڑی جاگیریں اور زمینداریاں قائم نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ جائداد کی تقسیم ہر نسل میں ہوتی رہتی ہے۔ اس قانون کے نفاذ سے ملک میں دولت کی غیر مساوی تقسیم کی بندش ہو جاتی ہے

(۲) سرمایہ کی تقسیم دولت

جائداد کی تقسیم ہر نسل میں ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے کوئی شخص اپنی جائداد اپنے ورثاء میں تقسیم کئے بغیر نہیں مر سکتا۔ جائیداد وراثت کا قانون ورثاء کی ضروریات کو پورا کرنے کا ذریعہ ہے۔ قانون وراثت کے نفاذ سے دولت کی غیر مساوی تقسیم کی بندش ہو جاتی ہے

(۳) باہمی محبت

ہر شخص کو اپنے متوفی کی جائداد سے حصہ ملتا ہے اور کوئی شخص [illegible]

مشقت سے کام کرتے ہیں۔ مگر پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور قوم اقتصادی معاملات میں خود کفیل ہونے لگتی ہے۔

(۵) عورت کے حقوق کا تحفظ

اسلام ایک ایسا انصاف پسند مذہب ہے جس میں ہر انسان کے حقوق کی حفاظت کی جاتی ہے۔ بچوں میں برابر کا تقسیم کرتا ہے۔ کہ جائداد میں سے عورت اور نابالغ بچے کو کچھ نہ کچھ حصہ ملتا ہے۔ اور انہیں کوئی محروم وراثت نہیں کر سکتا۔ اسلامی قانون وراثت نے عورت کو بیوی اور بیٹی بہن کی حیثیت سے حقدار قرار دیا۔ اس طرح عورت جو پہلے ہر حق سے محروم تھی بلکہ عورت کے حقوق بھی محفوظ ہو گئے۔ اور وہ اپنی زندگی گزارنے کے لئے قانونی طور پر مضبوط ہو گئی۔

(۶) خوشحالی کا راز

ذات کی بنا پر نہیں ہوتی ہے۔ کہ زمینوں کو بڑے حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تو ثروت مند طبقے سے اختلاف ہوتا۔ اور خدا نہ کرے اس سے خوش ہوتا ہے۔ اس لیے کہ زمین کے بڑے حصے کو رشتہ داروں کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے۔

(۷) جھگڑوں کا خاتمہ

اسلامی قانون وراثت کی صورت میں آپسی جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ قانون کے تحت ہر رشتہ دار کا حصہ متعین ہے۔ اس لیے وہاں تنازعات کے پیدا ہونے کا امکان نہیں رہتا ہے۔ مگر یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ کیونکہ مرنے والے کی جائیداد کے حصے پانے والے کے لیے کوئی قانون نہیں ہے۔ فرض کریں کوئی شخص مرتا ہے۔ تو اس کے پسماندگان میں کاشتکاری کریں گے۔ اس لیے کہ روزی کا ذریعہ

(۸) اضافہ زراعتی کا ذریعہ

جہاں قانون وراثت کی صورت میں زمین کے حصے ہوتے ہیں۔ وہاں محدود ہونے کی وجہ سے زمین کی پیداوار میں اضافہ نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ زمین کے حصے کرنے سے ہر حصہ کا رقبہ کم ہو جاتا ہے۔ اس لیے کاشتکار اپنی زمین کی پیداوار بڑھانے کی کوشش نہیں کرتا ہے۔ اور نہ ہی اس میں کوئی دلچسپی لیتا ہے۔ جس کی وجہ سے

(۹) اضافہ زراعتی کا ذریعہ

جہاں قانون وراثت کی صورت میں زمین کے حصے ہوتے ہیں۔ وہاں محدود ہونے کی وجہ سے زمین کی پیداوار میں اضافہ نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ زمین کے حصے کرنے سے ہر حصہ کا رقبہ کم ہو جاتا ہے۔ اس لیے کاشتکار اپنی زمین کی پیداوار بڑھانے کی کوشش نہیں کرتا ہے۔ اور نہ ہی اس میں کوئی دلچسپی لیتا ہے۔ جس کی وجہ سے

وقت کو یہ مسئلہ حل کرنا پڑتا ہے۔

(۱۵) جائداد کی حفاظت

جو شخص فوت شدہ شخص کی جائداد اس کے وارثان میں بانٹ گشت میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس کی عبادت کا سامان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اور جس مرد یا عورت کا کوئی قریبی رشتہ دار نہ ہو اس کی جائداد بعید کے قریبی رشتہ دار ہتھیا لیتے ہیں اور وہاں عبادت قدرے فراموش ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسے کیس کم ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔

(۱۱) غربت کا علاج

میراث کی تقسیم ایک ایسا ذریعہ ہے جو غربت کا بہتر علاج ہے۔ غربت کی جانب سے حصہ پانے والا اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ اور وہ اپنی بچت کی اور تجارت کو وسیع کرنے کی خاطر بہتر چیزوں کا روزگار کرتا ہے۔ قدرت نے یہ قانون اس لیے بنایا ہے کہ سب کو کام کرنے کے یکساں مواقع فراہم ہوں اور وہ اپنی خداداد صلاحیت و اہلیت کو بروئے کار لا کر اپنے بڑے دنوں کو اچھے دنوں میں تبدیل کریں۔

(۱۲) مثالی معاشرہ کی تشکیل

خدا تعالیٰ کو اپنی مخلوق نہایت پیاری اور محبوب ہے۔ کیونکہ وہ خالق مطلق اور رزاق ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کی مخلوق زندگی گزارنے کا ایک ایسا مثالی معاشرہ تشکیل دے جس میں سب کے حقوق محفوظ ہوں۔ کسی کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔ ہر ایک اپنے کام اور روزگار میں مست ہو نیز ان کے مابین کوئی نزاع و مخاصمت نہ ہو۔ کیونکہ جھگڑے فساد اور زمین و زر کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔ اس قانون کے مطابق ہر ایک مذہب کا تعلق آپس میں مضبوط ہو جاتا ہے کہ ہمسائے زیادہ ہیں۔

(۱۳) اہمیت قرض کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں وراثت کے ساتھ وصیت اور قرض کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ یہ وصیت ایک تہائی سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔

[illegible]

(۱۷)

باب

تجارت

تجارت کی ترغیب :

[illegible] بار بار تجارت کی ترغیب دی ہے۔ اس کے فضائل و برکات سنائے دنیوی فوائد بتائے اور دینی بشارتیں سنائیں۔

[illegible] جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل و رزق اور روزی حاصل کرو۔

"اپنے اموال کو آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔ ہاں تجارت کے ساتھ تجارت کی راہ سے نفع حاصل کرو۔"

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ

ترجمہ: ہم نے تمہارے لئے زمین میں گزر بسر کے سامان پیدا کئے، تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا

اور دن کو ہم نے کمائی کے لئے روشن بنایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ

اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو۔

[illegible] جو شخص اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتا ہے اور جو کہ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا طریقہ تھا۔

آپ نے فرمایا جو کسی نے کبھی بہتر کھانا نہیں کھایا اس سے کہ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھائے۔

تجارت کے بنیادی اصول

[illegible] تجارت کے بنیادی اصول درج ذیل ہیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تجارت کے عملی وسائل

[illegible]

۱۔ [illegible]

۲۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[

نے مساوی زمینوں پر عشر آمد کیا جاتا ہے۔ لہٰذا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب عراق
و شام سے یورپین نے یہ صنعتی و تجارتی دیہی کے ممالک میں جو مسلمان ہو جاتے ہیں ان
کے مال تجارت پر محصول لیا جاتا ہے۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی یہ حکم دیا کہ تاجروں سے
ان کے مال تجارت سے کر لیں جس حساب سے وہ دوسرے تاجروں سے محصول لیتے ہیں اسی حساب
سے ان سے بھی محصول لیا جائے۔ اس کا نام عشور رکھا گیا۔

اس اصل سے ہم نے مسئلہ کی صورت نکالی ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ
[illegible] کی پابندی سے آزاد ہو جائیں گے۔ اور ہر ملک کے باشندے اپنی اپنی
سہولت کے مطابق آزادی سے اپنی [illegible] کر سکیں گے۔ اور ہر ملک کی
معیشت قائم ہو سکے گی۔ اس کے مقابلہ میں تجویز کیا گیا ہے کہ [illegible]
کی زمین کے کیا کیا سامان فراہم کئے جائیں اور [illegible]
بنانے سے ملکیوں کی صنعت کی ہوا کون سے [illegible] ہے۔ اس کا جواب
آپ خود دے سکتے ہیں۔

تجارتی بدعنوانیوں کا انسداد

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تجارتی اداروں کے مختلف طریقے

آ

۴- شرکت صنائع

۵- وجوہ

مضاربت

۱۔ دو یا کئی لوگوں کا مل کر کاروبار کرنے کے لئے یہ بہترین طریقہ تجارت ہے۔ مضاربت یا قراض میں ایک جانب سے سرمایہ ہوتا ہے اور دوسری جانب سے محنت کی جاتی ہے۔ نفع شدہ نصف نصف یا کم و بیش طے پا جاتا ہے۔

بہت سے ارباب دولت ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس سرمایہ کافی ہے لیکن تجارتی کاروبار سے واقف نہیں ہوتے اور نہ خود بنفس نفیس کاروبار کرنے کے لئے وقت نکال سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو تجارتی کاروبار کرنے کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو جو تجارت سے واقف ہوں اور محنت کر سکتے ہوں اپنا سرمایہ دے دیں اور نفع میں حسب معاہدہ حصہ لیں۔ اس طریقہ سے سرمایہ بھی بیکار نہیں رہتا اور محنت کرنے والوں کو بھی روزگار مل جاتا ہے۔

اسی لئے ایک حدیث میں مضاربت کو برکت کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزوں میں برکت ہے۔ ان میں سے ایک مضاربت ہے۔ اور بھی بہت سی حدیثوں سے مضاربت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور اس کے جواز پر امت کا اجماع ہے۔

مضاربت کے لئے ضروری ہے کہ سرمایہ کی مقدار اور اس کی جنس معلوم ہو۔ اور اس کو نقد روپیہ سے طے کیا جائے۔ اگر سرمایہ کی جنس غلہ یا کوئی اور چیز ہو تو مضاربت درست نہیں۔ اسی طرح نفع کا تناسب بھی معلوم ہونا چاہئے۔ اگر نفع کا تناسب معلوم نہ ہو تو مضاربت درست نہیں۔ مثلاً اگر یہ طے ہو کہ نفع میں سے ایک ہزار روپیہ مضارب کو دیا جائے گا تو مضاربت درست نہیں۔ اسی طرح اگر یہ طے ہو کہ نفع کا ایک تہائی مضارب کو دیا جائے گا تو بھی مضاربت درست نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ نفع ایک ہزار روپیہ سے کم ہو یا ایک تہائی سے کم ہو۔ اس صورت میں مضارب کو محنت کا معاوضہ نہیں ملے گا۔ اور یہ ظلم ہے۔ اسی طرح اگر یہ طے ہو کہ نفع کا ایک تہائی یا ایک ہزار روپیہ مضارب کو دیا جائے گا تو بھی مضاربت درست نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ نفع ایک ہزار روپیہ سے کم ہو یا ایک تہائی سے کم ہو۔ اس صورت میں مضارب کو محنت کا معاوضہ نہیں ملے گا۔ اور یہ ظلم ہے۔

مضاربت کے لئے ضروری ہے کہ سرمایہ کی مقدار اور اس کی جنس معلوم ہو۔ اور اس کو نقد روپیہ سے طے کیا جائے۔ اگر سرمایہ کی جنس غلہ یا کوئی اور چیز ہو تو مضاربت درست نہیں۔ اسی طرح نفع کا تناسب بھی معلوم ہونا چاہئے۔ اگر نفع کا تناسب معلوم نہ ہو تو مضاربت درست نہیں۔ مثلاً اگر یہ طے ہو کہ نفع میں سے ایک ہزار روپیہ مضارب کو دیا جائے گا تو مضاربت درست نہیں۔ اسی طرح اگر یہ طے ہو کہ نفع کا ایک تہائی

[illegible] نے اس پر عمل کیا [illegible] حضرت عباس رضؓ کی شرائط مضاربت کو آپ نے پسند فرمایا [illegible] اس حدیث میں بھی اسی کا یہ ارشاد موجود ہے۔

[illegible] ایک تہائی ہے تو زمین کچھ پھر کر اللہ کے رزق کو تلاش کرتی ہے۔

یعنی صاحب مال تو مال دیتا ہے، محنت دیتا ہے اس کے ذریعے سے ملوں و شہروں میں جا کر تجارت کرتے ہیں۔

گویا اس شکل میں سرمایہ اور سرمایہ محنت نہیں بلکہ رحمت بن جائے گا ورنہ اور کون سی محنت [illegible] ہوشمندی اور استعداد فضل اور [illegible] کام جمنے کی بجائے ناکامی و نقصان کی ثابت ہو گی نتیجہ یہ ہے کہ نہ سرمایہ کنز بن کر حقارت و کساد کا باعث ہو گا اور نہ محض محنت کی بنا پر دوسرے سرمایہ پر قبضہ کر سکے گا اور حیاتِ زندگی میں نہ فاقہ کش بنے گا اور نہ قابل نفرت سرمایہ دار۔

مضاربہ :

مضاربہ ایسے تجارتی کاروبار کا نام ہے جس میں کمپنی کے طور پر چند افراد اپنا اپنا سرمایہ ملا کر [illegible] شریک ہوتے ہیں [illegible] ان میں سے ایک دو [illegible] کے لئے دیتے ہیں [illegible] ملا کر تجارت میں لگاتے ہیں اور منافع بھی حسب تعداد شراکت آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں اسی کا نام شرکت یا مضاربہ ہے

شرکت صنائع

شرکت صنائع میں دو یا دو سے زیادہ افراد کسی پیشہ میں مشترکہ طور پر سرمایہ لگاتے ہیں اور محنت و صنعت کے ساتھ پیشہ کرتے ہیں اور منافع آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

شرکت وجوہ

شرکت وجوہ میں کاروبار کے لئے سرمایہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ [illegible] کی بنا پر [illegible] کاروبار کرتے ہیں اور منافع آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

نیلام

نیلامی سے مراد اشیاء کی فروختگی کا وہ طریقہ ہے جس میں خود آنحضرت ﷺ نے حصہ لیا۔ نیلامی کے ذریعہ اشیاء کی فروخت کی تین مشہور واقعات ہیں کہ ایک انصاری نے سوال کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ عرض کیا جی ہاں ایک کمبل ہے جس کا کچھ حصہ پہنتا ہوں اور کچھ اوڑھتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں آپ نے فرمایا کہ انہیں کو لے آؤ۔ وہ لے کر آئے آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک میں دونوں چیزوں کو لیا اور نیلامی کرنا شروع کیا ایک صاحب نے ایک درہم لگایا آپ نے فرمایا اس سے زیادہ کون دیتا ہے دوسرے صاحب نے دو درہم لگائے آپ نے وہ دونوں چیزیں ان کے حوالے کر دیا۔ (ابوداؤد، ترمذی بحوالہ ابن ماجہ ذخیرہ)

اسی طرح رسول خدا ﷺ نے بدر کی مہم کے لئے ایک شخص کے گھوڑے کو نیلامی کے ذریعہ فروخت کیا تھا۔ (بخاری)

عام طور پر حال ہی میں اس کا چلن ہوا تھا۔ موجودہ دور میں بھی نیلامی کی جاتی ہے اور اردو بولی پر فروخت کیا جاتا ہے۔ یہ کوئی نیا طریقہ نہیں ہے بلکہ زمانہ قدیم سے آرہا ہے۔

باب (۱۵)

[illegible] = [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

ا۔ نظریۂ انتظار کشی

یہ تھیوری پروفیسر سفیر سنڈیش نیاب ۔ اس کی رُو سے [illegible] مشین، آلات اور دیگر سامان خریدنے سے پہلے [illegible] ہے۔ اور یہ پیش اندازی سے حاصل ہوتا ہے۔ بچت کی خاطر کچھ قربانی دینی پڑتی ہے۔ اور [illegible] کرنا پڑتی ہے۔ یہ تکلیف دہ ہوتی ہے اس لیے اس کا حل ملنا چاہیئے۔ پروفیسر سفیر نے [illegible] کی بجائے "انتظار کشی" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ بہ طور بات وہ جچتی ہے۔ [illegible] کوئی ضرورت میں ڈالا جانا چاہیئے۔

ب۔ نظریۂ مُعاوضۂ وقت

[illegible] سے چلے جانے [illegible] 33 [illegible] پیش کیا تھا اور اس سے [illegible] ورک سٹڈی [illegible] حال کی ہیں [illegible] ہے۔ [illegible] کی ترغیب دینی چاہیئے اس سے [illegible] ضرورت ہے۔ [illegible] ضرورتمند افراد کو رقم قرض دینے سے [illegible] کرنا چاہیئے۔

[illegible] سے ثابت ہوتا ہے کہ [illegible] ہے۔ [illegible] ہے کہ [illegible] ہے۔ یہ دو [illegible] بھی چند نظریات پیش کیے جاتے ہیں۔

[illegible] کی رائے ہے کہ [illegible] مقرر ہوتا ہے۔ [illegible] ہے تو [illegible] سوچیں [illegible] ہے۔ [illegible] ہے۔ [illegible]

ہر نئے قانون کی رسد اور طلب کے توازن سے طے ہوتی ہے۔ کھربوپتی، کاروباری اداروں کی بچت سرکاری بچت، وغیرہ کا انحصار اس پر ہوتا ہے۔ اس طرح اس کی طلب کاروبار سرمایہ کاری، حکومتی اخراجات، وغیرہ کے لیے۔ سرکاری مقاصد کے لیے، پیسہ قرضاب۔

نظریہ یا افادیت کی ترجیح کا نظریہ = Liquidity Preference

[illegible] کی سیال ذخیرہ (LP) کہا جاتا ہے۔ یہ نظریہ [illegible] نے پیش کیا تھا۔ اس نے "روزگار، سود اور زر کا عمومی نظریہ" ایک معروف کتاب 1936ء میں شائع کی۔ کینز نے اپنے نظریہ تصورات کا اظہار کیا اور معاشیات کو ایک نئے اسلوب سے متعارف کیا۔ سیال معاشیات (Liquidity Economics) جو کہ اقتصادی نظریات کا بنیادی حصہ بن چکا ہے اس کی دین ہے۔

زر کی مدت سے اوگوں، نوٹوں اور بینکوں کے آمدنی اخراجات کی مالی حیثیت زر کی طلب سے مراد اس کی سیال ذخیرہ یا افادیت میں رکھنے کی تین وجوہات پر قائم کی ہیں۔

ا۔ روزمرہ لین دین کے لیے: عام معاملات میں ضروری اشیاء خریدنے کی خاطر لوگ نقد رقم اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اسے محرک آمدنی اور خرچ کا کاروبار کہا جاتا ہے۔

ب۔ ناگہانی ضروریات: [illegible] بیماری، حادثہ وغیرہ کی صورت کو پورا کرنے کے لیے افراد کی ضرورت ہوتی ہے۔ کاروباری ادارے اور حکومتیں بھی نقد رقم رکھتی ہیں۔

ج۔ تخمینی ضروریات: [illegible] لوگ کاروبار یا تجارت سے بہتر منافع کمانے کی خاطر اچھا کاروبار کی جا سکتی ہے۔ [illegible] کی خاطر نقد رقم اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اگر شرح سود زیادہ ہو تو لوگ نقدیت کو کم ترجیح دیتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ نقد رقم بچت کرنے کی بجائے قرض دینے کو ترجیح دیتے ہیں۔ جب شرح سود کم ہو تو لوگ بچت کرتے ہیں کیونکہ قرضہ سے زیادہ آمدنی نہیں ہو سکتی۔ زر کی طلب [illegible] سے متاثر کرتی ہے

روزگار بیکاری اور زر کا خالص نظریہ (کینز)

(... money - Keynes)

...

"(ہیرڈ۔ ڈینامک اکنامکس ۱۹۶)

...

1. ...

2. ...

3. ...

4. مزدوروں کی اجرت میں اضافہ ہو جائے گا۔

5. ...

سے بہتر نہیں کہ لوگ اپنی خواہشات و ضروریات پر باہمی تعاون اور آپس میں کچھ
پس انداز کریں۔ کیونکہ اصل آمدنی تو خرچ کرنے کا نام ہے۔ پس کے موجب ہونا اس لیے
سود نہ ورنی ہے

۵۔ بہت کردہ سرمایہ کاروباری لوگوں کے حوالے کیا جاتا ہے جو تجارت اور زراعت میں
کرتے ہیں اور ان دونوں میں نفع کرتے ہیں۔ سود کے بند رہنے سے نہ صرف روپیہ اپنے
بلکہ خود اس کے صاحب وجہ سے بھی بہت سرمایہ جمع ہوتا ہے کاروبار میں نہ ہونے کی وجہ
پیدا نہ ہوتے تھا۔

3۔ سود سرمایہ کے غیر منصفانہ کو روکتا ہے۔ اور شرح سود وہ چیز ہے جو بہت
خود بخود اس رکاوٹ کو کرتی رہتی ہے کہ سرمایہ زیادہ بارآور کاموں اور منصوبوں پر لگایا جائے
تاکہ نفع زیادہ سے زیادہ حاصل ہو سکے۔

۶۔ قرض زندگی کی ناگزیر ضروریات میں سے ایک ہے۔ افراد کو اپنے ذاتی
فائدہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ کاروباری لوگ کرتے ہیں اس کی حاجت رہتی ہے اور کوئی قوم
کاروبار رہتی اس کے بغیر نہیں چل سکتی۔ یہ حقیقت سے بعید ہے ترقی یافتہ ممالک سے قرض
سود پر حاصل کرتے ہیں۔ اتنا شیرہ بغیر سود کے حاصل کرنا ممکن نہیں۔ سود کے نہ رہنے سے قرضوں
کی بہتات تک جانے سے معیشت پر بہت برے اثرات پڑیں گے۔ بلکہ تمدن رک جائے
انحطاط پذیر ہو جائے گا۔

۷۔ سود کی بندش سے بنکوں کے ذریعہ کاروبار کے شدید متاثر ہونے کا خدشہ کیونکہ بنک
دوسرے بنکوں کے بغیر نہ رہ کر نہ دشوار اور مشکل ہے۔

۸۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بنکوں کا کام بلا سود کے بھی چل سکتا ہے
کی گزران بھی شروع ہو جاتی ہے۔

۹۔ سود کے حق میں جو دلیل دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے بغیر سے کام محنت جو ان نے
پیدا ہو جائے گا۔ سرمایہ کی پیداوار میں محنت کی طرح سرمایہ بھی کام کرتا ہے
ہونی چاہیئے۔ سرمایہ کا کام بھی محنت کی طرح ہے۔ اگر محنت کو اس کا حق ملنا چاہیئے
ہے تو سرمایہ کو بھی ملنا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سرمایہ کا کام محنت سے مختلف ہے
کرنے میں دیتا ہے۔ اس کا کام دوسرے کے کام کرنے میں مدد دینا ہے۔ اس کی قدر

رونما ہوتی چلی جائے گی۔

۵۔ [illegible]

۶۔ [illegible]

۷۔ [illegible]

۲۔ حواشی و اضافات

بمشکل چھپ سکتا ہے۔

2۔ اس طرح مذہب طبقہ کی قوت خریدیں بھی ورنہ تو چھپ لیتا ہے۔ شیا کی خرید و فروخت ہم ہوتی ہے گویا معیشت کی ترقی کا دوسرا نام کتاب۔

3۔ جب شرح سود زیادہ ہو تو لوگ اپنی بچت کو سرمایہ کاری کے بجائے قرضے دیتے ہیں۔ چونکہ انہیں بیٹھے بٹھائے بغیر محنت کے آمدنی ہو جاتی ہے۔ سود کی شرح میں ایک غیر معمولی اضافہ جس کا تعلق ہو۔ [illegible] ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتے کیونکہ اس سے ان کی [illegible] پر کوئی اثر نہیں پڑتا یا انتہائی کم۔

4۔ سرمایہ ایک متحرک صورت ہے جس شرح سود [illegible] اور کسی مفید کام میں نہیں لگتا۔ [illegible] ہیں روزگار کے مواقع بڑھتے ہیں اور [illegible] جب کہ سود کی شرح بڑھ جاتی ہے۔

5۔ شرح سود [illegible] مقدار [illegible] مقدار کو [illegible] ہے۔

6۔ تجارت و صنعت [illegible] کسی کاروبار کی [illegible]

7۔ سرمایہ [illegible] کی بجائے دیرکاری [illegible] لوگوں کی توجہ ہوتی ہے۔

8۔ سرمایہ درحقیقت [illegible] ہے۔ [illegible] بلکہ اس سے [illegible] بھی اس سے [illegible] کرتے ہیں۔

9۔ لمبی مدت کے قرضوں کے لیے [illegible] قرضہ کرنے والے [illegible] اقساط ادا کرنی پڑتی ہیں۔ اگر قیمتیں [illegible] ہوں تو [illegible] کی [illegible] ان کو پہلے کی نسبت گرانی محسوس ہوتی ہے تو سود خور کو خسارہ ہوتا ہے۔

10۔ حکومتوں کے قرضوں کی صورت میں غیر ملکی قرضوں کے بارے میں [illegible] اور اس وقت ملکی سالمیت اور قومی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

۱۱۔ سرکاری ادارے سے لیا ہوا قرض واپس نہ ہو سکنے کی صورت میں تعزیر کی جانا وغیرہ ثابت کرنی جاتی ہے۔ اور اس لئے وہ اپنی قلیل آمدنی سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بعض اوقات وہ زمین یا مکان نیلام کر دیئے جاتے ہیں جو قرض کے عوض رہن رکھے جاتے ہیں۔

۱۲۔ گردش زر کی رفتار جس سے ارتباط دولت پیدا ہوتا ہے اور جو شرکت کرنے والوں میں بٹ جاتا ہے۔

قانون میں سود کے رواج کا نفع مقابل ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا ادا کرنا جس کے ذمہ ہے زیادت

ہوتے ہوئے روپیہ کی زیادتی در اس کو اصل سے بڑھ جانا ہے چنانچہ اس کی تعریف

جس خوبی سے کی گئی ہے۔

جو چیز [illegible] پر باقی رہتے ہوئے [illegible] ہو جائے تو

اپنے اس حال پر باقی رہتی ہے۔

جو سود قرض دیا ہے [illegible] اس کا ادا کرنا [illegible]

[illegible] پڑھتا"

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کی اصولی تاثیرات

[illegible]

جب قرض [illegible]

[illegible]

(الروم: 39)۔

بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دینے کی وجہ

سے اور دوسری قسم کی زیادتی حرام۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال اور الربوٰ کو حرام کیا۔"

بیع دو شرائط میں سے ہر ایک کی قیمت کا مبادلہ ہونے کے ساتھ ہی معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد مشتری کو کوئی چیز ملتی ہے نہ بائع کو کوئی چیز دینی ہوتی ہے۔ لیکن سود کے معاملے میں ایسا نہیں ہوتا۔ اس میں تو وہ مال جو مبادلہ میں حاصل کیا گیا ہے، ہمیشہ کے لیے ضائع ہو جاتا ہے۔ پھر اس کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے اضافے کے ساتھ واپس دینی پڑتی ہے۔

تجارت، صنعت و حرفت اور زراعت میں انسان محنت و ذہانت صرف کرتا ہے اور اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سود کی کاروبار میں وہ محض اپنا ضرورت سے زائد مال دے کر بغیر کسی محنت و مشقت اور صرف کے دوسروں کے مال میں شریک غالب بن جاتا ہے۔ جس کی حیثیت صرف شریک کی نہیں ہوتی بلکہ نفع و نقصان دونوں میں شریک ہوتا ہے اور نفع میں جس کی شرکت نفع کے تناسب سے ہوتی ہے، بلکہ وہ ہمیشہ شریک ہوتا ہے اور نفع میں حصہ اپنے مقرر و معین منافع کا دعویدار ہوتا ہے۔

یہ وجوہ ہیں جن کی بنا پر شارع نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ ان وجوہ کے علاوہ سود کو حرام قرار دینے کی دوسری وجوہ بھی ہیں۔ وہ یہ کہ سود خرچی، بے رحمی اور زبردستی کی صفات پیدا کرتا ہے، دولت کو چند ہاتھوں میں جمع کرنے اور قوم کے درمیان ہمدردی و مدد باہمی کے جذبات کو ختم کرتا ہے، دولت کو پیسہ بنانے اور اس کو ذاتی منفعت کی ترقی پر لگانے کا میلان پیدا کرتا ہے اور دولت کی گردش کو روک کر اس کو ایک طبقہ کی طرف موڑ دیتا ہے۔ اس کی وجہ سے تمام دولت سمٹ کر ایک طبقہ کے پاس آ جاتی ہے اور باقی سوسائٹی کے لیے بدحالی کا موجب ہوتی ہے جیسا کہ حالیہ تجربات میں یہ بات رکھنے کے لیے برسہا برس سود کے یہ تمام اثرات نمایاں ہو چکے ہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ سود کے جن مفاسد کی نشاندہی قرآن نے کی تھی، ان کی تصدیق آج دنیا کے ہر ملک کی معاشی زندگی میں ہو رہی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس قدر سخت لہجہ کے ساتھ سود کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔

[illegible] جو کچھ باقی ہے اس کو معاف کر دیں تو آپ کے لیے بہتر ہے اگر آپ [illegible]

[illegible] اس آیت میں بھی سود کی حرمت کی علت بیان کر دی گئی ہے۔ یعنی سود کے ذریعہ سے دولت کا چند ہاتھوں میں جمع ہو جانا اور اس کا گردش سے رک جانا۔ اس کے بعد اس سے توبہ کرنے کی صورت میں اصل رقم کا حق بتایا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے تجارتی دولت کسی ایک طبقہ کے پاس اکٹھی ہو جاتی ہے۔ یہ چیز آخر کار پوری سوسائٹی کے لیے بربادی کا موجب ہوتی ہے جیسا کہ حالیہ تجربات میں بھی رکھنے کے لیے برسہا برس سود کے یہ تمام اثرات نمایاں ہو چکے ہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ سود کے جن مفاسد کی نشاندہی قرآن نے کی تھی، ان کی تصدیق آج دنیا کے ہر ملک کی معاشی زندگی میں ہو رہی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس قدر سخت لہجہ کے ساتھ سود کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔

[illegible] اگر [illegible] سے توبہ کر لیں تو [illegible]

[illegible] قرآن نے یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ [illegible] بھی دی ہیں۔ [illegible] کے لوگ [illegible] جس بنا پر [illegible] کیا [illegible] اس کے [illegible] سے جنگ کرنی [illegible]

بنو مغیرہ کے سود خور عرب میں مشہور تھے۔ فتح مکہ کے بعد آپ نے ان کی تمام سودی آمدنی باطل کر دی اور اپنے عامل مکہ کو لکھا کہ اگر وہ باز نہ آئیں تو ان سے جنگ کرو۔ خود حضور کے چچا عباس رضؓ ایک بڑے مہاجن تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے فرمایا کہ ہر قسم کے سود ساقط کئے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے میں خود اپنے چچا عباس کا سود ساقط کرتا ہوں۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ سود لینے والے، سود دینے والے سب پر لعنت ہے۔

سُود کے اخلاقی و معاشی مفاسد

حقائق معیشت اور نفسیات میں بے شمار خرابیاں نظر آنے کی وجہ سے اسلام نے سود کو ناجائز کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ایک آدمی کے ذمہ سو روپیہ قرض ہو اور وہ اپنے قرض خواہ کو قرض نہ دے سکے تو اس کے سود کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اور جب تک وہ قرض ادا نہ کر دے سود بند ہونے کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔ یہ اس وقت ہوتا ہے کہ قرض خواہ کو اپنا روپیہ واپس ملنے کی امید ہو۔ اس برائی کا سدباب صرف یہ ہے کہ سب سے پہلے اس دروازے کو بند کیا جائے جس سے خرابی آتی ہے۔

جب تک یہ نہیں کیا جاتا کوئی نہ کوئی سودی معاملات بنا کر تیار ہوتے رہیں گے اور سود بند ہو جائے گا یا قانوناً بند کر دیا جائے گا، لیکن درحقیقت کھوٹے سکے کی طرح چلتا رہے گا۔ جب تک سود کے قرض کی بنیاد ہے تب تک سود بند ہونے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ یہ اس وقت ہوتا ہے کہ قرض کی بنیاد ہی پر ضرب لگا دی جائے۔ پھر سود کی شکل میں سے کوئی نہ کوئی نظام مالیات پیدا ہو جائے گا۔

انسداد سُود کے نتائج

سود کی یہ قانونی بندش معاشیات کے نقطہ نظر سے تین بڑے نتائج پر منتج ہوگی۔ جن کا ذکر اوپر سب سے اہم نتیجہ یہ ہوگا کہ قیمتوں کی موجودہ نسبت نئی صورت میں تبدیل ہو جائے گی۔

موجودہ صورت میں ہر سرمایہ میں یہ خاص وصف ہے کہ وہ اپنے مالک کو ایک معین شرح پر سود دیتا ہے۔ اس لئے ہر سرمایہ کی قیمت اس کی آمدنی کی شرح پر منحصر ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ایک مکان سے ۱۰۰ روپیہ ماہوار کرایہ آتا ہے اور سود کی شرح ۵ فیصد ہے تو اس مکان کی قیمت ۲۰ ہزار روپیہ ہوگی۔ اگر سود کی شرح ۴ فیصد ہو جائے تو اس مکان کی قیمت ۲۵ ہزار روپیہ ہو جائے گی۔ اگر سود کی شرح ۲ فیصد ہو جائے تو اس مکان کی قیمت ۵۰ ہزار روپیہ ہو جائے گی۔ اگر سود کی شرح ۱ فیصد ہو جائے تو اس مکان کی قیمت ۱ لاکھ روپیہ ہو جائے گی۔ اگر سود کی شرح ۰ فیصد ہو جائے تو اس مکان کی قیمت لامحدود ہو جائے گی۔ اس لئے جب تک سود کی بنیاد پر قرض لینے کا رواج ہے تب تک سود کی شرح کو کم کرنا بڑے سے بڑا کارنامہ ہے۔ اگر سود کی شرح کو بند کر دیا جائے تو پھر موجودہ نظام مالیات پیدا ہو جائے گا۔

انسداد سُود کے نتائج

سود کی یہ قانونی بندش معاشیات کے نقطہ نظر سے تین بڑے نتائج پر منتج ہوگی۔ جن کا ذکر اوپر سب سے اہم نتیجہ یہ ہوگا کہ قیمتوں کی موجودہ نسبت نئی صورت میں تبدیل ہو جائے گی۔

موجودہ صورت میں ہر سرمایہ میں یہ خاص وصف ہے کہ وہ اپنے مالک کو ایک معین شرح پر سود دیتا ہے۔ اس لئے ہر سرمایہ کی قیمت اس کی آمدنی کی شرح پر منحصر ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ایک مکان سے ۱۰۰ روپیہ ماہوار کرایہ آتا ہے اور سود کی شرح ۵ فیصد ہے تو اس مکان کی قیمت ۲۰ ہزار روپیہ ہوگی۔ اگر سود کی شرح ۴ فیصد ہو جائے تو اس مکان کی قیمت ۲۵ ہزار روپیہ ہو جائے گی۔ اگر سود کی شرح ۲ فیصد ہو جائے تو اس مکان کی قیمت ۵۰ ہزار روپیہ ہو جائے گی۔ اگر سود کی شرح ۱ فیصد ہو جائے تو اس مکان کی قیمت ۱ لاکھ روپیہ ہو جائے گی۔ اگر سود کی شرح ۰ فیصد ہو جائے تو اس مکان کی قیمت لامحدود ہو جائے گی۔ اس لئے جب تک سود کی بنیاد پر قرض لینے کا رواج ہے تب تک سود کی شرح کو کم کرنا بڑے سے بڑا کارنامہ ہے۔ اگر سود کی شرح کو بند کر دیا جائے تو پھر موجودہ نظام مالیات پیدا ہو جائے گا۔

انسداد سُود کے نتائج

سود کی یہ قانونی بندش معاشیات کے نقطہ نظر سے تین بڑے نتائج پر منتج ہوگی۔ جن کا ذکر اوپر سب سے اہم نتیجہ یہ ہوگا کہ قیمتوں کی موجودہ نسبت نئی صورت میں تبدیل ہو جائے گی۔

موجودہ صورت میں ہر سرمایہ میں یہ خاص وصف ہے کہ وہ اپنے مالک کو ایک معین شرح پر سود دیتا ہے۔ اس لئے ہر سرمایہ کی قیمت اس کی آمدنی کی شرح پر منحصر ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ایک مکان سے ۱۰۰ روپیہ ماہوار کرایہ آتا ہے اور سود کی شرح ۵ فیصد ہے تو اس مکان کی قیمت ۲۰ ہزار روپیہ ہوگی۔ اگر سود کی شرح ۴ فیصد ہو جائے تو اس مکان کی قیمت ۲۵ ہزار روپیہ ہو جائے گی۔ اگر سود کی شرح ۲ فیصد ہو جائے تو اس مکان کی قیمت ۵۰ ہزار روپیہ ہو جائے گی۔ اگر سود کی شرح ۱ فیصد ہو جائے تو اس مکان کی قیمت ۱ لاکھ روپیہ ہو جائے گی۔ اگر سود کی شرح ۰ فیصد ہو جائے تو اس مکان کی قیمت لامحدود ہو جائے گی۔ اس لئے جب تک سود کی بنیاد پر قرض لینے کا رواج ہے تب تک سود کی شرح کو کم کرنا بڑے سے بڑا کارنامہ ہے۔ اگر سود کی شرح کو بند کر دیا جائے تو پھر موجودہ نظام مالیات پیدا ہو جائے گا۔

انسداد سُود کے نتائج

سود کی یہ قانونی بندش معاشیات کے نقطہ نظر سے تین بڑے نتائج پر منتج ہوگی۔ جن کا ذکر اوپر سب سے اہم نتیجہ یہ ہوگا کہ قیمتوں کی موجودہ نسبت نئی صورت میں تبدیل ہو جائے گی۔

موجودہ صورت میں ہر سرمایہ میں یہ خاص وصف ہے کہ وہ اپنے مالک کو ایک معین شرح پر سود دیتا ہے۔ اس لئے ہر سرمایہ کی قیمت اس کی آمدنی کی شرح پر منحصر ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ایک مکان سے ۱۰۰ روپیہ ماہوار کرایہ آتا ہے اور سود کی شرح ۵ فیصد ہے تو اس مکان کی قیمت ۲۰ ہزار روپیہ ہوگی۔ اگر سود کی شرح ۴ فیصد ہو جائے تو اس مکان کی قیمت ۲۵ ہزار روپیہ ہو جائے گی۔ اگر سود کی شرح ۲ فیصد ہو جائے تو اس مکان کی قیمت ۵۰ ہزار روپیہ ہو جائے گی۔ اگر سود کی شرح ۱ فیصد ہو جائے تو اس مکان کی قیمت ۱ لاکھ روپیہ ہو جائے گی۔ اگر سود کی شرح ۰ فیصد ہو جائے تو اس مکان کی قیمت لامحدود ہو جائے گی۔ اس لئے جب تک سود کی بنیاد پر قرض لینے کا رواج ہے تب تک سود کی شرح کو کم کرنا بڑے سے بڑا کارنامہ ہے۔ اگر سود کی شرح کو بند کر دیا جائے تو پھر موجودہ نظام مالیات پیدا ہو جائے گا۔

دوسرے کاروباری لوگوں سے یا بینک سے کسی خاص شرح سود دینے کا اطمینان دلانے کے بعد حاصل کیا جاتا ہے۔ اس سے کہ یہ روپیہ ان کاروباروں کے لئے یا حقیقی ضرورتوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ اگر اس پر سود دینے کا یقین نہ دلایا جا سکے تو کسی کو ایک روپیہ قرض نہیں مل سکتا چاہے اس کے گھر مردہ بے گور و کفن پڑا ہو۔ سود کی بنیاد پر دیکھنے کے لئے دل نہیں رکھتا کہ جس سے ہم سود دینا چاہتے کرتے ہیں۔ وہ کس حال میں ہے۔

اسلامی نظام میں اگر فضول خرچیوں کے لئے قرض کا دروازہ بند ہو جائے تو قرض کا سارا بوجھ معقول ضروریات کے لئے ہو جائے گا۔ پھر چونکہ ضرورت مند تو پیسے والوں سے قرض لیں گے پیسے والے زیادہ سے زیادہ کمانے کے لئے کاروبار کریں گے۔ اسلامی نقطہ نظر سے شخصی حیثیت میں ایک دوسرے کو قرض دینا معاشرے کے فرد کا اپنا فرض ہے۔ لیکن ہر کوئی شخص اپنے ہمسایوں سے قرض نہیں لیتا۔ پاتا ہے مجبور ہو کر بیت المال کی طرف رجوع کرتا ہے تو یہ بتاتا ہے کہ اس بات کی ضرورت ہے کہ اس بستی کی خلقی آب و ہوا درست ہو۔ لہٰذا جب کوئی شخص بیت المال سے قرض لینے پہنچتا تو اس کی حاجت پوری کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا جائے بلکہ اس بستی کی طرف توجہ کی جائے گی اور اس کی خلقی حالت بہتر بنانے کی کوشش کی جائے گی۔

شخصی حاجات کے لئے قرض فراہم کرنے کی ایک اور صورت بھی اختیار کی جا سکتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ تمام ادارے اپنے ملازمین کو ان کی غیر معمولی ضرورت کے موقع پر قرض دیا کریں جب وہ اپنے ملازمین کو غیر سودی قرضے کی سہولت پہنچائیں گے تو وہ کبھی بھی نہیں کریں گے بلکہ ان اسباب کو بھی دور کریں گے جو ان کو پریشانی میں مبتلا کرتی ہیں۔ ان کی آسودگی ہاتھ کی روپے سے معاشرے کے لئے ہر فرد کے لئے اس کا نفع اس سود سے بہت زیادہ قیمتی ہوتا ہے جو بیت المال یا دوست سے وصول کیا جا رہا ہے۔

کاروباری غرض کے لئے

کاروباری لوگوں کو اپنی آمدنی کی ضروریات کے لئے قرض دار ہوتے ہیں مجبوراً اس سے مقصد کے لئے یا تو بنکوں سے قرض حاصل کرتے ہیں یا پھر اپنا مال بیچتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں بنک کی شرح سود پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ بنک جب بند شرح سود پر روپیہ قرض دیتے ہیں تو نہیں دیکھتے کہ انہوں نے قرض کیسے کام کے لئے دیا ہے۔ سود کے جبر نے انہیں قرض کیسے دیا ہے۔

(۱۵)

باب

بنکاری = Banking

بنک سے مراد ایک ایسا ادارہ ہے جو عام لوگوں سے ان کی فالتو رقوم لے کر اپنے پاس بطور امانت رکھتا ہے اور پھر یہی رقوم حاجتمند افراد یا تاجروں، کارخانہ داروں کو قرضہ میں دے کر سود کماتے ہیں۔ بنک کے کاروبار کو بنکاری کہتے ہیں۔

بنک کے متعلق ایک انگریز مصنف (Sir John Paget) کا قول ہے کہ "بنک نہ صرف کاروبار کرتے ہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ قوموں کا دین کرتے ہیں"۔

بنک کے فرائض پر بحث کرتے ہوئے ہیرو فیلپسن (Herrow Phillipson) کہتے ہیں "بنک اپنے اور دوسروں کے قرضوں (Debts) کا کاروبار کرتے ہیں۔ اس کاروبار کے کامیاب ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ قرضے ادا کی مدت پر (Due Dates) خاص لوگ باحیثیت قبول کر لیتے ہیں اور اس طور پر ان کی ساکھ (Credit) کرتے ہیں۔ اس لیے بنک دوسروں سے قرض لیتا ہے جو ضرورتمندوں کو خود قرضہ دیتا ہے اور اس طرح بنک کی ساکھ (Credit) تخلیق کرتا ہے"۔

بنک عوام کی بچت کو اکٹھا کرتے ہیں۔ بنک عوام کی پس انداز رقم کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں۔ بنک عوام کی بچت کو اکٹھا کرتے ہیں۔ بنک عوام کی بچت کو اکٹھا کرتے ہیں۔

ہوں وہ بنک کو ایسی تجاویز، سفارشات اور سکیمیں تیار کر کے دیں جن پر بغیر سود کے سرمایہ صرف کر دیا جائے۔ تاکہ نفع حاصل ہو۔

بلا سُود بنک کاری

بنک کا قیام

[illegible] معیشت میں بنک کا قیام تو نئے مالیاتی سودی نظام سے [illegible] ہے۔ [illegible] بار ہی متعین سرمایہ کے ساتھ اس سرمایہ دارانہ نظام میں شریک ہوئے۔ سب سے کم [illegible] متعین سرمایہ کے ساتھ [illegible] شریک ہوئے۔ [illegible] شرکت ہوتی [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

۲۔ نفرت یا مضرت تک حصول پر کاروبار میں سرمایہ لگانا

۳۔ بلا معاوضہ خدمات۔

(۱) بلا معاوضہ خدمات

ان خدمات سے تعلق ہوتے ہیں کہ عدنی یہ کہ ان خدمات کی ... زیادہ ہو سکتی ہے۔ اس سے یہ بھی بنک سے فوائد کا ایک ... ہے۔ دوسری طرف سے معاشرہ ... بالخصوص کاروباری حلقے کی ... پر ... ان خدمات کی ... ملے گا ان میں چند کا ذکر ذیل میں ہے

... رکھے گا۔ اس کے عوض مناسب معاوضہ وصول کرے گا۔

... رقوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ... ہے۔ ... بنک ... اور ... مختلف قسم کی ... کے ... پر ... بڑی رقوم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی خدمات مہیا کرتا ہے۔

... ہوئی ... یا موثر ... سے ... کاروبار ... سے ... کو اپنے ... کی نمائندگی کرتے ہوئے ... ہے۔ ... کی ... سے ... قسمیں ... سے ... کو ... تک ... کی خدمت ... وصول کرتے ہیں۔

... پتے ... کی ... سے ... غیر منقولہ ... خریدنے ... فروخت ... سے ... کے ... معاوضہ وصول کرنا۔

... بعض معاملات میں کاروباری فریقوں ... کاروبار کے سلسلے میں ... مشورے دیتے ہیں۔ ... کے کاروبار میں مشیر کی حیثیت سے ... معاوضہ وصول کرتے ہیں

... بنک ... کے ... خریدنے ... فروخت ... کے ... پر ... پاس محفوظ رکھنے ... معاوضہ وصول کرتے ہیں۔

غیر کاروباری میں سرمایہ لگانا

بنک کے ... غیر کاروباری ... کا سب سے ... ذریعہ ... سرمایہ ... کی ... ہے ... فوائد ... حاصل ... کاروبار کرنے والے فریقوں کو ... کرتا ہے ... سرمایہ ... کی یہ دونوں ... ہیں

... نوعی ... کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں

(۲) مشترکہ الضمان

... ایسے بینک کا شمار ایک شکل یہ ہے کہ بینک کسی کاروباری فرم کے ساتھ مل کر کاروبار میں شریک ہو جائے۔ کاروباری فرم کا سرمایہ بھی ہوگا اور بینک کا سرمایہ بھی شامل ہوگا۔ اس بینک عملی طور پر کوئی فرق نہ ہوگا۔

شرکت کے معاہدہ میں کاروبار کی نوعیت اس کی مدت، نفع کی تقسیم کی صورت ہوگی اور کاروبار کے اختتام پر اصل سرمایہ نفع یا نقصان کے ساتھ بینک اور کاروباری فرم میں مل جائے گا۔

بینک جب شرکت کا معاہدہ کرے تو اس بات کا اہتمام کرنا ہوگا کہ اس کی مالی ذمہ داری اس کے سرمایہ کے مقابلہ میں زیادہ نہ ہو۔ اس لئے کاروبار میں معاہدہ کرنے کے وقت ... ہوگا جب بینک ...

کاروبار میں بینک کی حیثیت کو واضح تر رکھا جائے گا کسی وقت بھی مشترکہ کاروبار کے ... تک تو اس کاروبار کی ملکیت کے ہوتے ہوئے بینک ... نہ ہوں ...

شرکت کے اصول پر بینک کاروباری شرکاء سے نفع کی تقسیم کے ... ہے اس کی ... ہے ... بینک ... کاروباری شرکاء ... نفع میں حصہ یا نسبت ... ہوتے ہیں ...

معاہدہ شرکت کے اختتام پر بینک کو اپنا سرمایہ نفع یا نقصان میں ... نفع ... نقصان ... کیونکہ اس سے ذمہ داریوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

مضاربت:

... صورت یہ ہے کہ بینک ... مضاربت کا معاہدہ کرے اور یہ طے ... بینک نفع ہوگا ... کاروباری فرم کو ... نفع ... نقصان ہوگا ... سرمایہ کے ... یا ... کاروبار ...

بلا معاوضہ خدمات:

... کاروباری فرم کو ... مدت کے لئے قرضے فراہم کرے گا ... خدمت

ہوئی رقم کی واپسی کی ضمانت دینی ہوگی۔

بنک کے قرضے

قرض کے بالمقابل ضمانتیں

قرض کی مدت

قرض کی طلب و رسد کا مسئلہ

یہی حیثیت میں پیش کیا جائے تاکہ ہر درخواستیں پہلے آئی ہوں ان پر پہلے قرض دیا جائے۔ میاں جو قرض کی قرعہ نہ ہو جائے۔ بعض طلب گاروں کو کسی بنک سے بھی قرض نہ مل سکے تو ایسے میں مرکزی بنک اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ موجودہ حالات میں قرض کی تبدیلی یا کریڈٹ میں توسیع عمل میں لائے کے لئے کس قدر کی مطلب ہے یا نہیں۔

قرض کے حساب کتاب پر آنے والے اخراجات

ہر قرض کے سلسلہ رکھتے میں اس کی تنخواہ میں بھی دیانتدار رہنے سب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان قرضوں میں سے دو کی جائیں۔ اس کے لئے دو صورتیں ہیں۔

قرض دینے کے لئے آسان طریقہ جو منافع میں شامل ہو۔ اس کے لئے ایک سرکلر اس مقصد کے لئے استعمال میں لایا جائے۔

قرض دینے والوں سے کچھ فیس وصول کر کے یہ ذمہ لیا جائے کہ اس کے لئے قرض دہندہ درخواست پر ایک مناسب فیس مقرر کی جائے۔

فیس کو بنک کی آمدنی شمار نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے بنک کے حسابات پر بھی خرچہ لیا جانا چاہئے۔

تجارتی قرضوں کا مسئلہ :

یہ سوال بھی اہم ہے کہ تجارتی بنکوں کو تجارت کے لئے قرض دینے کے لئے سرمایہ مہیا کر کے ذمہ داری کس حد تک لینی چاہئے۔ اگر کسی وقت بنک کو سرمایہ کی کمی کا سامنا ہو تو بنک کو اس کا دیا ہوا سرمایہ واپس کرنے کے سلسلہ میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ سرمایہ کی واپسی کے لئے جب قرضداروں کا دباؤ ہو تو بنک کا کیا رویہ ہو۔

بعض ترقی پذیر ممالک میں بنکوں کو تجارتی قرضوں کی ادائیگی کے لئے کافی وقت دیا جاتا ہے۔ بعض ممالک میں بنکوں کو اپنے سرمایہ کا ایک حصہ ہمیشہ نقد کی صورت میں رکھنا پڑتا ہے۔

تجارتی قرضوں کی واپسی کے لئے بنکوں کو کتنا وقت دینا چاہئے۔ بنک کی قسم کے لحاظ سے مختلف مرکزی بنکوں کی جانب سے مختلف ممالک میں مختلف

اسلامی ترقیاتی بینک

Islamic Development Bank

تصور — پاکستان کی جمہوریہ نے ۱۹۶۵ء میں اسلامی ترقیاتی بینک کے قیام کی تجویز پیش کی تھی۔

منظوری تعاون — ۱۹۷۵ء میں ۲۲ اسلامی ممالک کے وزرائے خزانہ نے اس تجویز پر غور کیا اور اتفاق رائے سے منظور کر لیا۔

تجویز — ۱۹۷۴ء میں ہر کراچی میں دوسری مسلم کانفرنس میں تمام ممالک نے باہمی بینک کے قیام کی تجویز منظور کی۔

عملی اقدام — فروری ۱۹۷۵ء میں سربراہی کانفرنس میں تمام ممالک نے اس کے قیام کی منظوری دی۔

چارٹر — سولہ ممالک نے ۱۹۷۴ء میں بحرین کانفرنس میں چارٹر پر دستخط کیے۔ چارٹر کی توثیق ممالک کے ذریعے نمائندگان سے جدہ کانفرنس میں چارٹر کی منظوری دے دی۔

بورڈ — ۱۹۷۵ء جدہ میں کونسل آف گورنرز بورڈ آف ڈائریکٹرز منتخب کیا گیا۔ ڈاکٹر محمد علی مدنی زیر قیادت [illegible] کویت، [illegible]

(17)

باب ۱۷

بیمہ سازی

اس عہد میں انسان کی حفاظت اور اس کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے مختلف
کمپنیاں قائم ہوتی ہیں۔ کچھ ان کا مقصد تجارتی ہوتا ہے اور کچھ خدمت کے جذبے
سے۔ بیمہ کا کاروبار بھی اسی طرح کا ہے۔ [illegible]

بیمہ کا کاروبار بہت پرانا ہے۔ [illegible]

کتاب۔ [illegible] کہا جاتا ہے۔ اسلام نے اس کے [illegible]
ہیں۔ [illegible] گو [illegible]
کے [illegible] جنہوں نے [illegible]
"اسلامی تشریعات" میں [illegible]

[illegible] اس [illegible]
سکتے۔ [illegible]
کی [illegible]
کرنے کے [illegible]
ان [illegible]
جس کی [illegible]
[illegible]
[illegible]

پر ہوتا ہے جو اس بیمہ کمپنی میں شریک ہوتے ہیں۔ کیونکہ بیمہ کمپنی کے ذمہ یہ ادائیگی اپنی جیب سے نہیں ہوتی بلکہ یہ بیمہ شدہ افراد کی رقم سے جو منافع حاصل ہوتا ہے، اس کا ایک حصہ کی وارث بیمہ شدہ قبل از وقت مرنے والے افراد کی اولاد کو بھی دیتی ہے۔ اس طرح بیمہ کمپنی کا کاروبار بھی چلتا رہتا ہے اور بیمہ شدہ افراد کی اولاد بھی اس سہولت سے فائدہ اٹھاتی ہے۔

اگر اسلامی معاشی نظام کی ترویج ہو تو نہ کوئی باپ اپنے مرنے سے اس بیمہ کو فروخت کر سکتا ہے کہ اس کے بچے فیملی بینیفٹ کے بجائے بیوہ ہو کر اولاد ہو جائے گی نہ کسی کو اس کا خیال آ سکتا ہے کہ بیمہ کرانے والے پر کسی مصیبت یا مرض کا حملہ ہوا اور میچور ہونے سے پہلے خدانخواستہ کوئی کر گیا تو بیمہ کی رقم کون کرے گا؟ میچور ہونے پر بیمہ کمپنی کو بھی خسارہ ہو جائے گا، کیونکہ زندگی میں تو کوئی بیمہ کرانے والا ہوگا نہیں، اندھا ہو جائے، بوڑھا ہو جائے، سب کو اطمینان سے قرض تو ڑنے کے لیے اسلامی بینک جائے نہ سودی قرض کی حاجت نہ جائداد بیچنے کی نہ ورثاء کے بچے کے قرض کی ادائی کا سہارا حکومت کے خزانے میں موجود ہے۔ بیوپار کرنے والے مسافر جو ایک جگہ سے دوسری جگہ آتے جاتے ہیں نہ انہیں اس کی فکر کہ کس جگہ جا کر بیمہ کرائیں اور خدانخواستہ راستے میں کوئی حادثہ ہو جائے تو کیا ہوگا نہ خزانے پر کوئی بوجھ ہوگا۔

(مناظر احسن الگیلانی)

مشورہ کے بعد بینک کمپنیاں جو رویہ پریمیم (Premium) کی مد میں وصول کرتی ہیں اس سے بہت بڑے بڑے فوائد کی صورتیں پیدا کرنا فائدہ حاصل کرتی ہیں اور اس کاروبار کو فروغ دیتے ہوئے زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس کے لیے وہ مشورہ کراتے ہیں۔

دوم۔ بیمہ کرانے والے کی وفات یا زیادہ کی صورت میں بیمہ رقم دینے کی ذمہ داری یہ کمپنیاں اپنے ذمہ لیتی ہیں۔

سوم۔ بیمہ کرانے والے کی وفات کی صورت میں جو رقم ادا کی جاتی ہے۔ اس کی شرعیت کی رو سے حلال و حرام ورثوں میں منقسم ہونا چاہیئے۔ مگر ورثاء اس

انشورنس کمپنیوں کے لئے ہمیشہ ناجائز کردیا جائے۔ دوسرے محروم رہ جاتے ہیں۔ اور یہ حق ان سے
متروک نہیں ہوتا۔ چونکہ یہ ملازمت کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ دوسرے ملازمین کی طرح ان کا بھی
نہیں ہوتی۔ ویسے بھی وارث کسی کی وفات کے بعد ہی وارث بنتے ہیں۔

چہارم۔ پالیسی میں مدت کا تعین کیا جاتا ہے۔ اس پر بونس متعین شدہ دور کے بعد مقرر
شرح سے ہوتا ہے۔ لہٰذا اس میں بھی ربوٰ کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ان سے
انشورنس بھی ناجائز ہو سکتی ہے۔

ے حسب ذیل [illegible]

1. [illegible]

2. کمپنی اپنے دوسرے [illegible]

3. ہمیشہ زندگی یا دوسری [illegible]

4. [illegible]

5. پاکستان کی مانند [illegible]

حکومت کی [illegible]

سکتا ہے۔ [illegible]

(15)

باب

احکامِ ارتداد

تخلیقِ آدمؑ مٹی سے کی گئی ہے۔ انسانی نطفہ بھی مٹی سے پیدا ہوتا ہے۔ بعد از موت جسم مٹی میں جلد یا بدیر مل جاتا ہے۔ حشر کے دن ان تمام اجزا کو ملا کر از سرِ نو پیدا کر دیا جائے گا اور جو قبروں میں مدفون تھے، باہر نکالے جائیں گے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (المومن) اللہ رب العزت ہی ہے جس نے زمین تمہارے لیے ٹھہرنے کی جگہ بنایا، آسمان کو گنبد اور صورت بنائی تمہاری تو اچھی بنائیں تمہاری صورتیں اور عطا کیں ستھری چیزیں سے روزی کی۔ وہ اللہ تمہارا رب ہے سو بڑا جو سارے جہان کا رب ہے بڑی برکت والا ہے۔

یعنی انسان شکل و صورت کے لحاظ سے فی احسنِ تقویم ہے اور اس کی روزی بھی دوسروں سے بہتر ہے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد اب زمین کی ملکیت کے بارے میں اسلامی نظریات کی وضاحت کی جاتی ہے۔ اگرچہ فقہ کی کتب میں ملکیت کے نظریات میں اختلاف پایا جاتا ہے اور کچھ لوگ تو سرے سے ملکیت کے قائل ہی نہیں ہیں لیکن فردی ملکیت کی بنیاد اجتماعی صورت میں رکھنے کے لیے دلائل دیتے ہیں تاہم اسلام _____ انفرادی ملکیت کو ختم نہیں کرتا۔ نیز اس کے نزدیک انفرادی ملکیت کا نسداد انسان کے جائز انفرادی حقوق و فرائض پر ضرب لگانے کے مترادف اور قوانینِ عمل میں جمود و تعطل پیدا کرنے کا موجب ہے۔ اس لیے اس قسم کا اقدام گویا فطرت کے ساتھ بغاوت ہے۔ اس لیے وہ کتاب کریمہ کی تعلیق کا یہ ہے کہ قوانینِ فطرت کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ ایک جانب زمین اور وسائل پیداوار میں انفرادی ملکیت کو ایک حد تک جائز قرار دیتا ہے اور دوسری جانب جنائی مفادات کے پیشِ نظر اس پر بعض قیود عائد کر دی ہیں جو کہ انفرادی ملکیت پر قدغن تو قرار نہیں دی جا سکتیں لیکن فرد اور جماعت دونوں کا یہ حق ہے کہ انفرادی حقوق و فرائض میں اعتدال پیدا کرنے کے لیے جائز قانون سازی کریں۔

شریعت کی رو سے اسلامی ریاست کے تحت زمین کی ملکیت پر بحث

۱۔ وہ زمینیں جن کے مالک زندہ اسلام قبول کر لیں واضح ہو کہ اس قسم کی ملک کے بارے میں بنی کریمؐ نے اس اصول پر عمل فرمایا تھا۔ جب لوگ اسلام قبول کر لیتے تو وہ اپنی جائیدادوں اور مکانوں کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ (ابو داؤد۔ کتاب الخراج)۔ جو لوگ اسلام قبول کرتے وقت جس ملک کے مالک تھے

ہے۔ وہ اہل حق جن کے ملک میں پہنچ کر ایک عامل کے ذریعہ اپنے پیدا ہونے والے بچوں کی سماعت کی جانچ کرائی جائے۔ ایسے لوگوں کے بارے آنحضرت نے فرمایا کہ ان کے ساتھ سماعت ہوئی ہوا نہیں بے کہ وہ کامیاب پورا کیا جائے۔ (ابن ماجہ حدیث نمبر ۔)

اگر کسی ایسا ہو کہ ان قوم سے ہمارا ملک ہو اور ہمارے ملک کا پتہ دینے والے کی جانب سے ہمیں دیکھنے پر تیار ہو جائیں اور ہم ان کو ہمارے ملک میں نہ آنے دیں تو ایسی صورت میں ہمارے ملک کا ہمارے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہئے۔ (ابن ماجہ ابواب الفتن)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

لگائی اور فرمایا:

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

شریک بن سمی مصنفی حضرت عمر بن العاص سے یہ خدمت کرتے کرتے بیمار ہو گئے۔ میری معافی کی درخواست نہیں کرتا۔ بغیر اجازت کاشتکاری شروع کر دی۔ حضرت عمر نے دربار میں خوب سرزنش کی۔ اس نے کہا میں تائب ہوتا ہوں۔ معافی طلب کی۔ تو حضرت عمر نے معاف کر دیا۔

[illegible] حضرت عثمان اور حضرت علی کے زمانہ میں بھی [illegible] کیے گئے ان کی رقم [illegible] حکومت ہی کے ہاتھ میں رہا اور کاشتکاروں سے حاصل شدہ رقم حکومت کے ذریعہ [illegible] کی ضروریات پر صرف ہوتا تھا۔ مجاہدین و فقراء کے لئے کبھی بھی کوئی حصہ نہیں [illegible] نہیں دیا گیا۔

[illegible] جو زمینیں کسی کی ملک نہ ہوں۔ اس قسم کی زمین دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ زمین جو [illegible] کہا جاتا ہے یعنی افتادہ زمینیں جن کے مالک نہ ہوں۔ یا جن کا کوئی وارث نہ [illegible] یا جو بادشاہوں، رؤساء وغیرہ کے لیے [illegible]

دوسری قسم کی زمینیں [illegible] کو سرکار کی طرف سے دی جاتی ہیں۔ ان میں سے کچھ زمینیں [illegible] کو کاشت کرنے کے لیے دی جاتی ہیں۔ [illegible] حکومت کو خراج ادا کرتے ہیں۔ [illegible] کتاب الاموال لابی عبید، صفحہ [illegible]

[illegible] زمینیں [illegible] کی ہیں جن کے مالکوں نے اسلامی حکومت سے بغاوت کر کے [illegible] ہیں۔ [illegible] ان زمینوں کو [illegible] کی زمین

[illegible] کی زمینیں [illegible] ہیں۔ جیسا کہ [illegible] ان زمینوں کے [illegible] ہیں۔ [illegible] ان کے [illegible] ہیں۔ [illegible] ہیں۔ [illegible] ہیں۔

[illegible] جاسے۔ (کتاب الخراج)۔

[illegible]

ساتویں طبقہ تک دھنسایا جائے گا۔ (بخاری)۔

گزرنے والا مقدس ہے وہ کسی کے لیے اس کی ملکیت روا نہیں ہے۔ سب انسانوں کی بھلائی ملحوظ ہے تو ہی کلیہ تو ریہ ہے کہ حکومت متوازن ہونا چاہیے۔ اشتراکی ممالک کو اپنے علاقہ و ملک کی جغرافیائی سرحدوں سے بے نیاز ہو جانا چاہیے۔ اپنے خلوص کے حاملین پیداوار کو دیگر ممالک کے لیے وقف کر دینا چاہیے کیونکہ سارا رزق زمین اللہ کی ہے۔ اور سب انسان اللہ کے ہیں۔ اللہ نے مستقل طور پر کسی قوم کو کسی خاص خلاقے کے اجتماعی سکیت کے دائمی حقوق دے رکھے ہیں۔ اس دعوے کو ثابت کرنا ہوگا۔

۲۔ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ : اور وہ اللہ آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین پر بھی معبود ہے۔ کچھ مفسروں نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ اللہ آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین پر بھی معبود ہے۔ ان کے مطابق کہ اللہ آسمان میں بھی معبود ہے اور آسمان سے نازل ہونے والی پیغمبروں کی ملکیت نہیں ہیں۔ وہی اللہ زمین میں بھی معبود ہے لہٰذا زمین بھی اللہ کی ہے۔ اگر یہ ایسا ہے تو زمین کی بھی ملکیت کسی پر نہیں ہونی چاہیے۔ یہ اللہ کی ہے۔ بدیں وجہ اللہ کی مخلوق کے ہر فرد کا حق ہے کہ وہ زمین پر بسنے والے اللہ کے بندوں کی بھلائی کے لیے اس کا استعمال کرے۔ بدیں وجہ اللہ کی مخلوق کے ہر فرد کا حق ہے کہ وہ زمین پر بسنے والے اللہ کے بندوں کی بھلائی کے لیے اس کا استعمال کرے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی بھی، چاہے وہ شہنشاہوں پر انسانوں کی اجتماعی ملکیت بھی نہیں ہے۔ زمین پر اجتماعی ملکیت کیونکر جائز ہوئی۔ نیز اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ دوسرے زیادہ ضروری اشیاء سے استفادہ کا حق بھی یکساں ہے اور ان کی خصوصیات بھی یکساں ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ اس بنا پر یہ کہا جائے کہ اللہ آسمان میں بھی معبود ہے۔ سورج بھی اللہ کی مخلوق ہے اور سب کا گزر ہے اور زمین پر بھی معبود ہے لہٰذا زمین بھی اللہ کی ہوئی۔ اگر یہ ایسا ہے تو زمین کی بھی ملکیت کسی پر نہیں ہونی چاہیے۔ یہ اللہ کی ہے۔ بدیں وجہ اللہ کی مخلوق کے ہر فرد کا حق ہے۔

۳۔ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۭ قُلِ الْعَفْوَ : اس آیت سے اشتراکیوں نے یہ کہا ہے کہ ضرورت سے زائد مال اپنے پاس نہیں رکھنا چاہیے۔ لیکن ہر فرد کی ضرورت کا تعین کیسے ہو؟ ان مقلدوں کی عقل جامد نہیں ہے۔ فرد کی ضروریات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہر ایک کی ضروریات بھی ایک نوع کی نہیں ہیں۔ بدیں وجہ اس کا تعین کیسے ہو؟ کسی کی ضرورت کا کوئی حد نہیں ہے۔ ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق ضروریات کا تعین کرتا ہے۔ یہ ہے وہ حد جس کے بعد ضرورت کا کوئی حد نہیں ہے۔ بدیں وجہ اللہ کی مخلوق کے ہر فرد کا حق ہے۔

"ضرورت سے زائد" کیا ہے؟ کیا ہم اس کا تعین کریں؟ تو یہ وہ چیز ہے جو ہمارے ہوتے ہوئے نہیں ہو سکتی۔ ہمارا یہ کام نہیں ہے۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ہم اللہ کے بندوں کو یہ بتا دیں کہ اللہ کی مخلوق کے ہر فرد کا حق ہے۔ اس کے بعد ضرورت کا تعین کرنا ہے تو ہمارا کام ریاست کا ہے جو

مزارعت = [illegible]

ملکیت زمین کی مانند مزارعت کے بارے میں علماء کرام کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ دونوں مکاتب فکر کے فریقوں کے دلائل درج ذیل ہیں۔ پہلے ان احادیث بیان کیے جاتے ہیں جو مزارعت کے خلاف ہیں۔

۱۔ حضرت رافع بن خدیجؓ نے فرمایا: رسول اللہ نے ہمیں ایک کام سے منع فرمایا جو ہمارے لیے نفع بخش تھا وہ یہ کہ ہم میں سے کسی شخص کے پاس زمین ہو تو وہ اسے نقد رقم پر اور فرمایا کرتے ہیں سے جس کے پاس زمین ہو تو وہ یا خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو کاشت کے لیے احسان کے طور پر دیدے۔

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا آپؐ نے ارشاد فرمایا جس فرد کے پاس زمین ہو اسے چاہیے کہ خود کاشت کرے یا دوسرے کو کاشت کے لیے مفت احسان کے طور پر دیدے اگر وہ ان میں سے کوئی بات نہ کرے تو اپنی زمین کو یونہی روکے رکھے۔ یاد رہے کہ یہ حکم وجوبی نہیں ہے بلکہ استحباب کے لیے ہے کہ اگر کوئی ایسا کرے تو اچھا ہے۔ اگر ایسا ہو تو بہتر ہے اس پر عمل کرے۔

3۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ زمین کے زرعی پیداوار کا کوئی حصہ متعین کیا جائے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی زمین کو عہد بن کر دیتے تھے کہ ابتدائے امارت حضرت معاویہؓ تک کاشتکاروں کو گمان پر دیتے رہے مگر جب انہوں نے رافعؓ کی حدیث سنی تو اس عمل کو اس خوف سے ترک کر دیا کہ شاید رسول مقبولؐ نے آخر عمر میں یہ فیصلہ دیا ہو۔

5۔ حضرت ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ افراد امت کے درمیان زمین کا اجارہ اور اس کی مزارعت دونوں ناجائز ہیں۔

6۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ فقہاء کرام اجارہ پر دینا جائز سمجھتے ہیں اور اس کو پسند کرتے ہیں۔ مگر زمین اور ان کا کہنا ہے کہ پیداوار پر دینا جائز ہے اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ زمین کو فقہاء کرام پیداوار دونوں صورتوں میں اجارہ پر دینا جائز ہے اور میں اسی کو اختیار کرتا ہوں۔

۲۔ حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ ہم نے رافع بن خدیج سے انہوں نے چاندی
سونے کے بدلے زمین سب سے زیادہ حق دار ہیں کہ وہ اس زمین کو لے لیں یا اس کو
چھوڑ دیں تو اس کا حق ادا کر دیا جائے اور اس میں جو فصل تیار ہو وہ اسے ملے اور زمین
والے کو کچھ نہ ملے گا اس پر فیصلہ ہوا ہے کہ جو شخص زمین ہو وہ اس کو
اور جو حصہ یا تہائی یا چوتھائی کا حصہ مقرر کرتا ہے اس کے لیے ہے اس کی مزارعت سے منع کر دیا
سونے اور چاندی کے بدلے زمین بٹائی پر دینے کا اس وقت رواج ہی نہ تھا۔

۳۔ اس رافع بن خدیج کی دوسری روایت میں ہے۔

رافع فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ مزارعت زمینیں ہوا کرتی تھیں
اور کوئی شخص زمین کو تہائی پر دیتا تو یہ کہتا کہ زمین کا یہ ٹکڑا میرے لیے ہے اور وہ ٹکڑا تیرے
اور بسا اوقات یہ ہوتا کہ ایک ٹکڑے میں فصل پیدا ہوتی اور دوسرے میں برباد ہو جاتی اس لیے
آنحضرتؐ نے اس طرح کی مزارعت سے روک دیا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

جن احادیث میں مخابرہ (المزارعت) کی ممانعت بیان کی جاتی ہے ان سے دراصل
جاہلیت سے رائج تھا اور جس کے مفاسد پر انصار یوں وقتاً فوقتاً
۱۵۔ اسید بن ظہیر کہتے ہیں کہ ہمارے لئے کسی کے پاس زائد زمین ہوتی تو وہ اسے
پر دیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ پانی کی تین نالیوں سے اور گوشہ جو کھیت ہوگا وہ میرا ہوگا اور
خوشوں کو یک مرتبہ کاٹنے کے بعد جو وہاں پر رہیں گے وہ سارے میرے ہوں گے اور اس کھیت
کو نالی سیراب کرتی رہتی تھی۔ اس لئے ہمارے پاس زمین ہوتی تھی، خوب محنت کرتے اور زمین
کرتے اور جس زمین کی ضرورت ہوتی وہ اس شرط پر دے دیتا۔ ایک دن رافع بن خدیج
نے بتایا کہ رسول اللہ نے ایک کام سے ہمیں منع فرما دیا ہے جس میں ہمارا فائدہ تھا اور
آپ نے فرمایا کہ تمہارے لئے یہ بہتر نہیں ہے کہ تم زمین کو بانٹی پر سلوک اور رنق کا معاملہ کرو۔ پس
اس بارے میں نہ کریں۔

۲۔ حضرت زید فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ رسول اللہ نے زمین کے
پیش بہت سے لوگوں نے زمین
اسے حرام نہیں کیا۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے
کو کرایہ پر دیا کرتے تھے۔

۴۔ حضرت ابوجعفر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے خاندان کے
سونے یا کاشت کریں اور پیداوار نصف بانٹ ہو۔

۵۔ حضرت ابوجعفر فرماتے ہیں کہ
کاشت نہ کرتے ہوں۔

کہتے ہیں۔ (بخاری)۔

(۱۹)
پارسی

انگلستان ۱۹۱۲ء

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ۔ ایک بیگھہ یا ایکجیسہ کا $\frac{3}{6}$ اور درہم ۔ باغات ۔ ایک بیگھہ کا $\frac{3}{6}$ اور درہم ۔
[illegible] ۔ جو بیگھہ کا $\frac{3}{6}$ اور ۵ درہم ۔ کپاس بیگھہ کا $\frac{3}{6}$ اور ۵ درہم ۔ تل ۔ $\frac{3}{6}$ اور ۵ درہم ۔
سبزیات ۔ $\frac{3}{6}$ اور 3 درہم ۔

[illegible] کے مطابق کل پیداوار کا کم از کم $\frac{1}{3}$ اور زیادہ سے زیادہ $\frac{1}{2}$ سالانہ خراج وصول
کرنا چاہیئے ۔

[illegible]

[illegible] گذاری و لگان

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

3- شام - مقدمہ خارج درخل کرایا تھا۔ کیونکہ زمین سرکار کو ضبط ہو کر مل گئی تھی اور اس کے کوئی صحیح وارث نہ رہے تھے۔

4- ایسی زمین جو کہ قوم سے ضبط ہوئی فوج میں تقسیم نہ کی گئی اور اصل مالکوں کے پاس بھی نہ تھی بلکہ دوسرے لوگوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

5- ایسی زمین جو کہ [illegible] کہلاتی ہے، جیسا کہ بیان ہوا۔

6- موات - زمین جو کہ حکومت کی اجازت سے زمینوں سے آباد کی۔

7- زمینوں کی پیمائش کا بیان جو کہ بیگھات میں تبدیل ہوئیں۔

8- موات کی زمین جو مسلمانوں نے آباد کی اگر کبھی وہ ان سے واپس لی جائے تو وہ اس ضلع میں واقع ہو۔

[illegible]

چند ضروری نکات:-

1- [illegible]

2- خراجی زمین پر کوئی عشر نہیں لگتا۔

3- [illegible]

4- اگر [illegible]

5- [illegible] مالک سے وصول ہوگا۔

6- بیگھہ بیگھہ وقف نصف زمین سرکار کو واپس کرنا ہوگا۔ نیز آسان کی [illegible] ہوتا ہے۔

۹۔ [illegible] واپسی۔

۱۰۔ [illegible] حکومت کرائے گی۔

۱۱۔ پہلے ضلع والا پیمانہ ہی بنیاد ہوگی۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کی اللہ فرمایا:

(۲۵)

باب

ریاست مال

[illegible] حکومت ہائی کے لئے خزانہ سرکاری [illegible]

[illegible] خزانہ کے محفوظ رقوم کو بیت المال کہتے ہیں اور گرچہ کبھی کبھی بیت المال کا [illegible] کے متعلق ہو پھر بھی کردیا جاتا ہے تاہم عام اصطلاح کے مطابق مرکزی خزانہ کے متعلق [illegible] مستعمل ہوتا ہے۔

[illegible] بیت المال کی صورت [illegible] ہوتی ہیں [illegible] کی ضروریات [illegible] کے مطابق انجام پاتی ہے۔ بیت المال [illegible] کے [illegible] کے [illegible] بیت المال کے [illegible] ہیں [illegible] کے [illegible] ہیں [illegible] ہے جو [illegible] پر [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

[illegible] خدائے تعالیٰ جس طرح
[illegible] اسی طرح حاکمیت بھی اسی کی ہے اور حکومت بلا شرکتِ غیر صرف اسی کے لئے
[illegible] زمین پر اس کی حکومت کی نیابت کا حکم دیتا ہے اور خدائے تعالیٰ کی خلیفہ اور
[illegible] صرف خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

[illegible] سیاسی قول بیان کرتا ہے اور عقائد
[illegible] معیشت، سیاسیات، تہذیب اور معاشیات سے متعلق مجموعی سیاسی اور
[illegible] جس کے ذریعہ اجتماعی زندگی کا نظام [illegible] باعث دونوں کی بنیادی
[illegible] دنیا کے تمام [illegible] اجتماعی [illegible] ہر [illegible] اور
ایک انقلاب عظیم کا داعی اور معمار ہے۔

[illegible] سیاست [illegible] بلکہ [illegible]
[illegible] زندگی میں [illegible]
[illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہے [illegible]

تشریح مدات

عشر : [illegible]

خراج :

[illegible]

زکوٰۃ :

[illegible]

صدقات

[illegible]

کا حق ہے۔

[illegible]

[illegible] کرایہ وغیرہ : [illegible] مقرر کرنے [illegible]

[illegible] مشورہ : [illegible] کے [illegible]

[illegible] : [illegible] سے [illegible]

[illegible] : [illegible]

اموال فاضلہ : [illegible] جو بھی متفرق آمدنیاں بیت المال کی [illegible]

[illegible] بیت المال کا ہے۔ اس طرح کوئی ذمی بغاوت کرے تو اس کا [illegible] بیت المال کی ملکیت ہو جاتا ہے۔

مصارف بیت المال

[illegible] ہے کہ بیت المال کے [illegible] ہونے [illegible] ہونا چاہیے۔ مگر یہ چاروں مرکزی بیت المال کے [illegible] کے تفصیلات درج ذیل ہیں:

۱۔ [illegible]

۲۔ [illegible]

۳۔ [illegible]

۴۔ اموال فاضلہ سے متعلق ہے۔

[illegible] بیان کیا گیا ہے۔

[illegible]

باب ۲۱

انفاقِ معیشت

سورۂ [illegible] میں انفاق سے متعلق جو احکام معیشت ہیں ان پر تعمیق نظر ڈالنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اس سلسلے میں تین چیزیں فکر پر سامنے آتی ہیں۔ کیا کمائیں (۲) یا خرچ کریں (۳) کس پر خرچ کریں۔ چنانچہ سورہ نے ان تینوں فکری سورت حل کرنے کے لئے انفاق معیشت کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ پہلے حصہ میں انسان کو جد و جہد کی ترغیب اور کسب معاش کے لئے حرکت و دعوت دی ہے اور بتایا ہے کہ انسان کو اپنی معاش خود اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمانا چاہیئے۔ یہ کمائی حلال ہو اور اس کی حیات کا مقصد صرف معیشت نہ ہو بلکہ اس حقیقی زندگی کو حاصل کرنا ہو جو معیشت کے ساتھ ساتھ بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ دوسرے تین حصوں میں بھی سورت کو حل کیا گیا ہے جو معیشت کے سلسلہ میں فکری تحریریں سامنے آتی ہیں۔

کسب معیشت کے لئے ترغیبات

انفاق فی سبیل اللہ میں سب سے پہلی منزل کسب معیشت اور حصول رزق کی منزل ہے قرآن کریم نے ہر انسان کو اپنی مستقل زندگی کے لئے جد و جہد کرنا فرض کیا ہے اور اس کے لئے بے شمار وسائل و ذرائع اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما دیئے ہیں۔ ان وسائل سے رزق حاصل کرنا اللہ کے فریضہ کی تعمیل ہے۔ اسلام نے نہ صرف کسب معیشت کا حکم کرنا اللہ کے فریضہ قرار دیا بلکہ سب سے بڑا سبب آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کو بنایا جس کا ہوں میں سے لیے ہوئے مال غنیمت سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

سورت انفال میں ارشاد ہوتا ہے، مسلمانوں سے آنحضرت کے ارشاد کی شرکت کرتے ہوئے

کسب معاش کے اساسی اصول:

مصارف کے بنیادی اصول

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۔

[illegible]

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کئے ہیں۔"

[illegible]

حصّہ ہے۔

[illegible]

ہے وہ میں نے بچا لیا ہے۔"

[illegible]

[illegible]

[illegible]

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا
كُلَّ الْبَسْطِ

باب ۲۲

ہونی شروع ہو جاتی ہے۔

اسلام اور عدالت اجتماعیہ

فرد کی آزادی کی حدود

انتقالِ دولت کے شرائط

سعودی عرب میں ایک فرد کی طرف دولت کے انتقال کی صرف تین صورتیں ہیں کہ وہ شخص ہبہ
سبب دولت تحفہ دیا ہو جو کسی ملک کے جائز مملکت میں اس کے وارث کو شرعی قاعدے کے
مطابق پہنچے، ہبہ یا تحفہ تب ہی ہوتا ہے جب کسی ملک کے جائز قانون شرعی حدود کے اندر دیا ہو
اور ہر ہبہ یا تحفہ کسی حکومت کی طرف سے ہو تو وہ اسی صورت میں جائز ہے جب وہ اس کی خدمت کے
صلہ میں یا مستقبل کے مفاد کے لئے حکومت میں سے خدمت کرنے پر دیا گیا ہو۔ نیز اس شخص
کے حقیقی ورثاء کی حق تلفی نہ ہو۔ شرعی دستور کے مطابق شوہر کے طریقے پر چلنے کی پابندی
کرنے اور نہیں تسلیم کرنے کی تو مرکب آزادی حاصل ہو رہا کسب تو اسلام میں حرام ذرائع سے کسب جائز ہے
جو کسی حرام ذریعے سے نہ ہو۔ سرقہ، غصب، ناجائز میں کمی بیشی، خیانت، رشوت، غبن، قمار بازی،
قمار شوہر، جوا، دھوکے کا سودا، منگیرت کی صنعت، تجارت اور شائعات نشہ آور اشیاء کے
خرید و فروخت کا سودا، حرام ہے، ان کی پابندی کرتے ہوئے جو دولت
کسی شخص کو جائز ذرائع سے حاصل ہو اس کی وراثت اس کے ورثاء کو ہوگی۔ یہ حکومت کے لئے کسی
کی دولت یا جائیداد ضبط کرنا جائز نہیں کہ ہونا اس بات کا جائز کر دیتا ہے کہ حکومت
کسی شخص کی جائیداد ضبط کرے یا اس کی دولت ضبط کرے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء
کو دیا جائے، جو دولت جائز ذرائع سے حاصل ہوئی ہو اس کے بارے میں یہ صورت
ہے کہ

خرید و فروخت پر پابندیاں

معاشرتی خدمت :

بیت المال میں تصرف کے شرائط

باب نمبر ۲۳

انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل

انسان کا معاشی مسئلہ یہ ہے کہ تمدن کی روز افزوں ترقی کو قائم رکھتے ہوئے کس طرح تمام انسانوں کو ان کی ضروریات زندگی بہم پہنچانے کا انتظام ہو اور اس طرح سوسائٹی میں ہر شخص کو اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق ترقی کرنے اور اپنی شخصیت کو نشوونما دینے اور اپنے کمال تک پہنچنے کے مواقع حاصل رہیں۔

قدم قدم زمانہ میں انسان کے لئے معاش کا مسئلہ قریب قریب اتنا ہی اہم تھا جتنا آج ہے۔ جب سے خدا کی زمین پر بے شمار انسان زندگی بسر کر رہے ہیں ہر فرد بشر کے لئے اپنی اپنی رزق کی ضرورت ہے اور وہ بافراط مہیا ہے۔ ہر ایک بنی آدم کو رزق تلاش کرنے کے لئے ضروریات و لوازم خرچ رزق میں سے حاصل کرنا ہے کسی کو اس کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور نہ اس طرح رزق کسی دوسری مخلوق کے قبضہ میں ہے۔ قدرت انسان کو یہ حق دیتی ہے کہ کھیتی کرکے، شکار کرکے، رزق روزانہ وہ پھلوں کی شکل میں ہو یا شکار کے جانوروں کی شکل میں حاصل کرے۔ قدرت نے ہر ایک کے لئے انتظام کر دیا۔ زمین جہاں موقع دیکھی ایک سرچشمہ اور ہوا کی لہریں پیدا کر دیں۔ انسان کو اس سے پیدا نہیں کیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ مال جمع کرے اور دوسرے انسانوں کے اندر سے فاقوں کو مٹا دے۔ اس کو تو زندگی بسر کرنے کے لئے ضروریات زندگی درکار تھیں۔ ضرورت سے زیادہ جمع کرنا اس کا مقصد نہیں تھا۔ اس طرح ہر انسان کی ضروریات زندگی بہم پہنچانے کا انتظام ہو گیا۔ اس کے بعد انسان کی ضروریات میں اضافہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کی قدرت نے اس کو ان ضروریات کے مہیا کرنے کی صلاحیت بھی دی

مذہبی کے مطابق وہ جنس سے کم مائیں۔

۲۔ وراثت کے فیصلے میں بھی جنس کو زندگی کا آغاز نر سے ہوتا ہے اور
جنس کو سائل کے ساتھ اور جنس بے وسیلہ کو زندگیاں میں قدر رکھیں۔

۳۔ قدرتی اسباب سے بہرہ ور ہیں یہ لوگ موجودہ ترکیب معاش کے کار میں
اسباب زندگی کے مبارزہ میں شریک ہونے کے قابل نہ ہوں۔ پیشہ ور
معذور وغیرہ۔

۴۔ بعض انسان خدمت نہ لے سکے اور جنس خدمت
صنعت و آیات
یہ سب بیکار خود انسانی تمدن کے لئے بوجھ اور قدرتی بیچارے ہیں
ہیں کہ کوئی برائی یا فائدہ نہیں پہنچا کر ان کے ستیہ ناس کی فکر کی جائے، تمدن کی خرابی کے دوسرے
اسباب تو جبر کیان پیدا ہوتی ہیں ان کے لئے سبب ہونا پاپ ہے
ہیں کہ ان کی مدد کی جائے۔ کوئی مشین کو کوئی انسان کو فوائد
خود قدرت ہی کو درست کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ
فطرت کے قانون ہیں
ہیں کہ

دیوالیہ پن کو منتقل کر دے۔

کے مواقع کیسے ملیں۔

اشتراکیت کا تجویز کردہ حل :

[illegible]

[illegible] بہرحال چین کی کمیونسٹ دنیا میں اکیلی نہیں ہے کہ ایک مالی نہیں کاٹ چھانٹ کر مذہب کرے اور اسی کے نتیجہ پر بڑھتے اور گھٹتے رہیں۔ ہر آدمی اپنا ایک تشخص رکھتا ہے جو اپنی انفرادی رفتار پر بڑھنا چاہتا ہے اور اس کی یہ آزادی سلب کر دیجئے تو وہ مشین سے نقشہ پر نہیں بڑھتے کا جذبہ بغاوت کر سکتا ہے مرتجائر۔ دیباچہ کا۔

اشتراکیت کی بنیاد اس نظریہ پر ہے کہ وہ معاشی مسئلہ کو مرکزی مسئلہ قرار دے کر پوری انسانی زندگی کو اس کے گرد گھومتی ہوئی سمجھتی ہے۔ زندگی کے کسی مسئلہ پر بھی اس کی نظر مجرد تحقیقی نظر نہیں ہے۔ ہر مسئلہ سے متعلق کروڑوں ایک گہرے معاشی تعصب کی بنا دیتے ہیں۔ ماحول، وراثت، تعلیم، سائنس، علم و عمل، غرض ہر چیز اس کے نزدیک معاشی اقتصاد سے مغلوب و متاثر ہے اور اس ایک غلط پن کی وجہ سے زندگی کا پورا توازن بگڑ جاتا ہے۔

فاشزم کا حل

پس درحقیقت اشتراکی نظریہ انسان کے معاشی مسئلہ کا کوئی صحیح فطری حل نہیں پیش کرتا بلکہ ایک غیر فطری حل ہے۔ اس کے مقابلہ میں دوسرا حل فاشزم اور نیشنل سوشلزم پیش کرتا ہے۔ یہ ہے کہ وسائل معیشت پر شخصی تصرف تو باقی رہے مگر جماعتی مفاد کی خاطر اس [illegible] کنٹرول میں رکھا جائے۔ لیکن چونکہ اس کا تعلق [illegible]

بلکہ سب سے زیادہ زور، فلسفہ اور ذہنیت کی اصلاح پر صرف کیا جائے تاکہ نفس انسانی میں خرابی کی جڑ کٹ جائے۔ تیسرا، ساتھی تو وہ جس کا شمار آپ کو تمام سماجی نظام شریعت میں ملے گا یہ ہے کہ حکومت کے جبر و قانون کے زور سے صرف وہ کام لیا جائے جہاں اپیل نا کارگر ہو۔ ان تین قاعدوں کو ملحوظ رکھ کر اسلام زندگی کے معاشی شعبہ میں تمام غیر فطری طریقوں کو زیادتی یا نقص اصلاح اور کہتے کہ حکومتی مداخلت کے ذریعہ مٹاتا ہے جو شیطانی شرکت انسان نے خیال کر لیے ہیں۔ یہ امر کہ انسان اپنی معاش کے لئے جدوجہد کرنے میں آزاد ہو۔ یہ بات کہ آدمی اپنی محنت سے جو کچھ حاصل کرے اس پر اسے حقوق مالکانہ حاصل ہوں اور یہ کہ انسانوں کے درمیان ان کی قابلیتوں اور ان کے حالات کے لحاظ سے فرق و تفاوت ہو۔ ان سب چیزوں کو اسلام اس حد تک تسلیم کرتا ہے جس حد تک یہ منشاء فطرت کے مطابق ہیں۔ مگر وہ ان پر ایسی پابندیاں عائد کرتا ہے جو انہیں حد اعتدال سے متجاوز ہو کر ظلم و بے انصافی کا موجب نہ بننے دیں۔

اسلام نے انسان کے اس حق کو تسلیم کیا ہے کہ خدا کی زمین میں وہ اپنی طبیعت کے رجحان اور اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق خود اپنی زندگی کا راستہ تلاش کرے لیکن وہ اس کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اپنی معاش حاصل کرنے کے لئے اخلاق کو خراب کرنے والے یا تمدن کے نظام کو بگاڑنے والے ذرائع اختیار کرے۔ وہ کسب معاش کے ذرائع میں حلال و حرام کی تمیز قائم کرتا ہے اور نہایت تفصیل کے ساتھ بتا بتا کر ایک ایک مفسدانہ طریقے کو حرام کرتا ہے۔ اس کے نزدیک شراب اور دوسری نشہ آور چیزیں خرید و فروخت کرنا حرام ہے۔ بگڑنے کا بنانا، بیچنا، خریدنا، رکھنا سب حرام ہے۔ وہ زنا اور رقص و سرود اور اسی قسم کے دوسرے فن کو بھی جائز ذرائع کسب معاش شمار نہیں کرتا۔ وہ تمام ایسے وسائل معیشت کو بھی ناجائز ٹھہراتا ہے جن میں کسی شخص کا فائدہ دوسرے لوگوں کے یا سوسائٹی کے نقصان پر مبنی ہو۔ رشوت، چوری، جوا، دھوکہ اور فریب کے کاروبار شیوع فحاشت کو اس غرض سے روکنا کہ تجارت کرنے والے، معاشی وسائل پر کسی شخص یا چند اشخاص کا اجارہ قائم نہ ہونے پائے، احتکار کی ممانعت، تنگ دست مقروض کو اس سے قرض کی ادائیگی میں مہلت دینا یا قرض کو معاف کر دینا، یہ سب طریقے ہیں جو اسلام نے فرد اور سوسائٹی کے مفاد کی خاطر مقرر کیے ہیں۔ پھر اس نے ایسے قوانین بنائے ہیں جو اپنی فطرت کے لحاظ سے نہ صرف یہ کہ منصفانہ ہوں بلکہ ان میں ایک شخص اور دوسرے کے درمیان حقوق کی تقسیم نہ ہو بلکہ آپ اس کے قانون وراثت کو دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ کس طرح

باب نمبر ۲۴

قیمتوں کا تعین

[illegible]

مصنوعی گرانی کی وجوہ :

وہ گنہگار ہے۔"

ہیں سب دور ہو جائیں گے۔

مشہور انگلش مصنف ایچ۔ جی ویلز لکھتا ہے:

قیمتوں کے اسلامی نظریے کی بنیاد

سے ہے۔ قرآن مجید میں ہے

اسلامی معیشت میں روپیہ فرم

سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں ہر فرد کو قانون کی حدود میں رہ کر آزادی حاصل ہوتی ہے کہ وہ روزی کمانے کے جس ذریعہ کو چاہے اختیار کرے۔ کاروبار کو تنہا چلا سکتا ہے اور دوسروں کے ساتھ مل کر بھی اسی طرح کے ادارے کو فرم کہا جاتا ہے۔

فرم کے روپیہ کو مندرجہ ذیل حالات میں دیکھا جا سکتا ہے

۱۔ فرم کا روپیہ جدید معاشیات کی حدود میں

۲۔ فرم کا روپیہ اسلامی معاشیات کے تناظر میں

جدید معاشیات میں فرم کا روپیہ

ہر فرم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کا منافع زیادہ سے زیادہ ہو۔ اس مقصد کو پانے کے لئے فرم تین طریقے اختیار کر سکتی ہے۔

۱۔ فرم اپنی قیمت فروخت کم کر دے۔

۲۔ اپنی لاگت کم کر دے۔

۳۔ فرم اپنی پیداوار زیادہ کر دے۔

معیشت خواہ کسی قسم کی ہو اسے مندرجہ ذیل چار باتوں کے بارے میں فیصلہ کرنا ہوتا ہے

۱۔ کون سی اشیا پیدا کی جائیں۔

۲۔ کتنی مقدار میں پیدا کی جائیں۔

۳۔ کارخانہ کس جگہ لگایا جائے۔

۴۔ کس طرح اشیا پیدا کی جائیں۔

۵۔ کن کے لئے پیدا کی جائیں۔

مکمل مقابلہ کے تحت قیمت کا تعین

مکمل مقابلہ کے تحت شے کی قیمت رسد و طلب کے توازن سے مقرر ہوتی ہے۔ مکمل مقابلہ کے تحت فرم رسد و طلب کے خصوصی کیفیت کو جس نقطہ پر قائم کرتی ہیں، وہ اس کا نقطہ توازن کہلاتا ہے۔

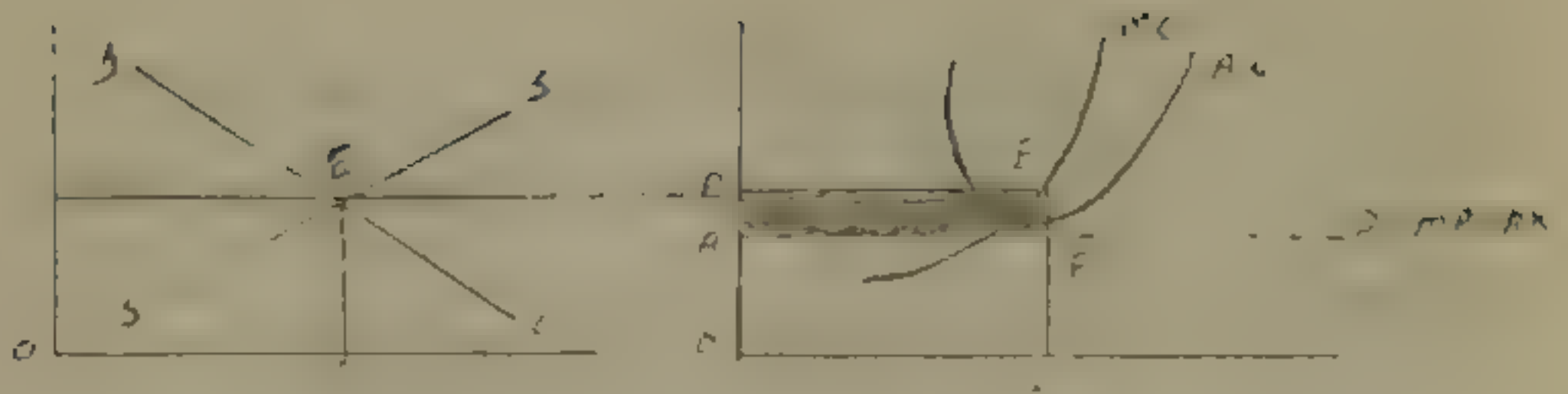

مندرجہ بالا پیلرم میں رسد و طلب کے خطوط اقتطاع پر ایک دوسرے کو قطع کرتے ہیں۔ یہاں پر قیمت سائن ہے اور قیمت کا خط ہی فرم کی مختصر اور دراز وصولی کا خط ہے۔ فرم کے لئے متوازن پیداوار وہ مقدار ہے جہاں فرم کا نشان زیادہ سے زیادہ ہے۔ لہٰذا قیمت اس مقام پر متعین ہوتی ہے۔

اجارہ داری کے تحت قیمت:

اجارہ داری کے تحت یہ فرض کیا جاتا ہے کہ اس متوقع آمدنی سے زیادہ ہو جس مقصد کے لئے وہ اس وقت تک شے پیدا کرتی ہے جب تک اس کی اوسط لاگت مختصر وصولی سے زیادہ رہے۔ مختصر مدت میں مختصر وصولی بالکل برابر ہوتی ہیں۔ اجارہ دار فرم کا مقصد زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اجارہ دار فرم مختصر مدت میں اس مقدار سے پیداوار کرتی ہے جہاں اس کی حاشیائی آمدنی حاشیائی لاگت کے برابر ہو۔ اجارہ دار فرم کی قیمت اور پیداوار کا انحصار اس کی حاشیائی آمدنی اور حاشیائی لاگت پر ہوتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے فرم کا رویہ

اسلامی نقطۂ نظر سے ہر فرد کا مقصد اپنی زندگی میں آخرت کا مقصد حاصل کرنا ہوتا ہے۔

اسلامی فلسفہ حیات:

اس کائنات کا ایک بنانے والا ہے اور ہم اس کی مخلوق ہیں۔ اس کائنات میں کسی چیز کا بنانے والا نہیں ہے۔ ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ اس نے سب چیزیں پیدا کی ہیں اور ان کے لئے قوانین بنائے ہیں۔ اس نے ہر ذی روح کو پیدا کیا ہے۔ اس نے ہر ذی روح کو پیدا کیا ہے۔ اس نے ہر ذی روح کو پیدا کیا ہے۔ اس نے ہر ذی روح کو پیدا کیا ہے۔

کہ وہ ان چیزوں کو حاصل کرے۔

اسلامی کی زندگی کا مقصد:

اسلام کا عقیدہ ہے کہ ہر فرد کا مقصد اپنی زندگی میں آخرت کا مقصد حاصل کرنا ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ اپنے خالق کی عبادت کرے۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ اپنے خالق کی عبادت کرے۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ اپنے خالق کی عبادت کرے۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ اپنے خالق کی عبادت کرے۔

سامنے کامیاب ہوں۔

اسلام کی بنیادی صفات بھی فرد کے رویہ کو متعین کرتی ہیں۔

اسلام کی بنیادی صفات مندرجہ ذیل ہیں:

انصاف، مساوات، احسان، بھائی چارہ، تعاون، توکل۔ ایک مسلم آجر ہمیشہ صرف اپنے منافع کو بڑھانے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس کی وجہ اسلام کے احسان و انصاف کی صفات ہیں جو ہمیشہ اپنے ذہن میں انصاف کی شدید خواہش رکھتا ہے۔ اسلامی قدریں ہی مسلمان کو اس بات پر مجبور کرتی ہیں اور ان حدود کے اندر رہ کر وہ اپنے منافع کو جہاں تک ممکن ہو سکے زیادہ کرتا ہے۔ ایک آجر کو اپنے ذہن میں احسان و تعاون کے احساسات رکھنے چاہئیں۔ ایک مسلم آجر اپنے منافع کے کچھ حصہ کو مشترکہ بھلائی کے لئے قربان کر سکتا ہے مختصر اسلام کے کاروباری تجربات کے پیش نظر اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ اسلام کے نظریہ انصاف کی مکمل اطاعت

۲۔ معاشرے کی خدمت کو پیش نظر رکھنا۔ آجر معاشی فیصلے کرتے وقت دوسرے لوگوں کی فلاح کو پیش نظر رکھتا ہے مقررہ حدود کے اندر رہ کر منافع کو بڑھانا اسلامی معاشیات کے متعلقہ میں منافع کو زیادہ سے زیادہ کرنا بہت اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ تجربہ، تسلسل اور پختہ شہرت نے تجربہ منافع کو زیادہ ہموار کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ تجربات سے پتہ چلتا ہے کہ منافع حاصل کرنے کا بہترین معیار زندگی کو حاصل کرنے کے لئے ہیں وہ منافع کو زیادہ سے زیادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور منافع ان سب آجروں پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک جدید آجر کے ذہن میں ایک بہت بڑے کاروبار کے مالک ہونے کا خیال ہے سب آجروں میں کون زیادہ عزیز ہے۔ جس کے منافع کو زیادہ سے زیادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جہاں تک اس خیال کا تعلق ہے اس میں یہ بات ہے کہ اسلام نے منافع کے غیر معمولی سود کو منع فرمایا ہے۔ اس حرمت کی وجہ سے اور بھی غیر اسلامی چیزیں ہیں اور ان میں بہت زیادہ رسک ہے جب ایک کاروبار پر بہت زیادہ بوجھ پڑ جاتا ہے اس کے کاروبار میں اور نام و شہرت میں لوگ معاشرے میں اس کے کردار کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہ خطرناک ناکامی کا سبب بن سکتا ہے۔ مسلمان پرسان چیزوں کا بہت خیال رکھتے ہیں۔

جس طرح ایک مجرم یا زیادہ منافع حاصل کرتا ہے اس کے لئے نقصان کا سامنا بھی

کرنا پڑتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظریہ میں ایک فرم کو کم از کم اتنا منافع ضرور رکھنا چاہیئے جس سے وہ نقصان کے
[illegible] کر سکے یعنی تسلی بخش منافع اور حد درجہ کے درمیانی منافع کو تسلی بخش منافع
کہتے ہیں۔

۳۔ حلال و حرام کا تصور سرمایہ دارانہ معیشت اور جدید معاشیات میں ایک فرم منافع کو
زیادہ سے زیادہ کرنے کے لئے حرام و حلال کے تصور سے نا آشنا ہوتی ہے۔ ان کا مقصد صرف روپیہ
زیادہ سے زیادہ پیدا کرنا ہوتا ہے لیکن ایک مسلم آجر اشیاء کو پیدا کرتے ہوئے اس بات کو پیش نظر رکھتا ہے
کہ وہ صرف حلال اشیاء پیدا کرے۔ جن سے لوگوں کی بنیادی ضروریات پوری ہوں جو کہ سے متوسط
اور غریب طبقہ کے متعلق ہوں۔ اس طرح وہ ناجائز ذرائع سے حاصل کی گئی دولت کو بھی استعمال
نہیں کرتا اور نہ ہی اپنی اشیاء کو ناجائز ذرائع جیسے ذخیرہ اندوزی سے فراہمت کر کے زیادہ
منافع حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی نظر میں خدا اور رسولؐ کی خوشنودی مقصود ہوتی ہے۔ اور وہ
جانتا ہے کہ اس کے ہر فعل کو خدا دیکھ رہا ہے اور آخرت میں اسے اپنے ہر عمل کا حساب دینا ہے۔

وہ حرام اشیاء کی پیداوار سے گریز کرتا ہے۔

خوش حالی کا محرک

ایک مسلم آجر اپنی اور اپنے ملک کے لوگوں کی خوشحالی اور کامیابی حاصل کرنا اپنے دین کا حصہ سمجھتا ہے
اس لئے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کی معاشی ضروریات سے بے خبر نہ ہو۔ جب یہ
آجر سوسائٹی کے ساتھ کام کرتا ہے تو وہ اپنی [illegible] کروڑوں گنا اجر کی طلب سے

ساتھ ملانے کی کوشش کرتا ہے۔

رازق حقیقی اللہ تعالیٰ کو سمجھنا

۱۔ [illegible] اللہ تعالیٰ کی ذات زندگی کی ضروریات کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے وہ غریب
اور بے بس لوگوں کی ضروریات زندگی سے مستفید ہو سکیں۔

۲۔ [illegible] کوشش کرتا ہے کہ وہ پیداوار کے کسی شعبہ میں سستی یا بے پرواہی کا رویہ نہ اپنائے۔ نفسیات کی
[illegible] بھی نہیں زیادہ معاشرتی شعبے کی طرف موڑتا ہے۔

۳۔ [illegible] کو وہ کمتر درجہ کی اشیاء نہ بنائے۔ طلب کرتا ہے۔ [illegible] وہ
شعبہ بازار میں ضروریات کی قیمت کو کم کر دیتا ہے۔
[illegible] تمام [illegible] سب فرموں کو [illegible]

اور دو جارہ اور چند جارہ کے تحت کیا ہوتا ہے۔

اجارہ داری

اگر کسی شے کی تنہا ئی سپلائی کے متعلق کسی فرم یا تنظیم کو کنٹرول حاصل ہو اور اس شے کا کوئی قریبی بدل موجود نہ ہو تو اسے اجارہ دار کہا جاتا ہے جس کی پیدا کردہ شے کی قیمت پر اس کا کنٹرول ہوتا ہے۔

اجارہ داری کی کیفیت یا خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ مکمل مقابلے کی طرح اجارہ دار اپنی شے کی قیمت کا پابند نہیں ہوتا۔ منڈی میں جو آجر ہونے کی وجہ سے اپنی پیداوار کی جو قیمت مقرر کرتا ہے۔ یہ اس سے زیادہ نہیں ہوتا اس کا واحد مقصد ہوتا ہے جس سے وہ اسی قیمت پر شے فروخت کرتا ہے جس سے اس کو خالص منافع زیادہ سے زیادہ ہو۔

مکمل مقابلے کی صورت میں فرد کی پیداوار مناسب حد تک اندر رہ کر اپنی قیمت پر فروخت کر سکتا ہے۔ اجارہ دار کی قیمت مکمل مقابلے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے لیکن پیداوار مقابلہ کے مقابلے میں بہت کم ہوتی ہے۔

[illegible] زیادہ منافع حاصل کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس سے [illegible] قیمت پر [illegible] خریدار [illegible] پیدا ہوتے ہیں جن کے [illegible] پر [illegible] کے مطابق ہی شے کے معیار پر اثر کرتا ہے لیکن چونکہ اس چیز کا [illegible] ہوتا ہے کہ اسے حاصل کرنے کے لئے بہت کچھ خریدنا پڑتی ہے۔

اجارہ دار از روئے اسلام کی رو سے

ہم فرض کرتے ہیں کہ یہ اجارہ دار اپنی اجارہ داری سے پورا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے کہ اس پر مندرجہ ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں جب وہ آجر اپنے منافع کو زیادہ سے زیادہ کرنے کے لئے قیمت کو اس حد تک بڑھا دیتا ہے جس سے اس کی فروخت کم ہو جاتی ہو۔

۱۔ سب سے پہلے تو یہ ہے کہ منافع کا زیادہ حصہ بھی غیر اسلامی ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ اجارہ داری سے لوگوں کی ضروریات مناسب طور پر پوری نہیں ہوتیں جس سے اجارہ داری کی پالیسی معاشرے کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے۔

اجارہ دار کے اقدامات

اسلامی نقطہ نظر سے اجارہ دار سب سے پہلے اشیاء کی قیمت کم کرنے کی کوشش کرے گا تاکہ منافع کمانے کی کوشش کرے۔

۲۔ جو [illegible] سرکاری فرموں کو دینے کی اجازت دی ہے۔ سفرِ حج امدادی [illegible] کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکے ہے۔

دو جہاز اور چند جہاز فروخت

[illegible] یہ ہے کہ جہاز رسد مہیا کرنے والی فرموں کی تعداد دو ہو اور چند شخصی جہاز سے [illegible] جہاز خرید کر سکے اور ان کی تعداد

[illegible] ان صورتوں میں فرموں کی تعداد کم ہو سکتی ہے۔ اس سے کرائی فرمانے کی کچھ [illegible] کہ کرائے اور دوسرے [illegible] قیمت [illegible] میں [illegible] کافی [illegible] جہاز [illegible] ہو [illegible] ہے [illegible] زیادہ [illegible] جہاز [illegible] کی [illegible] ہے۔

[illegible] ہے [illegible] جہاز [illegible] ہیں۔

[illegible] جہاز [illegible] ہیں [illegible] زیادہ [illegible] ہیں [illegible] ہیں۔

اجارہ داری کے وقت کیا ہوتا ہے۔

اجارہ داری

اگر کسی شے کی خرید و فروخت کے تعلق ایک فرم تیار کرتی ہو اور اس شے کا کوئی قریب البدل بھی موجود نہ ہو تو اسے اجارہ داری کہا جاتا ہے جس کی پیدا کردہ اشیاء کی قیمت پر پورا اختیار ہوتا ہے۔

اجارہ داری کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ مکمل مقابلہ کی طرح اجارہ دار فرم قیمت کا پابند نہیں ہوتا۔ وہ آزاد ہوتی ہے۔ وہ آجر ہونے کی وجہ سے اپنی پیداوار کی جو چاہے قیمت مقرر کر سکتا ہے۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ منافع جس کا وہ تعین کرتا ہے اس سے وہ جس قیمت پر شے فروخت کرتا ہے جس سے اس کا خالص منافع زیادہ سے زیادہ ہو۔

بلکہ اب یہ بات قابل غور ہے کہ اجارہ دار مناسب حد کے اندر رہ کر اپنی قیمت کتنا کم کرتا ہے۔ اجارہ دار کی قیمت مکمل مقابلہ کی نسبت زیادہ ہوتی ہے لیکن پیداوار کم ہوتی ہے کے مقابلے میں بہت کم ہوتی ہے۔

زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کے طرز کا معیشت کے ساتھ تعلق ہے کہ اس سے وسائل زیادہ قیمت پیدا ہوتے ہیں۔ جس کے سبب اجارہ داری کے ساتھ پیداوار کے معیار متاثر کرتا ہے لیکن چونکہ اس چیز کا کوئی قریب البدل نہیں ہوتا اس لئے صارف کو چاہتے ہوئے بھی وہ چیز خریدنا پڑتی ہے۔

اجارہ داری کی بدولت اسلام کی رو سے

ہر فرد کوشش کرتا ہے کہ ایک اجارہ دار بننے کی جائز حدود میں کوشش کرے۔ اسلامی حکومت کے عمل پر متاثر ہوتا ہے جب وہ آجر اپنے منافع کو زیادہ سے زیادہ نہ رکھ سکے تاکہ وہ اسلامی حکومت کی طرف سے رزق ہوں۔

۱۔ سب سے پہلے تو یہ ہے کہ منافع کا زیادہ سے زیادہ محرک ہی ختم ہو جاتا ہے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ اجارہ داری سے لوگوں کی ضروریات مناسب طور پر پوری نہیں ہوتیں جس سے

اجارہ داری کی پالیسی معاشرے کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے۔

اجارہ دار کے اقدامات

اسلامی حکومت میں اجارہ دار سب سے پہلے اشیاء کی قیمت کم کرنے اور اس طرح منافع کم کرنے کی کوشش کرے گا۔

دو بار و اور چند بار و فروخت

باب نمبر ۲۵

محنت اور اجرت کا اسلامی معیار

محنت اور اجرت کا معیار سے متعلق ہے کہ اسلامی معیشت میں محنت کو کیا ہے؟

محنت عار نہیں:

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۲۔ آزاد معیشت

[illegible] معیشت کے بارے میں اسلام پیش کرتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کسی ملک میں معاشی سرگرمیوں کے لئے سب سے زیادہ فراخ میدان کھلے ہونے چاہئیں تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں اور [illegible] سے [illegible] اور محنت کو جس راستے میں چاہیں خرچ کر سکیں۔ بشرطیکہ وہ راستہ شریعت نے ممنوع قرار دیا ہو۔ مثلاً شراب کا کاروبار یا شراب بنانے یا بیچنے کا کاروبار حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ شریعت کے مقرر کردہ حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر شخص کو پوری آزادی ہونی چاہئے کہ وہ جس کاروبار کو چاہے اختیار کرے۔ اس طرح اسلام شریعت کے حدود و قیود کے ساتھ ایک حد تک آزاد معیشت کا قائل ہے۔ وہ سوشلزم یا کمیونزم کی طرح معیشت پر حکومت کی اجارہ داری کا قائل نہیں۔

[illegible] آزاد معیشت کا قائل ہے جس میں سرمایہ داروں کو غریبوں کا خون چوس لینے کی [illegible] کاروبار کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلام ایک متوازن و معتدل نظام دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس سے سرمایہ داروں اور [illegible] معیشت کے [illegible] ساتھ ساتھ ان حدود و قیود کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے جو اسلام نے [illegible] عائد کی ہیں۔

۳۔ [illegible] کی ممانعت

[illegible] محنت کا وہ حصہ جو [illegible] کرنے والے کی محنت سے وصول نہیں ہوتا [illegible] یا [illegible] کی محنت سے [illegible] اسلام نے [illegible] کی ممانعت کی ہے۔ [illegible] کی ایک صورت یہ ہے کہ [illegible] یا [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

کے بارے میں وقتاً فوقتاً جائزہ لیا جانا رہنا چاہیئے۔

۵۔ معذوروں کی کفالت :

۶۔ متوازن نظام :

(۱) منصفانہ اُجرت :

کے لئے ان کے اخلاقی معیار کو پورا کرے یعنی کسی شخص اپنی اور اپنے کنبے کی بنیادی ضروریات کو پورا کر سکے۔ کفالت کا کسی معیار جو مقرر کر دیا جائے وہ ہمیشہ کے لئے نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ہر سال یا دو تین سالوں کے بعد اس پر بنیادی ضروریات کی اشیاء کی قیمتوں کے تناسب سے نظر ثانی کرنی چاہیئے۔

(ب) محنت کار کا مزدور متحقق جو اس کے کام کی نوعیت اس کی فنی نہایت اس کے اوقات کار، مقدار پیداوار، معیار پیداوار اور اس کی پیدا کردہ چیز سے نفع حاصل کرنے کے پیمانے کے تناسب سے ہونا چاہیئے۔

(ج) متذکرہ بالا دو شقوں کے اندر اُجرت کا تعین کام کی نوعیت میں اجیر و مستاجر کی آزاد مرضی سے ہونا چاہیئے۔ جہاں یہ آزاد مرضی مفقود ہو وہاں حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قانون سازی کے ذریعے صورت حال کی اصلاح کر دے۔

دوسرے لفظوں میں تحفظ کا یہ احساس ملوک کے سامنے [illegible] اختیار کرنے کی رہنمائی کرتے ہیں۔

(د) [illegible] محنت کار کے ہاتھوں سے جو مال تیار ہوتا ہے [illegible] فروخت کرنے کی ذمہ داری [illegible] سوسائٹی [illegible] جو چیز پیدا کرے اس کی [illegible] سوسائٹی کی ذمہ داری ہے۔

(ہ) تقسیم منافع: تقسیم منافع کے وقت پر محنت کار کو کچھ رقوم کے [illegible] دیتا ہے۔

(و) بوقت شیئر میں سپرد کیا جائے: فقرہ بالا کے علاوہ محنت کار کو بوقت شیئر کی سپردگی [illegible] ہزار کی کثیت میں مناسب حصہ بھی دیا جائے۔ یہ حصہ [illegible] اور شوق کے ساتھ کام کر سکیں۔

(ز) [illegible] اسباب و شہرت [illegible] کے وقت [illegible]

کرنے کی مہولت بھی دی جائے۔

[illegible] محنت کار کے ساتھ میاں جوں بات چیت اور نشست و برخاست میں اسلامی اخوت کے [illegible] طریقہ اختیار کرے، بیمار ہونے پر بروقت جا کر بیمار پرسی کرے اور موت کے موقع پر تعزیت اور اظہار ہمدردی کرے۔ ان سب باتوں پر کچھ خرچ نہیں آتا لیکن یہ محنت کار کا دل جیتنے والی باتیں ہوتی ہیں۔

مزدور تنظیمیں :

اسلامی نظام معیشت کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ کوئی بالادست قوت کسی زیردست کی محنت کا ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے۔ تاریخ شاہد ہے کہ خدا کے بے پروا یا خدا کے منکر کاشتکار انسان و خدا کے خوف سے عاری صنعت کیسی پیدا کرتے کرتے بعض اوقات خوفناک مخلوق بن جاتا ہے اور گروہ کسی دوسرے بالادست گروہ دوسرے زیردست انسان کی محنت کے ہزاروں راستے نکال لیتا ہے۔ اس لئے محنت کار کے تحفظ کے لئے مزدور اور محنت کاروں کو یہ حق دیا جانا چاہیئے کہ وہ اپنے اوپر [illegible] سے زیادتی کے خلاف احتجاج کر سکیں۔

اسلام نے یہ حق انسان کو دیا ہے کہ وہ ظلم و زیادتی پر احتجاج کرے بلکہ جتنا ظلم اس پر ہوا ہے اتنا وہ بدلہ لے سکتا ہے، اگرچہ معاف کرنے کا جذبہ بھی بیان فرما دیا ہے۔

مزدور تنظیموں کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ مسائل صرف مزدوروں تک ہی محدود رہتے ہیں بلکہ آجر بھی ان سے متاثر ہوتے ہیں اور اس کے بعد وہ معاشرے کے کارخانداروں یا مخصوص حکومت سے ٹکراؤ ہوتا ہے جس کے نتیجے میں وہ جلد حل ہو جاتے ہیں۔

اسلام میں یہ ضروری نہیں ہے کہ محنت کش کو ہر محنت کرکے حق حاصل کرنا اور قوم کے اجتماعی پیداوار میں حصہ دینا یا مسلمان کے لئے ناقابل برداشت ہے، چنانچہ شریعت کی تمام حدود میں [illegible] محنت کار کا ہونا ضروری ہے۔

محنت کا یہ [illegible] ہے جس میں کوئی فرد، محنت کرکے روزی کماتا ہے زیادہ تر ہوتا ہے اجیر یعنی آجر کے محنت کے بدلے کرتے کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں کہ میں بھی خداداری ہے کہ وہ اپنی محنت کا بدلہ [illegible] کرے۔

محنت کا [illegible] ہے جس میں محنت کش اپنی صلاحیت اور وقت کسی آجر کے

سپرد کرکے اس سے معاوضہ حاصل کرتا ہے۔

محنت کے اس زمرے میں آج [illegible] کے بعض [illegible] سے [illegible] ہوتے ہیں جن میں [illegible] کے لئے [illegible] کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ [illegible] ہے [illegible] کی [illegible] کرتا ہے اور یہ [illegible] ایسے [illegible] سے [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] کی

[illegible] ایک [illegible] قول بہت مشہور ہے اور یہ [illegible] محنت کا [illegible] ہے

نبی آخر الزمان صلعم نے ارشاد فرمایا :

"مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری اس کو دے دو" [illegible]

[illegible] دوسری [illegible] مزدوری کی [illegible] سے [illegible]

اس حدیث میں [illegible] آجر کے لئے یہ ہدایت کردہ مزدور کو پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری ادا کرے وہاں اس میں آجر کے لئے بھی یہ بات پوشیدہ ہے کہ اسے جہاں کام پر لگایا جائے اس کی [illegible] کرنے کا پابند کرے تاکہ پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری کی رقم کی ذمہ داری اس پر پڑے [illegible] ہے [illegible] جس پر آجر کرے وہ پہلے پسینہ بہا کر اپنا کام [illegible] اللہ کی [illegible] سے [illegible] ہوئے [illegible] پر [illegible] آجر حضور کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے بلا تاخیر [illegible] ادا کرنے کا [illegible] اپنے اوپر لازم کرلے۔

اسلام میں حقوق و فرائض کا ایک توازن قائم کیا گیا ہے۔ [illegible] جہاں حقوق کے [illegible] [illegible] [illegible]

باب نمبر ۲۶

انفرادی ملکیت کی حدود

اسلام لوگوں کو ذاتی ملکیت سے نہیں روکتا اور وہ ایسے قسم کی ذاتی ملکیت کو تسلیم نہیں کرتا جس میں شخص ذکر شدہ اشیاء منقولہ کے علاوہ زمین اور فروغ پیداوار پر کسی حیثیت اور کسی حالت میں بھی ملکیت حاصل کرے اس طریقہ کو غیر قانونی اور ایسے فعل کو ناقص و غیر محفوظ قرار دیتا ہے۔

قرآن عزیز نے جن جن مقامات پر انفاق فی سبیل اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے وہاں اشیاء کی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے ترغیب دی ہے۔

"اور اس نے مال باوجود اس کی محبت کے رشتہ داروں یتیموں، محتاجوں، مسافروں، مانگنے والوں کو اور گردنوں کو آزاد کرانے کے لئے دیا۔ (البقرہ ۲۲)

وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ

ان کے مالوں میں سائل اور محتاج کا حق ہے۔

اس نوع کی آیات قرآنی میں بکثرت ہیں جن میں خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں شیء منقولہ و غیر منقولہ یا پیداوار میں سے کسی کو بھی تخصیص نہیں ہے اور نہ ان سے کسی کے درمیان حیثیت نفس ملکیت کوئی فرق نہیں بیان کیا گیا۔

تاہم وہ ذاتی ملکیت کے حق کو تسلیم کرنے کے باوجود اس کو تحدید کرنا چاہتا ہے۔ اس ملکیت میں اس قسم کی وسعت دنیا پر کبھی نہیں کرتا جس کی بدولت اس کے قسمت دولت کی بنا پر دنیا پر زد پڑے اور اس کا اصل مقصد فوت ہو جائے۔ اس نے دولت و اشیاء کے بارے میں بنیادی طور پر یہ کہہ دیا ہے کہ وہ مباح و حلال ہیں جبکہ وہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ خدا کی ملکیت ہیں کہ تمام فرد انسانی کے لئے یکساں طور پر نافع ہونے کے لئے معرض وجود میں آئی ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:۔

"خدا تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب چیزیں پیدا کی ہیں

جو زمین میں موجود ہے۔" (بقرۃ - ۲)

دوسری آیت آئی۔ احادیث نبوی اور روایات فقہی سے اذن عام کی تشریح کرتی ہیں یعنی یہ بتاتی ہیں کہ کونسی چیزیں انفرادی ملک نہیں بن سکتیں اور کونسی بنتی اور بن سکتی ہیں۔

ان تشریحات و توضیحات سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ اسلام نے اپنے نظام میں جن اشیاء کو خارجہ کی مناسب کے لئے کیسں نہ پر مباح قرار دیا ہے اور جس سے ان اشیاء کے متعلق کسی فرد یا چند افراد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ عوام الناس کے خلاف ان پر اپنے تسلیمی مقادیر پر اس طرح اپنے قبضہ و تصرف میں لے لیں کہ وہ حکومت کو متاثر یا منافع یا ٹیکس دیکر کے جو اشیاء کے مالک ہیں۔ بلکہ ہر ایک فرد یہ حق ضرور رکھتا ہے کہ ان اشیاء کے مقامات سے وہ اپنی ضرورت کے مطابق جس قدر چاہے قبضہ و تصرف میں لے آئے وہ بر شبہ اس کی ملکیت سمجھی جائے۔

اس کے برعکس حکومت کا یہ حق ہے کہ وہ اشیاء کی نافعیت کو کرنے کے لئے انفرادی قبضہ سے ان کی واپسی کا انتظام کرے اور تمہیں کی ملکیت کے نام پر ان اشیاء تک ان عوام کی بہتری کے لئے جس قسم کا تصرف مناسب سمجھے کرے۔

کانیں

مفادِ عام کے اس سلسلے کی پہلی چیز معدنیات ہیں۔

[illegible] کہتے ہیں کہ [illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں [illegible] حاضر ہوئے اور مطالبہ کیا کہ [illegible] کو قطیعہ کے طور پر عنایت فرمائیں۔ آپ نے [illegible] لیکن جب وہ پیٹھ پھیر کر واپس جانے لگے تو آپ نے [illegible] جیسے [illegible] سے آگاہ کیا کہ [illegible] کے بعد سے واپس لے لینے سے انکار فرما دیا۔"

[illegible] کہتے ہیں کہ [illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے [illegible] کو قطیعہ کے طور پر [illegible] قدیم سے [illegible] کو دیا جو [illegible] کے [illegible] کیا نے اس قطیعہ میں سے [illegible] واپس لے لیا اور [illegible] کے سامنے کر دیا۔

یہ [illegible] احادیث [illegible] کو سامنے رکھ کر [illegible] کے [illegible] نے [illegible]

کے معاشی نظام میں معادن کے متعلق احکام بیان فرمائے ہیں۔ شارحین حدیث و فقہاء نے اس سلسلہ میں جن خصوصیات کو نقل کیا ہے ان کا حاصل یہ ہے

معدنیات کی دو قسمیں ہیں ایک معدن ظاہر اور دوسری معدن باطن۔ معدن ظاہر میں معدنیات کو کہتے ہیں جن کا وجود یا تو سطح زمین پر ظاہر اور موجود ہوتا ہے یا زمین میں اس طرح پائی جاتی ہیں کہ محنت یا خرچ کرکے نہ نکالا جائے تو وہ مٹی یا پتھر کے ساتھ ان کے جزء کی حیثیت نہ محفوظ و مربوط نہ ہوں بلکہ زمین میں شیرازہ کی حیثیت میں مدغم ہوں مثلاً نمک، مٹی کا تیل، پٹرول، تارکول وغیرہ اور معدن باطن ان معدنیات کو کہتے ہیں جو زمین کی تہہ میں کسی سطح پر موجود ہوں زمین کے اجزاء کی حیثیت سے زمین کو پھاڑ کے اندر موجود ہوں جیسے زمین یا پہاڑ کے اندر قسم قسم کی زمین یا پتھر کے اجزاء کی حیثیت میں مستور ہوں زمین کے حاصل کرنے اور کھودنے یا زمین سے جدا کرنے میں کافی محنت اور سرمایہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ پہلی قسم کی معدنیات زیادہ کسی محنت یا سرمایہ کے بغیر ہی نہ صرف انسان بلکہ مویشی بھی کھا سکتے ہیں اور نہ ان کو بغیر کسی کوشش کے دیا جا سکتا ہے بلکہ وہ عوام کی ضروریات اور افادہ کے لئے مساویانہ حیثیت رکھتی ہیں اور اس سے ہر ضرورتمند ہر شخص کو مستفید ہونے کا حق حاصل ہے۔ کوئی شخص ہر جگہ پر ان معدنیات کو اپنی ملکیت اور مفاد عامہ کے لئے وقف ہے۔

چنانچہ شارحین حدیث ان کی شرح میں فرماتے ہیں

یہ ایک صاف بات ہے کہ جو کانیں معدن ظاہر ہیں ان کی وجہ سے زمین میں محنت کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ ان کا کسی ایک مسلمان کو بخش دینا عام مسلمانوں کے حق میں ضرر رسانی کے لئے ہوتا ہے اور مضرت کا باعث ہے۔ اس لئے ان کا حکم یہ ہے کہ نہیں دینا چاہئے اور یہ حدیث اس حقیقت کو واضح کرتی ہے جس کو ذکر میں کیا گیا ہے کہ معدن ظاہر موجود کا منع اور اس کو ایک شخص کے لئے مخصوص کر دینا عام مسلمانوں کے لئے ضرر رسانی ہے اور مفاد عامہ ہمیشہ بنے رہنے اور ختم ہونے والے پانی رکھنے والے کنوئیں کی طرح ہے

واضح ہو کہ عام کے لئے جائز نہیں ہے کہ ایسی کسی چیز کو محفوظ کرلے جو سب کے فائدے کی ہو مسلمانوں کے مشترکہ مفاد سے ہو جیسے عام راستے، سرمد، تالاب، کنوئیں وغیرہ کے لئے ہیں

غرض عام ربی کے متعلق حدیث کے پیش نظر تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ معدنیات ظاہرہ مفاد عامہ کے لئے ہیں۔ اس لئے ان کو مخصوص کرنا جائز نہیں ہے

[illegible] اس کی بڑی حد تک اپنے [illegible] سے کرائے، اور خواہ اس کو عطیہ کے طور پر دیا جائے یا [illegible]

[illegible] نے فرمایا جس زمین کو خلیفہ نے ظاہر نہ فتح کیا ہے۔ مگر اس میں تین حالتیں ہوں گی: زمین مسلمانوں کی جائے گی وہ جس کو چاہے اس میں تصرف کرے اور جو [illegible] کرنا چاہے کرے۔ اس لیے کہ زمین کو فتح کیا ہے، اس کو جہاد کر کے فتح کیا ہے، اور زمین کی [illegible] ہیں جو [illegible] اور جہاد میں یہ شرط ٹھہرا دینے کی کہ [illegible] کے حق پر [illegible] چنانچہ [illegible] کے مشہور فلسفی فقیہ ابن شداد مالکی کے اس رشاد پر [illegible] ہیں۔ اور [illegible] کے [illegible] قول کو ترجیح دیتے فرماتے ہیں۔

[illegible] یہ خلیفہ [illegible] تصرف کر سکتا ہے وہ [illegible] کے تو یہ [illegible] ہے۔ اس کی [illegible] ملکیت ہوتی ہے کہ جس کو چاہے ہبہ کر دے اور [illegible] کے [illegible] اور قول میں سے پہلا قول [illegible] ہے [illegible] سونا یا آدمی جو [illegible] کے اندر ہیں ان پر [illegible] کے [illegible] قبضہ سے قبل جو [illegible] زمین میں موجود ہیں اس کی زمین کی ملکیت [illegible] کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ "

اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے [illegible] فرمایا [illegible] ہے [illegible] کے [illegible] اندر [illegible] جو کچھ موجود ہے اس سب کا مالک بنا دینے کا ذکر فرمایا ہے۔ لہٰذا آیت کے اس [illegible] کے [illegible] زمین [illegible] ہے کہ [illegible] زمین [illegible] [illegible] ہو گیا ہے اس پر تمام مسلمانوں کو [illegible] ہے۔

اجارہ داری کی کمپنیاں:

[illegible] سے [illegible] اجارہ داری [illegible] عموماً کمپنی کی شکل میں [illegible] ہے [illegible] کا [illegible] بہترین [illegible] ہے [illegible] زیادہ [illegible] [illegible] حکومت کی تمام [illegible] کے [illegible] [illegible] [illegible] ہو سکتی ہے [illegible] فرد کے [illegible] ہو جاتا ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اجارہ داری [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] اس طرح عام طور پر تجارت کی فروغی اور زراعت کی ترقی کے لئے زیادہ سے زیادہ فوائد مہیا ہو سکیں گے۔

مثلاً جب پٹ سن کی تمام کی تمام برآمدیں اور ریلوے کی کمپنیوں کی بجائے خود حکومت کی اپنی سرکاری کمپنی اس کی برآمد کا انتظام کرے تو ظاہر ہے کہ درمیانی ایجنٹ کی جس کا فی زیادہ تر ہندوستانی ہے، جس کی قیمت میں موجودہ دور کی تجارت ناقابل برداشت کرنی نہیں ہو سکے گی اور اس طرح اس کا فائدہ وہ خاص خاص پیداوار کرنے والے علاقوں تک ہی محدود نہ رہے گا بلکہ عام اور تمام متعلقہ طبقوں تک پہنچ جائے گا جس پر ملک کی بہتری کا بہت کچھ مدار ہے اور اس طرح ستیاناس کے بجائے اس کا فائدہ عام ہو جائے گا۔

کیا کوئی کاروباری آدمی اس سے انکار کر سکتا ہے کہ تجارت کو ملک درمیانی کمپنیوں کے ذریعہ کنٹرول کے تحت کر کے براہ راست خود حکومت کے ہاتھ میں لے لینے اور تصدیر یا درآمد کی چیزوں کی جن کی خرید فروخت کا حکومت کو براہ راست کرنی پڑے گی تعداد اتنی کم ہو جائے گی کہ وہ ستیاناس کی جگہ بہتر اور متوسط کمپنیوں کے ذریعہ بھی سنبھالی جا سکیں گی۔

جہازرانی، بیمہ، گودام، محصولات اور کسٹم کی فیس وغیرہ میں ترقی کے دور میں بڑی حد تک سیدھا اور سچا کی قدر و قیمت کے ساتھ وابستہ ہیں اور سیدھا بیل کا وجود کم و بیش پوری طرح سیدھا پر موقوف ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ترقی یافتہ دور میں سیدھا پیدا کرنا یا پیدا کی قدر و قیمت کا کوئی تعلق نہیں ہے تو وہ شخص یا فرد اس کی صحت کا انکار نہیں کر سکتا۔

ملیں اور کارخانے

جب صنعت و حرفت سے متعلق کارخانوں اور ملوں کے قیام کی تجویز پیش ہوتی ہے تو اس کے لئے جگہ کی تلاش کی جاتی ہے اور وہ جگہ [illegible] کے قریب ہوتی ہے۔ [illegible] ہوتی ہے۔ [illegible] ہوتی ہے۔ [illegible]

[illegible] پر غلط حمایت بھی شامل ہو جاتی ہے۔

محنت کی زیادتی حق محنت کی کمی اور عام حقوق انسانی سے محرومی کے بعد اس ریڑھی نوع مزدور کی [illegible] ہو جاتی ہے کہ [illegible] کراچی، مدراس، دہلی، کانپور اور شاہدرہ جیسے تجارتی مقامات میں دیکھتے ہیں کہ [illegible] زمینوں اور جنت نظیر خطوں پر ایک اندوہ ناک اور [illegible] ان غمزدہ اور [illegible] ریڑھی کو دیکھتے ہیں جو ہمیں کسی ریڑھی کی طرح مزدور ہیں۔

سچ تو یہ ہے فطرت بغیر انتظام کے سب ہا رہتا ہے۔ آخر مزدور سرمایہ دار کی ہنگ کے [illegible] نظام کے لئے زمین ہموار کر دی ہے۔

سرمایہ اور محنت میں توازن

[illegible]

۵۰ یا پہلی گروہ یہ ہے کہ مزدور کا حق تسلیم کرنے اور بہانہ سازی سے سرمایہ دار کو فرار دینے کے لئے مزدور پر ہمدردی کرنے کا الزام عائد کر دیتے ہوئے چند ٹکے بھی جرمانہ کے نام سے لے لئے جائیں یا بزعم خود یہ خائف سرمایہ دار اپنے نقصان کا تاوان نقصانات کے نام سے وصول کرتے ہیں۔

اسلام اس کرہی افراد و تفریق سے ایک اعتدال حالت پر لانے کی کوشش کی ہے اور مال، نقصانات کے بیمہ اصول پر فیصلہ کیا ہے۔

اسلام اپنے اقتصادی نظام میں مزدوروں اور پیشہ وروں کو بھی ارباب زر مال کے مساوی زیادتی اور بے جا تصرف کرنے سے روکتا ہے اور نہیں چاہتا کہ کسی قسم کی دوسری طرف سے تفریق ہو۔

اسلام اصول کرتا ہے کہ بہتر سے بہتر کمائی مزدور کی کمائی ہے بشرطیکہ وہ خیر خواہی اور امانت کے ساتھ کام انجام دے۔

اسلام نے کام اور اجرت کے باہمی تعلقات کو جس خوبی کے ساتھ ایک مساوی توازن پر قائم کیا ہے اس کی نظیر دنیا کے کسی قانون میں نہیں مل سکتی۔ شرح شرکت اسلام میں ہے۔

مسلمان سنت یہ ہے کہ وہ کوئی کام میں مہربانی اور خیر خواہی کے ساتھ

کرنے چاہیں اور یہ کہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے یعنی معاملات میں ہر ایک اپنے نام سے ناجائز فائدہ

ہر ایک اسلام اپنے تمدن میں زمین میں صنعت و حرفت اور تجارت پر بہت زور دیتا ہے اور ہر ایک ترقی کو عقل کی بڑائی اور عزت کی بڑائی سمجھتا ہے اور اس کو خوش عیشی اور نامبریت کی دلاتا ہے نیز انبیاء کے پیشے اور کسب معاش سے دقت اٹھانے اور محنت کی ترغیب دینا اور ہر طریقہ سے اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے یہ بھی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں ترقی کی بہت زیادہ گنجائش ہے اور ان کی

اس نے جس طرح ہر انسان کی تجارت کے مدینہ میں اس کا قانون تقسیم فرض کیا ہے تو یہ بات بھی بہت فائدہ نہیں ہے جس سے وہ فائدہ اٹھا سکتا ہے کہ

[illegible] ہے اور [illegible] دولت کو [illegible] ہونے دے [illegible] کو اپنی مشینوں کے پرزوں کی طرح سمجھ کر اپنی غرض کا آلہ کار بنا لیں۔ اس طرح [illegible] مخصوص افراد یا گروہوں میں دولت کنز بن کر جمع ہو جائے اور [illegible] ملک کی دولت میں [illegible] اور [illegible] ہیں [illegible] جائز طریقے سے [illegible] تقریباً ایک سی بات ہے کہ [illegible] سرمایہ دار [illegible] اور [illegible] مزدور، جانوروں اور غلاموں کی طرح نہیں بلکہ باہمی اشتراک و تعاون کے ساتھ اپنی معاشی زندگی کو باحسن وجوہ حاصل کر سکیں کیونکہ یہ کہ [illegible] جائے تو نہ مزدور اور سرمایہ [illegible] خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

رہے مزدور اور غریبوں کے [illegible] خوراک و لباس کی [illegible] معاملات سود کے [illegible] ایک [illegible] جبر اور فریب پر مبنی ہے [illegible] جائز اور واجب ضروریات کی کفیل اور ذمہ دار ہے۔

نقادوں کی عیش و تنعم!

[illegible] اپنے روپے پیسے اور [illegible] اپنے عیش پر صرف کرنے [illegible] راہ پر پڑا جائے کہ [illegible] خریدنے کی [illegible] فارغ زائد از [illegible] سیاہ [illegible] نظر آنے لگے [illegible] پر بنا دولی حسن اور [illegible] کی [illegible] کی دیدہ زیبی اور [illegible] پر [illegible] تمام [illegible] لینا چاہیئے [illegible] کے [illegible]

[illegible] پاکیزگی کو [illegible] اللہ کی راہ میں خرچ
نہیں کرتے تو آپ [illegible] عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے جس دن کہ آگ
[illegible] گی اس مال پر دوزخ کی [illegible] اس مال سے ان کی پیشانیاں
پہلو اور پشت داغی جائیں گی [illegible] اس مال کے خزانہ کرتے تھے۔

(سورۃ توبہ ۔ ۵)

زکوٰۃ کے لغوی معنی ہیں پاکیزگی کے ہیں کیونکہ یہ دولت کو بخل اور ناپاک سرمایہ داری سے
پاک کرتی۔ انسان کے دل و دماغ سے غرور و تکبر و خود غرضی و بخیلیت سے پاک کرتی ہے اور پاکیزگی
مال میں حقوق کا پاک جذبہ پیدا کرتی ہے۔

[illegible] زکوٰۃ کو فرض قرار دے کر [illegible] آیت نے [illegible] اور [illegible]
کے درمیان [illegible] قائم کر دیا ہے کہ اگر مسلمان بحیثیت جماعت اس فرض کو پورا کریں تو ایک
جانب مذموم و مستقل [illegible] سرمایہ داری ختم ہو جائے دوسری جانب فقر و [illegible]
برباد فقر اور مسکینی کا وجود باقی نہ رہے اور دنیا سے انسانی کی تمام زندگی میں [illegible]
ہو جائے کہ موجودہ طبقاتی جنگ اور معاشی رقابت کے نام سے دنیا کی مخلوق ہلاک ہو رہی ہے

زکوٰۃ کے اہم فرض سے غفلت برتنے والوں کے متعلق ارشاد کرتے ہوئے سورہ برأۃ
میں فرمایا ہے کہ [illegible]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ
النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا
يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ (توبہ ۔ ۵)

ترجمہ [illegible] اے ایمان والو بہت سے [illegible] لوگوں کے مال ناحق
[illegible] اور [illegible] خرچ نہیں کرتے [illegible] عذاب کی۔

فضیلت زکوٰۃ میں دو حدیثوں کی روایت پیش خدمت کی جاتی ہے:

(۱) [illegible] (۲) [illegible] ارشاد۔

[illegible] ہے کہ مال بخل و خود غرضی و جنسی [illegible] خلاقیات پیش کرتا ہے و
[illegible] کے [illegible] "انفاق" ہے۔ اس سے بخل کا خاتمہ ہو جاتا ہے، خود غرضی
[illegible] جنسی کی بجائے برادرانہ محبت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی جنسی محبت [illegible] تمام
[illegible] کی بنیاد ہے جس معاہدت کا ذکر بلتے میں [illegible] ہوتا ہے کہ انسان
[illegible] پیکر بن جاتا ہے و [illegible] تہذیب نفس ہے اور [illegible] و آفاقی حاجات
کے [illegible] بہترین ذریعہ ہے [illegible] صحیح نہیں ہو سکتا جب تک کہ
[illegible] موجود نہ ہو تاہم اس کے [illegible] کے [illegible] عمل و [illegible]
[illegible] کے [illegible] ہیں [illegible] کے [illegible] ہیں [illegible] ہیں
[illegible] کے [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں
[illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں
[illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

کی شکل میں حاصل ہو!

[illegible] ہے کہ [illegible] کے [illegible] کے [illegible] ہیں [illegible]
[illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

ان صاف الفاظ میں بیان کرکے

یہی بنایا اور معاش و تمدن میں اس کا مقصد

اگر یہ ذکر ہو تو

صدقات واجبہ :

بیان کیا ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اس کے نزدیک

بازار میں بیٹھنے والے اور خلوت و جلوت میں

ارشاد ربانی ہے

اس آیت سے یہ بات

اس بات سے

کو پورا نہیں کرتے

ارشاد رسول کریم ہے

"جو شخص

آپ نے

کے پاس سوائی نہیں ہے

خوردونوش

خوردونوش نہیں ہے

فرمان ہے

حاجت مند

مال پر قبضہ کرنے کے

میں آدمیوں میں

نکالا گیا ہو

ان کے متعلق

ارشاد ہے:

"اگر مسلمانوں میں سے کوئی فریق دوسرے فریق پر

سے اس وقت تک جنگ کرتے ہو کہ وہ اللہ کے

اور ظاہر ہے کہ

عرفی سند

سب سے

شاید اس سے بہتر حل

ہونے کا اندیشہ

قانون وراثت

باب ۲۷

جدید اور اسلامی معاشیات کا موازنہ

کیا فرق ہے؟

وَلٰكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ (الشوریٰ ۴۲ : ۲۷) اور لیکن نازل کرتا ہے وہ اس رزق کو) اس پیمانے پر جس پر چاہتا ہے۔

قدرت یک خاص پیمانے کے ذریعے رزق عطا کرتی ہے۔

مذکورہ آیت میں فرمایا گیا ہے: وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ کوئی چیز نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہیں اور انہیں نازل کرتے ہیں ہم اس کو مگر ایک اندازے پر۔

اس آیت ایک اور جگہ پر اس امر کی نشاندہی کی گئی ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا۔ اور نہیں کوئی چلنے گھرنے کی روح زمین کی مگر اللہ کے ذمہ ہے اس کا رزق اور وہ جانتا ہے اس کو جہاں جانا ہے۔

یہ آیت بہت واضح ہے۔ اور کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ رزق پیدا کرنے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔ تمام روزی رساں ذات ہے۔ اس کو جب اور جہاں، جس شکل و صورت میں چاہتا ہے اپنی مخلوق کا متکفل بنا دیتا ہے۔ اس لیے کسی رزق میں کشادگی کر دیتا ہے اور کہیں تنگی کی جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مقدس میں بیان کیا گیا ہے کہ

اور اپنی اولاد کو نہ قتل کرو مفلسی کے خوف سے ہم رزق دیتے ہیں انہیں اور تمہیں بھی۔

یہ سب بہت زور کی آواز کی سنتا کرتا ہے۔

کہ ان شخصوں کو بہت اور جگہ پر فرمایا: وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۔ اور نہ غم کر ان پر اور نہ ہو تنگ دل اس چیز سے کہ وہ مکر کرتے ہیں۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ اور نہ دراز کیا کر اپنی آنکھوں کو اس چیز کی طرف کہ برتنے کو دیے ہیں ہم نے قسم قسم کے لوگوں کو اس دنیا کی زندگی کی رونق۔

رسول مقبول نے فرمایا: من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ۔ آدمی کے اچھے اسلام کی خوبی کی دلیل یہ ہے کہ لاحاصل اور بے فائدہ باتوں کو ترک کر دے۔

بس یہاں تک کہہ دیا گیا ہے۔

[illegible] موت کے دروازے پر دستک دیتے وقت اپنے [illegible] موجود تمدنی زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے [illegible] میزبانی کی ہے۔ بڑے بڑے امراء اور ولیان ریاست سے ملنے کے لئے [illegible] کے منتظر رہتے ہوں۔ ایک خیمہ گاہ بنی رہتی ہوں ایک ایک دن میں سات سات [illegible] کی دعوت کھائی ہے۔ جہاں سے گزرے ہیں گھوڑوں کی باگیں ہاتھ میں لے کر [illegible] پاپیادہ چلتے رہے ہیں۔ اس سینکڑوں برس پہلے کی تمدنی زندگی پر [illegible] آج ہم اپنی زندگی کے آخری دن جب کہ [illegible] ہیں۔ مجلس رکھنے والے [illegible] کے دریچہ نہیں ہے۔ جذبات عالیہ اور [illegible] انگیز [illegible] ایک [illegible] شہوت [illegible] زینت [illegible] گھوڑے [illegible] کے آگے [illegible] ہوں [illegible] ہیں [illegible] ہے۔

[illegible] کے بعد آیت قرآنی [illegible]

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً [illegible]

کتنا [illegible] کہ [illegible] ہے [illegible] رہنی چاہیئے۔ کیونکہ اس سے آرام کی [illegible] بھی ہوتی ہے۔

لَا يَدْرِيْ لَعَلَّ [illegible] [illegible] کے [illegible] حاصل ہو سکتا ہے۔ [illegible] دریچوں [illegible] [illegible] [illegible]

خرد در خور اعتنا نہیں ہے۔ ۔۔۔ کہ حقیقت انسانیت کی ذات سے مذہب
رفیع و اعلیٰ اور اکمل ترین مذہب ہے۔ یہ نہ صرف تمام انسانیت سے تعلق رکھتا ہے بلکہ انسان کی
روحانی ترقیات کے تمام مدارج پر حاوی ہے۔ یہ نہ چند خیالات ہیں جو کہ کسی بزرگ کے کانشنس
اہم اور پیچیدہ اسباب پر مبنی ہیں کس حد تک درست ہیں!

قرآن کے قوانین

۱۔ خدائی انتظام

ہر وہ دین یا مذہب جو انسان کی فطرت کے قانون کے مطابق ہو اور جو انسان کی زندگی بسر کرنے کی بہترین راہ
ناپختہ ذہن کی پیداوار نہیں اور اس کے قوانین کسی ایک زمانے کے لیے نہیں ہوتے بلکہ ہر زمانے
اور ہر قسم کے حالات میں زندگی بسر کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ ایسا مذہب ہی دراصل خدائی انتظام
ہوتا ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا

جس میں تضاد نہ ہو۔ ۔۔۔ اور جس کے قوانین ہر زمانے کے لیے یکساں مفید ہوں۔
کیونکہ خدا ہر زمانے اور ہر انسان کا خدا ہے۔

کہاں تک کہ قرآن سب انسانوں کی ضروریات کو پورا کرتا ہے اس کا اندازہ
ان بیانات سے لگایا جا سکتا ہے جو کہ مختلف مذاہب کے پیروؤں نے قرآن کے بارے میں دیے ہیں۔
سب قرآنی حکم میں سے کامل ہدایت پاتے ہیں اور روحانی ترقی حاصل کرتے ہیں:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً

[illegible] ۔ [illegible] جو کوئی مرد یا عورت نیک کرے بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم ضرور اسے
نہایت عمدہ زندگی کے ساتھ جیتا رکھیں گے۔

ایک اور جگہ آپ یوں فرمایا گیا ہے کہ مَنْ نُرْسِلُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ۔ ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی مدد دنیا
میں بھی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ قیام کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نبیوں اور اہل ایمان کی مدد کا وعدہ فرما رہا ہے۔ کفار اور مشرکین کچھ بھی
اس کی مخالفت میں زور لگا لیں۔ یہ جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر
پر ثابت قدم رہے ان پر یہ کہ فرشتے اتریں گے کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو تمہیں اس جنت کی
خوشخبری ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم تمہارے دنیا کی زندگی میں بھی ساتھی ہیں
اور آخرت کی زندگی میں بھی۔ الخ جزء

مگر یہ خدائی وعدہ ہر قوم کے لئے نہیں ہے۔ جب اس پر اللہ کی حجت قائم ہو چکتی ہے۔ تو انبیاء
اور ان پر ایمان لانے والوں کی کوئی سختی برداشت نہیں کرنی پڑتی اور وہ
ان پر غالب آ جاتے ہیں۔ اور دشمن کے لئے ذلت و خواری مقدر ہو جاتی ہے۔ اب تاریخ مستقبل
میں یہ مذہب ہوگا
اس مذہب کو تمام مذاہب پر غالب کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ قرآن مقدس نے اس سنت الٰہیہ
کو بیان کیا ہے۔

[illegible]

سورۃ ہود میں یوں خطاب کیا گیا ہے۔

[illegible]

کے ساتھ یہ وعدہ [illegible] کی پوری طرح رہنمائی و ہمنوائی کرتا ہے۔

[illegible] اسلام کے [illegible] ہیں کہ [illegible] حقیقت [illegible]
[illegible] کی [illegible] ایسی [illegible]

۵۔ غیبت کا خوف

ضرورت تھی]۔

۶۔ [illegible]

۵۔ [illegible]

ہے۔ اور اس کی قسم کوئی پرواہ نہیں کیا جاتا۔

۹۔ جنت و جہنم کی قسم

ہیں ان چیزوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ مگر یہ ہمارے کوشت کھاتے ہیں کیونکہ جنت
فانی ہے، جہنم کا اور دور ہے۔ شراب آتی ہے گوشت ہضم کرنے کا مادہ نہ ہونے کے برابر ہے
مگر سود بہت زیادہ ہے۔

[illegible]

اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا ہے۔

[illegible]

۱۰۔ [illegible]

[illegible]

۱۱۔ [illegible]

[illegible]

۱۸- خیرات و صدقات

آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے خیرات و صدقات کی وضاحت اور فضیلت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ

اسی لئے بڑے پتہ کی بات کہی ہے۔

۳۰۱
ضمیمہ

اسلام اور عورت کے بارے میں فرانسیسی نظریہ

کی بنا پر گرفتار کر لیے گئے تھے۔ آپ نے دوم تبہ من کر سکوت فرمایا تاکہ کوئی رفتار کی کوئی وجہ سب تو ظاہر ہو جائے اور سب کوئی چیز سامنے نہ آئی تو رہا ہو۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ (۱) ہر شخص کو اپنی آزادی ہو ہر فرد کو اپنے عقیدہ اور مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی آزادی ہو۔ کسی کی مذہبی جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے۔

۴۔ اظہار آزادی اور تحریر و تقریر

ایک شہری کو ریاست کے قوانین کے تحت اپنے خیالات کے اظہار کی آزادی ہو۔ اس کے لیے تحریر و تقریر کی آزادی ہو۔ اس کے لیے تحریر و تقریر کی آزادی ہو۔ اس کے لیے تحریر و تقریر

۵۔ اقلیتوں کا تحفظ

ہوتا تھا۔

۹- اُمّ ولد

۱۵- مجلسِ شوریٰ کا قیام

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اوقاف :

[illegible]

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝

ترجمہ: "تم ہرگز خیر (اور نیکی) کو نہیں پہنچ سکتے۔ جب تک (خدا کی راہ میں) اس چیز کو خرچ نہ کرو جو تمہارے نزدیک سب سے پیاری (اور عزیز) ہے"

(آل عمران -)

[illegible] اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تشریح میں فرمائی ہے [illegible] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان [illegible] تو اس کے تمام عمل ختم ہو جاتے ہیں سوائے تین کے۔ یہ صدقہ جاریہ، دوسرا علم نافع، تیسرا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے۔

وقف کی تیسری قسم یہ ہے کہ کوئی جائداد یا کوئی شے اللہ کے نام پر وقف ہو۔ اس کی آمدنی [illegible] مستحق رشتہ داروں، قریبی یتامیٰ پر صرف کی جائے۔ اس کی آمدنی افتادگان خاک کی ضروریات پر خرچ کی جا سکتی ہے۔

وقف کی یہ قسم [illegible] اس میں [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

ہبہ :

[illegible]

وصیت :

[illegible]

ادا کردے یعنی حضرت کا اجر عطا فرمائے جو دینوی منافع سے کہیں زیادہ بہتر
اس کے لئے پسندیدہ ثواب ہے۔

اور ساتھ ہی قرض دار کو بھی سخت تنبیہ کی گئی ہے کہ قرض حسن کے یہ معنی نہیں کہ قدرت کے باوجود دوسرے کی قرضہ سپرد کر جائے یا تاخیر کرکے قرض خواہ کو نقصان پہنچائے۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

"دولت کی قدرت سے باوجود دوسروں کے حق میں دیر کرنا ظلم ہے" ظلم ہے
ہے حال حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "قرض کی پرداخت" جب
قرض ہے آپ نے فرمایا "چیز کسی نے کسی کے لی ہے جب تک اس کو
کرے کی ادائیگی پر برقرار رہتا ہے"

ہر حال قرض دینے والے کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ قرض لیتے وقت
قرض دار کی حیثیت پر بھی اس کی ترجیح دینی چاہیے

عاریت:

قرض کی طرح عاریت میں بھی
کہ منافع کو بغیر معاوضہ کے دوسرے کی ملکیت بنا دینا
عاریت سے مراد یہ ہے کہ
قرآن مجید میں مسلمانوں کی تعریف
ان سے باز رہنے
وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ

اور ان کے لئے ہلاکت ہے جو عاریت کی چیزوں کو روکتے ہیں

(ماعون)

غرض عاریۃ بھی قرض کی طرح ایک اچھا کام ہے جس کے کرنے والے
ہی سے کام لیا جاتا ہے کیونکہ اس میں چیز فنا نہیں ہوتی بلکہ وہ جس نے دی ہے
کو واپس کرنی سخت تنبیہ کی گئی ہے کہ دوسرے کی چیز کو اپنی سمجھ کر

ہو جانے کے بعد فوراً مالک کو واپس کر دے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عاریت کی چیز عاریت لینے والے کے ذمہ ہے"

امانت :

اگرچہ امانت کا معاملہ میں اس کا تعلق معاشی زندگی سے نظر نہیں آتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی بعض حالات میں اہم معاشی ضرورت کے پورا کرنے کی کفیل ہے۔ ایک شخص کرنسی یا مال کسی دوسرے شخص کے پاس امانت رکھتا ہے اور امین کو اس کی ضرورت کے وقت امانت میں تصرف کرنے کی اجازت دے دیتا ہے تو کیا اس سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ اس طرح کس قدر اہم حاجات کی تکمیل حاجات کو پورا کیا جا سکتا ہے؟ اور جب کہ امانت کے معاملہ میں خیانت کا ہر وقت خوف رہتا ہے اس سے اندازہ کیجئے کہ دونوں جانب خرچ دیا جائے۔ ذاتی ضرورت سے زائد مال کنز کرنے کی بجائے دوسرے طریقوں کی ترغیب دی جائے تاکہ اس طرح اہم حاجات کو پورا کرنے کی ایک وسیع پیمانہ پر ترغیب دی جائے تو مذہب میں دولت کی رسائی کے خوف کا صحیح علاج اس ریشہ پر ہاتھ ڈالا جائے۔ پھر قرآن مجید میں امانت کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جو تمہارے سپرد کی گئی ہیں

امانت کے ساتھ ادا کرو۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ

اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تمہارے ساتھ خیانت کرے تم اس کے ساتھ

خیانت نہ کرو۔ (ترمذی - ابوداؤد)

اس لئے امانت کا معاملہ بہت اہم ہے اور اس سے کوئی مفر نہیں ہے۔

(بیہقی فی شعب الایمان)

موجودہ امانت کی معاشیات میں ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ اس سے نہ صرف ایک متمول دولت مند شخص دولت کو بغیر خوف کسی امین کے پاس امانت رکھتا ہے اور اس

باب ۲

مسئلہ ترقیاتی تنظیم

[illegible]

ہر ملک یا خطہ ارض کی ترقی کی رفتار اس کے وسائل، ان وسائل کو بروئے کار لانے کی صلاحیت، اس کی آبادی کے حجم اور اس کی ترقی کی خواہش پر منحصر ہوتی ہے۔ ان عناصر کی مقدار اور ان کے باہمی تعلق کا اندازہ لگانا ہی ترقیاتی تنظیم کا مسئلہ ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

جائیں۔

مشاہدہ = [illegible]

[illegible]

۱۔ پانی قریب والی گھنٹی

[illegible]

۲۔ [illegible]

[illegible]

۳۔ [illegible]

[illegible]

۵۔ اسلامی نظامِ حیات کا احیاء

مسلمانوں کو یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہیے ہوئے ہیں انہیں اس دلدل سے باہر نکلنے

کے لیے اسلامی نظامِ زندگی اپنانا پڑے گا۔ کیونکہ جب تک یہ اسلامی نظام نافذ نہیں ہوتا

وہ کبھی ترقی یافتہ قوم نہیں ہو سکتے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ مسلمان اپنے

کردار کو اسلام کے مطابق کرنے کی پوری جدوجہد کریں۔ حکومت کی تبدیلی اس صورت میں

ہی ہو سکتی ہے جب اپنے آپ کو ایک مکمل اسلامی کردار کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے

عوام کی خاطر خواہ تعداد کو اپنا ہم فکر و ہم خیال بنانا پڑے گا۔

۶۔ نئی نسل کی بحالی

نئی نسل کو درست پر لانے کے لیے

مسلمان کو ایک مکمل اور جامع

اگر مسلمان ان خطوط پر

ہے کہ نئی نسل ہی ہمارے ملک کا مستقبل ہے۔ اسے درست کرنے کے لیے ضروری

ہے کہ اکثریت یعنی اسلامی رنگ

۷۔ اقتصادی نظام کی تبدیلی :-

اس تعلیم کے ذریعے

سرمایہ دارانہ، سوشلسٹ اور کمیونسٹ سب نظاموں سے پہلے

کے مقابلے میں یہ نظام اسلام کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

یہ کام کیا جائے۔ اگر

قدرتی وسائل کی تقسیم

۱۲- غیر مسلموں سے تجارتی تعلقات

۱۳- مالیاتی پالیسی

۱۴- منصوبہ بندی

ج- منصوبہ نظام اسلامی میں

۱- تفسیر قرآن کا تجزیہ

۲- احادیث کی تشریح

۳- فقہی مسائل کی وضاحت

۴- اسلامی تعلیمات

۵- [illegible]

۶- [illegible]

۷- [illegible]

۸- [illegible]

۹- [illegible]

۱۰- [illegible]

د- سیاسی منصوبہ

۱- [illegible]

۲- [illegible]

۳- [illegible]

۴- [illegible]

ہ- سماجی منصوبہ

۱- [illegible]

۲- ماہر سائنسدانوں کا بورڈ

3- تجربہ گاہوں کا قیام

4- ٹیکنالوجی کی ترقی

5- انجینیئرز کے مسائل

6- معدنی وسائل کی دریافت

7- آلات حرب کی ایجاد

6- معاشرتی و ثقافتی شعبہ

۱- اسلامی معاشرے کا قیام

۲- اسلامی تہذیب کی تشہیر

3- ثقافت و آرٹ کی ترقی

4- طلب کی ترقی و تحقیق

7- شعبہ نشر و اشاعت

۱- پریس کا قیام

۲- کتب، رسائل، پمفلٹ، اخبارات وغیرہ کی اشاعت

3- نیوز ایجنسی

8- عسکری شعبہ

۱- فوجی معاہدے

۲- منظم و تربیت عساکر اسلامیہ کا قیام

3- ہنگامی حالت میں امداد

9- زرعی شعبہ

۱- زراعت کی ترقی کا منصوبہ

2- غذائی جائزہ
3- نئے بیجوں کے تجربات
4- باہمی امداد
5- زمین کا سروے
6- ٹریکٹر کے کارخانے

۱۵- متفرق شعبہ

1- امداد و شمار کا اکٹھا کرنا
2- ٹیلنٹ Talent پول کا قیام
3- افرادی قوت Man-Power کی معلومات
4- بیروزگاری اور افراطِ زر کا حل
5- سیمینار، مجالس، کانفرنس اور کنونشن کا انتظام
6- مصنوعات کی نمائش
7- انتظامی عہدوں کے لیے ماہرین کی بھرتی وغیرہ۔

- مشرق و مغرب کے سیاسی افکار ـــــــ شیخ اصغر علی جعفری
- افلاطون اور ارسطو کے سیاسی افکار ـــــــ محمد مجاہد فاروق
- قانون بین الاقوام ـــــــ عماد ذوالفقار انصر
- مسلمانوں کے سیاسی افکار ـــــــ جاوید اقبال
- سیاسیات عالم ـــــــ صفدر علی مظہر
- حکومت و سیاست (پاکستان کی نظریاتی تاریخ) ـــــــ محمد مجاہد فاروق
- قانون بین الاقوام ـــــــ
- بین الاقوامی تنظیمیں ـــــــ الیس ایم شاہد
- ترقی یافتہ ممالک کے دساتیر ـــــــ فضل کریم شیخ
- ترقی پذیر ممالک کے دساتیر ـــــــ محمد مجاہد فاروق
- تحریک پاکستان اور اس کا پس منظر ـــــــ شیخ اصغر علی جعفری
- پاکستان کے ادارے ـــــــ فضل کریم شیخ
- ہماری خارجہ پالیسی ـــــــ فضل کریم شیخ
- سیاسی و معاشرتی نظریات ـــــــ الیس ایم شاہد
- عوام، جماعتیں اور موثر گروہ ـــــــ شیخ اصغر علی جعفری
- بین الاقوامی تعلقات ـــــــ نعیم اکبر چوہدری

نیو بک پیلس چوک اردو بازار لاہور